سلسلۂ مطبوعاتِ انجمن ترقی اردو (ہند) نمبر ۲۲۷

آرائشِ محفل

از

شیر علی جعفری متخلص بہ افسوس مرحوم

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

۱۹۴۵ء

بار

مطبوعہ ہمدرد برقی پریس دہلی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد کرتا ہوں اُس خالق کی جس نے ماہیات کو مرتبۂ تقرّر کے بعد خلعت وجود کا بخشا۔ اور حقیقتِ انسانی کو زیورِ عقل سے آراستہ کیا۔ شکر کرتا ہوں ایسے منعم کا جس نے نعمتیں انواع و اقسام کی عنایت کیں اور قوتیں مختلفہ ہر ایک عضو کے مناسب جسم واحد میں بخشیں۔ جن کے باعث ہر ذی روح نے اپنے دوست دشمن کو پہچانا اور نیش و نوش کا تفاوت جانا کہ اُس سے بچایا اور اِس سے لطف اُٹھایا۔ خصوصاً ارسال انبیاے کرام اور اوصیاے عظام کا کہ اعلاے انواع نعمت اور اقصاے اقسام رحمت ہے کیوں کہ اُن کے ہی سبب ہم نے اپنے تئیں گُم راہی سے بچایا اور رستا ہدایت کا پایا۔ بعد اُن کے تسلّط سلاطینِ عدول کا اور عمل شاہانِ مقبول کا، تا اُن کے ظلِّ حمایت میں ہم چین کریں۔ کسی ظالم کے ہاتھ سے دُکھ نہ بھریں۔

ابیات

اگر ہر موئے تن میں سو زباں ہو ۔ بشر سے شکر اُس کا پھر کہاں ہو
وجود اُس کا ہے واجب یہ ہے ممکن ۔ سدا ہے وہ یہ جگ میں ہے کوئی دن

ہوئیں محصور پھر کب اس کی نعمات بغیر از عجز کچھ بنتی نہیں بات
ہو اب نعت پیمبرؐ کی مجھے فکر کہ بہتر اس سے اب کوئی نہیں ذکر
محمدؐ نام ہی اُس پیشوا کا
خلاصہ ہی وہ سارے انبیا کا

زہے نصیب کہ ہم اُن کی اُمت ہوئے اب دغدغہ ہنگامۂ محشر کا مطلقاً نہ رہا اور خوف حساب کتاب کا یک لخت دل سے اُٹھ گیا۔

ابیات

کسے اب گناہوں کا ہی اپنے غم کہ اپنا نبی ہی شفیعِ اُمم
نہیں ایک ذرا ترس نار جحیم کہ حامی ہی اپنا رسولؐ کریم

خوشا اوقات ہماری کہ ہم اُس کے غلام ہوئے اب مشکلوں میں کیوں گھبرائیں کہ والی اپنا مشکل کشا ہی اعد ہر ایک مدباہ وش کے فریب سے کس لیے ہڑ بڑائیں کہ مولا ہمارا شیر خدا ہی۔

ابیات

وہی دین و دُنیا کا ہی بادشاہ کرے گا بہ خوبی ہماری پناہ
خدا نے اُسے دم بہ دم وصل ہی نبیؐ کا خلیفہ بلا فصل ہی
وہی ہی پیمبرؐ کا مسند نشیں کسی اور کو یہ لیاقت نہیں
مگر اُس کے فرزند گیارہ امام ہیں بعد اُس کے ہادئی دیں لاکلام
مجھے پیروی اُن کی ہووے نصیب
کہ بے شبہ ہیں وہ خدا کے حبیب

بعد اُس کے حاصی شبیر علی جعفری متخلص بہ افسوس

ابن سید مظفر علی خاں یہ کہتا ہے کہ جب میں باغ اردو کی تحریر سے
فراغت پاچکا۔ صاحب مدرس ہندی مسٹر جان گلکرسٹ بہادر
دام الطافہ نے اس کا چھاپا شروع کروا دیا چنانچہ پانسو
کتاب چھپی اور دور دور تک پہنچی بعد اس کے فرمایا فی الواقع
تو اس فن میں دستگاہ کامل رکھتا ہے تیرے کلام کی طرز
سے ہم بہت محظوظ ہوئے اب جتنی کتابیں کہ لوگوں کی تالیف
ہیں یا ترجمے تو انھیں اصلاح دے زنہار اس امر میں کسی کی
خاطر نہ کرنا ان کی صحت و غلطی کی پرسش تجھی سے ہو گی
مولفوں مترجموں سے کچھ علاقہ نہیں میں مجبور تھا حکم ان کا رد
نہ کر سکا طوعاً و کرہاً اس کام میں مشغول ہوا چنانچہ چار
کتابیں تو بالکل درست کیں تفصیل ان کی دیباچہ رقعی میں
لکھ چکا ہوں اور ایک آدھ کے ٹھیک ہی مربوط کر دیئے بعد
اس کے اس کام سے دست بردار بھی ہوا کہ محنت برباد
گنہ لازم جس کا نتیجہ نہ ہو وہ بے فائدہ ہے لیکن بے کار رہنا
اس ناکارے کا جو شعار نہیں بنا بر اس کے چند اوقات
سرمنشئ شعرا مرزا رفیع السودا کے کلیات کی صحت میں کاٹے
از بس کہ وہ کاتبوں کے قلم جہل سے اغلط ہو گیا تھا جیسا
چاہیے ویسا صحیح نہ ہو سکا اور نسخہ بھی دوسرا کہ بہ مرتبہ
صحیح ہو بہم نہ پہنچا بہ سبب اس کے کہیں کہیں غلط رہ گیا
بہرصورت اس سے جب فراغت حاصل ہوئی تب صاحب
عالی شان عادل زبان مسٹر ہارنگٹن بہادر دام دولتہ نے

ترجمہ کرنا خلاصۃ التواریخ کا تجویز کیا بلکہ فرمایا کہ صاحبان کونسل کا بھی حکم یہی ہے۔ فقیر نے اس امر کو مقتضائے حال کے جو موافق دیکھا بہ رغبت تمام اس کے مطالب کو زبان اردو میں لکھنا شروع کیا پر بہ طور تالیف۔ اگرچہ آغاز اس کا نواب ملک جناب گورنر جنرل مارکوئیس لارڈ ولزلی بہادر افتخار عقلا بانیٔ مدرسہ طلباء دام ظلہٗ کے سال آخر عہد حکومت میں ہوا۔ سن ہجری اس وقت ۱۲۱۹ تھے اور عیسوی ۱۸۰۴ لیکن احوال سلاطین ہنود کا نواب سپہر انتساب فطانت میں فلاطون دانائی میں ارسطو بہادر بہادراں سر سروراں گورنر جنرل سر جارج ہیلو وبارلو بارنٹ دام اقبالہ کی ابتدائے ریاست میں کہ سن عیسوی ۱۸۰۵ تھے اور ہجری ۱۲۲۰ تمام ہوا۔ اب کریم کارساز و داورِ بے نیاز کے فضل سے امیدوار ہوں کہ احوال سلاطین مسلمین بھی اسی طرح انصرام ہووے تا اس ہیچ مداں کی ایک یادگاری کتاب خانۂ دہر میں باقی رہے اور طلبائے زبانِ اردو کو فائدہ کامل بخشے۔ اس کا نام آرائش محفل رکھا۔ فی الواقع کتاب و کلام سے بہتر شخص کی بقائے نام کے واسطے کوئی چیز نہیں کہ یہ مدت تلک باقی رہتے ہیں اور بقائے اولاد کی امید نہیں کیوں کہ ہم نے بہ چشم خود دیکھا کہ کتنوں کی نسل قطع ہوگئی اور ان کی نشانی دنیا میں اس قبیل سے کچھ نہ رہی۔

بیت

اگر چاہتا ہے رہے تیرا نام   تو کچھ چھوڑ جا جگ میں اپنا کلام

لیکن اس بات کو معاش سے دل جمعی بلکہ اطمینان کلی چاہیے سو صاحبانِ والا جاہ خلائق پناہ کی بہ دولت اپنے تئیں میسّر ہی خصوصاً امیرِ امیرانِ جہاں صاحب کلاں صاحبانِ عالی شان دام ظلہم کی نوازش سے۔ پس ہم کو دعا و ثنا اُس کی صبح و شام لازم ہوئی مثل مشہور ہی جس کا کھائے اُس کا گائے۔

ابیات

خدا رکھے اُس کے اقبال کو شہامت کو رفعت کو اجلال کو
عدالت سدا اُس کی قائم رہے ریاست ترقی میں دائم رہے
وہ حاکم جہاں میں رہے سال و ماہ ہر ایک اس کے سائے میں لیوے پناہ

اور شکر گزاری افتخارِ مرزایانِ ہندستان دولت خواہِ صاحبانِ عالی شان فخرِ خاندان فخر الدین احمد خاں عرف مرزا جعفر ابن محسن الزماں خاں مرحوم کی شب و روز کرنی ضرور ہوئی کیوں کہ سرکار دولت مدار میں سبب اپنی رسائی کا وہی ہوا والّا امیروں تلک فقیروں کی پہنچ کہاں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اور صاحب کمال و شاعر اپنے سے بہتر بہتر لکھنؤ میں اُس وقت موجود تھے بلکہ اب بھی ہیں۔ غرض مرزا ے موصوف کی جوہر شناسی و آشنا پرستی اور صاحبانِ عالی شان کی قدر دانی و مہربانی لوحِ دل پر کالنقش فی الحجر ہی مٹنے کی نہیں۔ ع پتھر کا نقش ہی یہ مٹایا نہ جائے گا۔

اشارہ اُس کا باغِ اردو کے دیباچہ میں ہوگیا ہے یہ تفصیل یہاں لکھنا موقع نہ تھا۔

بیت

بس اب بعضے عذروں کو تحریر کر
قلم ہاتھ میں ہے نہ تاخیر کر

صاحبانِ خرد پر ظاہر ہووے کہ بعضے مولفین و مترجمین نے چھاپے کے وقت جو درخواست کی کہ نام کتبِ مسطورہ کے اگر دیباچے میں رہیں گے تو ہماری کسرِ شان ہوگی ناگزیر اُن کے پاسِ خاطر راقم نے صفحۂ تحریر سے نکال ڈالے اور خلاصۃ التواریخ کا ترجمہ نہیں کیا ہاں مضمون اس کا اس زبان میں لکھا ہے اور کمی زیادتی بھی جہاں موقع دیکھا ہے وہاں کی ہے لیکن صوبے اور سرکاروں کی حالات میں اکثر اور قلعوں کے احوال میں کم تر۔ سبب اِس کا تغیر و تبدل ہے خواہ آبادی کی جہت سے ہو خواہ ویرانی و خرابی کے باعث اور بعضے شہر و قصبے کا اُسی نہج پر رہنے دیا یہاں تک کہ صیغے بھی عبارت میں حال ہی کے لکھے۔ ہر چند اس عہد میں وہ اُس رنگ پر نہیں بلکہ کہیں سے کہیں تفاوت ہوگیا ہے مگر آمدنی ہر صوبے کی جو عالمگیر کی سلطنت میں تھی وہی لکھی کیوں کہ مطابق اس دور کے دریافت کر کے لکھنا محال تھا اور بعضے صوفیا کی کرامت و خرقِ عادت اور اُن کی درگاہوں کے احوال و تصرفات جو ثبت کیے فقط کتاب مذکور کی مطابقت کے لیے بلکہ اسی لحاظ سے ہنود کے فقیر

اور معابد کے اوصاف و احوال کہ خلاف عقل و عقیدہ تھے
لکھنے میں آئے نہ از راہِ اعتقاد کیوں کہ اس خاکسار کا
مذہب یہ ہی۔

بیت

گر دو عالم پر از ولی باشد　　پیرِ ما مرتضیٰ علیؓ باشد

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

مقدمہ

ہر انسان کو موافق اپنے مذہب کے معرفت و عبادت اپنے خالق کی ضرور ہو اور طریقے اُس کے بدون علم کے نہیں آتے بلکہ جاہل کی عبادت بسا اوقات بدعت ہو جاتی ہو پس تحصیل علم کی واجب ہوئی۔ ع

کہ بے علم نتواں خدا را شناس

بلکہ سلیقہ معاش کا بھی اسی پر موقوف ہو۔ بہر حال اس میں جتنی کوشش کرے بجا ہو اور جتنی مشقت کھینچے روا ہو۔ بشر کو لازم نہیں کہ اوقات اپنی لہو لعب میں گزارے اور عمرِ گراں مایہ کو ہزلیات میں صرف کرے جس وقت کہ امور ضروری و واجبی سے فراغت پائے اور وقت فرصت ہاتھ آئے تو کتبِ تواریخ دیکھیے کہ سیر اُن کی نہایت مفید ہو خصوصاً

سلاطین و حکّام کو کیوں کہ شاہانِ سلف کی نیکی و بدی سے آگاہی ہوتی ہے چاہیے کہ نیکوں کے چلن اختیار کرے اور بدوں کے روپے چھوڑ دے تا اس کی سلطنت میں فساد راہ نہ پاوے اور ریاست ہاتھ سے نہ جاوے سوائے اس کے ہدایت و معرفت بھی حاصل ہوتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب انسان نے دریافت کیا کہ کیا کیا پادشاہِ ذوی الاقتدار اور سلاطینِ جبار باوجود اُس جاہ و حشم مال و نعم کے ایک بار ایسے ناپید ہوئے کہ اُن کی قبروں کے بھی نشان نہ رہے شاید اُس کو حرص جاہ و سلطنت کی نہ ہووے دُنیا و مافیہا کو موردِ فنا سمجھے اور عقبےٰ و لوازمِ عقبےٰ کو محلِ بقا۔

ابیات

اولوالعزم کیا کیا ہوئے بادشاہ ہوئی خاک ہی اُن کی آرام گاہ
جو تھے مالکِ چتر و بان و نشان نہیں اُن کی قبروں کے باقی نشاں
سروں پہ جو رکھتے تھے تاجِ زری پڑی خاک پہ اُن کی ہے کھوپری
بدی یا کہ نیکی اُنھوں نے جو کی وہی صفحۂ دہر پہ رہ گئی
کہاں مَیں کہاں تو بجز اُس کی ذات
کسی کو نہیں ہے دوام و ثبات

یہ چند سطریں مملکتِ ہندوستان کی تعریف میں

جب سے یہ مرکز خاکی حیوانات کی آرام گاہ ہوا سیکڑوں ہزاروں لاکھوں شہر قصبے بسے اور بستے جاتے ہیں کوئی ادنا

کوئی اعلا لیکن ہندستان کی سرزمین کا عالم سب سے نرالا ہے کوئی ولایت اس کی وسعت کو نہیں پہنچتی اور کسی مملکت کی آبادی اس کو نہیں لگتی۔ یہاں کی ہر ایک بستی میں گھماگھم جابجا ایک نئی طرح کا عالم ہر شہر و قصبے میں ستھری پاکیزہ پختہ و متعدد سرائیں۔ مسافر کے واسطے ہر موسم کے اوڑھنے بچھونے اور اقسام کی غذائیں اکثر بستیوں میں مسجدیں خانقاہیں مدرسے باغات۔ غریبوں بےکسوں مسافروں کے لیے متعدد مکانات۔ قلعے بڑے بڑے مضبوط وسعت میں ایسے کہ سیکڑوں گانو اُن میں بسیں اور رفعت میں اس قدر کہ بادل اُن کے نیچے برسیں۔ ندی نالے تالاب کنویں لطیف و پاکیزہ ہزارہا۔ پانی اُن میں میٹھا ٹھنڈا ستھرا بھرا ہوا۔ بڑے بڑے دریاؤں میں کشتیاں نواڑے بجرے وغیرہ بےشمار۔ شاہ راہ کے ندی نالوں پر بیشتر مقاموں میں پُل بندھے ہوئے تیار۔ اکثر رستوں میں کوسوں تلک سایہ دار درختوں کی دو رستہ قطار۔ ایک ایک کوس کی مسافت پر ایک مینار نمودار۔ ہر ایک چوکی پر ہمہ چیز مہیا۔ سودے والوں کی دُکانیں جابجا۔ مسافر خوش و خرّم کھاتے پیتے اٹھتے بیٹھتے دن بھر چلے جاتے ہیں اور شام کو منزل پر بھی سب طرح کا آرام پاتے ہیں۔

بیت

جہاں دیکھیے خیر ہی خیر ہے　　سفر یہ نہیں باغ کی سیر ہے
سوائے اس کے راہ میں اگر سونا اچھالتے چلے جائیں

کہیں خطرہ نہیں اور جنگل میں رات کو جہاں چاہیں سو رہیں کچھ
پروا نہیں چنانچہ ہمیشہ سوداگر بنجارے مال متاع غلہ دُور دُور
سے بھر لاتے ہیں اور منزلِ مقصود پر سلامت جوں کا توں پہنچ
جاتے ہیں۔ مشرق کی طرف اس مملکت کے بنگالہ ہے اور
جنوب کی سمت دکھن ۔ مغرب کی جانب ٹھٹھہ وہاں سے
شور دریا نزدیک ہے اور شمال کی طرف ایک بڑا پہاڑ ہے کہ
اس کی انتہا کو کوئی نہیں پہنچا۔ ہر چند اس سرزمین میں
الماس یاقوت سونے رُوپے تانبے لوہے سرب وغیرہ کی
کانیں موجود ہیں اور ان کا حاصل بھی بہت سا ہے لیکن بیشتر
آمدنی یہاں یہ دولت غلّے کے ہے اور وہ انواع و اقسام کا
ہوتا ہے ان کا تفصیل وار لکھنا دقت سے خالی نہیں پر یہاں
کا اکثر اناج بامزہ و خوش ذائقہ ہوتا ہے خصوصاً سکھ داس
کے چاول نہایت لطیف لذیذ خوشبودار ہوتے ہیں بادشاہ وزیر
امیر بلکہ سارے دولت مند جن کو خدا نے ذائقہ دیا ہے ہر
روز پکواتے ہیں اور چاہ کر کھاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ
اگر یہ بہشت میں ہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام گیہوں کا
دھیان نہ کرتے توڑ کا کھانا تو معلوم ۔ غرض غلے کی بہتایت
زراعت کی کثرت پر موقوف ہے اور اس کا مدار بارش پر۔
ہر چند بعضے مقاموں میں کھیتیاں جھیل تالاب اور
کنوئیں کے پانی سے بھی ہوتی ہیں خصوصاً پہاڑ کی ترائی
میں کہ وہاں ندی نالے بیشتر بہتے ہیں قطعے وہاں کے

زمین کے بسا اوقات نم ناک رہتے ہیں وہ چنداں مینہ کے محتاج نہیں پر وہ کتنی اور کیا بساط رکھتی ہو کہ غلہ اُس کا وفا کرے اور ایک خلق خدا کا پیٹ بھرے۔ الغرض اکثر زمینیں یہاں کی جو قابل جتنے بونے کے ہیں اُن کی زراعت موقوف بارش پر ہو۔ سینچنا وہاں متعذر اور لاحاصل کیوں کہ دیسی اس قدر ہیں کہ شمار بھی اُن کا دشوار ہو۔ پھر کسانوں کا کیا مقدور جو اُن کے عشر عشیر کو بھی پانی دے سکیں سیراب کرنا تو درکنار یہ قادرِ لایزال نے ابر ہی کو قدرت بخشی ہو کہ ایک پل میں جل تھل بھر دیتا ہو۔ حاصل یہ ہو کہ غلے کی فراوانی اور اناج کی ارزانی کا سبب مسبب الاسباب نے بارانِ رحمت ہی کو بنایا ہو سینچنے سنچائے سے یہ بات کہاں اور بعضی سیر حاصل کہ وہ سال میں دو بار مزروع ہوتی ہو بلکہ تین بار سبحان اللہ کیا صانع ہو کہ ہیولا تو عناصر کا ایک کیا پھر ایک کی ایک کو ضد بنایا اور تاثیرات مختلفہ اُن سے ظاہر کیں بلکہ ہر ہر واحد کو بھی خواص و اوصاف ایک سے نہ دیے چناں چہ کسی ملک کی ہوا کچھ ہو اور کسی شہر کی کچھ علیٰ ہٰذا القیاس پانی میں بھی کیفیت ایسی ہی کچھ دیکھی جاتی ہو ہر چند کہ جنس میں اتحاد رکھتا ہو اب گنگا جمنا میں کس قدر قربت ہو ساتھ اس کے پانی کی تاثیر بلکہ رنگت بھی جدی ہو۔ پھر جن دریاؤں میں کہ کالے کوسوں کا تفاوت ہو اُن کے پانی کی خاصیت کا فرق کتنا زیادہ ہو اور کوئے تو ساتھ اس

بات کے کہیں کھاری کہیں میٹھے ہوتے ہیں یہاں تو رات دن کا تفاوت ہو لکھنا اُس کا محض لغو۔ زمین کی بھی ماہیت ایسی ہی کچھ ہو کسی جگہ تو ایک سال میں دو دو تین تین مرتبے اناج پیدا ہوتا ہو کہیں ایک مرتبے کسی مقام میں مطلق نہیں گو کہ مینہ سب جگہ مساوی برسے سوائے اس کے کہیں کا چاول خوب ہوتا ہو کسی جگہ کا گیہوں کسی طرف کا چنا مٹھڈا کمتی زیادتی بھی ہرا اناج کی جا بجا دیکھنے میں آتی ہو وجہ اس کی کماحقہٗ ہم پر نہیں کھُلی مگر آگ کی خاصیت و کیفیت میں فرق معلوم نہیں ہوتا شاید اس کا سبب یہ ہو کہ وہ بادون لکڑی کوئلے وغیرہ کے علاحدہ موجود نہیں ہوتی یا کچھ اور ہو کہ اُسے ہم نہیں جانتے العلم عنداللہ۔

چند سطریں موسم بہار و برسات کی تعریف میں

اگرچہ فصلِ ربیع میں بھی اس ملک کے بیچ پھول پھل بہتاہیت سے انواع و اقسام کے پھولتے پھلتے ہیں۔ آم مورلاتے ہیں بلکہ گلاب بھی باغوں کے بیچ بیش تر اسی فصل میں پھولتا ہو اور جنگلوں میں ٹیسو سرسوں اس کثرت سے کہ نگاہ کام نہیں کرتی اور آنکھ نہیں ٹھیرتی۔ رنگت اُس کی عاشقوں کے چہرے کی زردی زیادہ چمکاتی ہو اور ہوا آتشِ عشق کو دونا بھڑکاتی ہو۔

ابیات

جن کو وصلِ گُل رخاں ہے اُن کو بھاتی ہے بہار
ہم سے مہجوروں کو لیکن کب خوش آتی ہے بہار
دیدۂ گُل کیا کیجئے بڑھتی ہے دونی بے کلی
خارِ ہجراں اور بھی دل میں چبھاتی ہے بہار

فی الحقیقت رات دن اُس کا خالی کیفیت سے نہیں کیوں کہ دھوپ بے حدّت اور چاندنی بے کدورت اِن دنوں رہتی ہے اور باد بھی عطریت و اعتدال کے ساتھ بہتی ہے۔ چناں چہ اُس کے جھوکے کی لپٹ دماغوں کو مہکاتی ہے اور رطوبت اجسام کی تازگی بڑھاتی ہے۔ مرزایانِ ہند اس موسم کو فصلِ بہار یا موسمِ بہار کہتے ہیں پر اکثر خاص و عام گلابی جاڑا۔ ابتدا اس رُت کی مین کی سنکرات ہے یعنی آفتاب کا آنا بُرجِ حوت میں اور انتہا بیساکھ کا آخر یعنی بُرج حمل کا تیسواں درجہ اور پنچمیں بسنت جو ہولی کے پہلے ہوتی ہے وہ ایک تیوہار ہے کہ جہان میں رائج ہوگیا و اِلّا ہولی موافق اس حساب کے اِس رت سے مقدم ہے کیوں کہ دھلینڈی چیت کی پہلی کو ہوتی ہے لیکن نوروز کہ وہ عبارت تحویلِ آفتاب در برجِ حمل ہے ہولی کے آگے پیچھے ہوتا ہے پر تھوڑے دنوں کے فرق سے اور بعد سال ہائے سال کے اتفاق ایسا ہوتا ہے کہ ہولی اور نوروز ایک دفعہ جمع ہوجاتے ہیں لیکن اس ملک میں برسات کا موسم نہایت لطف دکھاتا ہے آسمان پہ رنگ بہ رنگ کی گھٹا، چاروں طرف خوش آیند ہوا۔ زمین یک لخت

سبزہ زار ہر ایک پہاڑ مثل گلزار و گلزار سراپا بہار۔ پھول طرح بہ طرح کے چمنوں میں کھلے ہوئے۔ درخت ہرے ہرے گنجان آپس میں ملے ہوئے۔ نہروں کی لبریزی کا طور ہی جدا۔ سبزے کی نوخیزی کا عالم ہی علاحدہ ہر ایک ندی نالا دریاؤ چڑھا ہوا ڈبرا ڈبرا تالاب پانی سے بھرا ہوا۔ سبزے کی لہک بیر بہوٹی کی دہک بجلی کی چمک بادل کی کڑک ایک عالم دکھاتی ہو بگلوں کی ڈار مینہ کی پھوہار موروں کی جھنکار پپیہوں کی پکار دلوں کو بھاتی ہو تھم جا بجا گڑے ہوئے جھولے پڑے ہوئے۔ ہنڈولے کھڑے ہوئے اُن میں رنگ بہ رنگ کی پوشاکیں پہنے ہوئے سیکڑوں پری پیکریں جھولتیاں ہیں کوئی پینگ چڑھا رہی ہو کوئی ہنڈولا گا رہی ہو کوئی پاؤں جوڑ کے کسی کے ساتھ جھولتی ہو کوئی کسی کا دل لے کر کھولتی ہو۔

ابیات

ہر ایک کام میں اپنے مشغول ہو — ادا اس کی جو ہو سو مقبول ہو
چڑھی ہو سبھوں کو جوانی کی مے — جسے دیکھیے مست ہی مست ہو
عجب طرح کی رُت ہو برسات کی — کہ شکل اور بدلی ہو دن رات کی
گھٹا کی یہ کثرت ہو شام و سحر — بس اب ایک صورت ہو شام و سحر
ہر ایک طرف ہو بادلوں کا ہجوم — یہ کچھ مینہ کی ہو زمانے میں دھوم
ہمیشہ بندھا مینہ کا تار ہو — برستا پڑا موسلا دھار ہو
عیاں ہو ہر ایک چشمہ با آب و تاب — ہر ایک ہو نہاں چشمۂ آفتاب
زمانے میں دورِ مے ناب ہو — بسا ہر طرف عالمِ آب ہو

نہ دن کی خبر ہو نہ اب رات کی اگر کچھ خبر ہو تو برسات کی

شروع اس رُت کی سنکرات کرک کی یعنی آنا سورج کا سرطان میں اور تمامی اس کی سنگھ کا آخر۔ مراد اس سے تیسواں درجہ اسد کا ہو۔ پس اس حساب سے ساون بھادوں ہی اس رُت میں داخل ہیں اور اساڑھ کوار خارج لیکن خاص و عام میں چاروں ہیں موافق اس کے پہلا اساڑھ ہو اس میں اکثر ابر غبار آلود بلکہ گاہے آندھی کے ساتھ آتا ہو اور مینہ زور شور سے برس کر کھل جاتا ہو دوسرا ساون اس میں بیشتر سہاونی سہاونی گھٹائیں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں ارش بھی اکثر میانہ و معتدل لیکن کئی کئی دن ابر گھرا رہتا ہو اور آفتاب چھپا رہتا ہو تیسرا بھادوں بجلی اس میں اکثر کڑکتی چمکتی ہو اور مینہ دڑیڑے سے برستا ہو بیشتر جلد کھل جاتا ہو اور اس کے آخر میں یوں بھی ہوتا ہو کہ ایک طرف مینہ ایک طرف دھوپ بلکہ مبالغہ یہاں تلک کرتے ہیں کہ بھادوں کا مینہ اچنبھے کا ہو کہ بیل کا ایک سینگ گیلا اور ایک سوکھے کا سوکھا رہا بنا بر اسی کے اساڑھ کے ڈونگرے ساون کی جھڑیاں بھادوں کے دڑیڑے مشہور ہیں چوتھا کوار ہو وہ جاڑے کا دوار ہو۔ مینہ اس میں بھی برستے ہیں بلکہ کئی کئی دن کی جھڑیاں لگ جاتیں ہیں لیکن کوئی خاص طور اس کی بارش کا نہ تھا اس واسطے لکھنے میں نہ آیا۔

چند سطریں میووں کے وصف میں

میوے بھی رنگ برنگ کے اس سرزمین کے بیچ اپنی اپنی

رُت میں ہوتے ہیں ہر ایک گرد و نواح میں جہاں تہاں تربوز
خربوزے سے فالیزیں معمور اور سیب انار شفتالو انجیر انگور
وغیرہ کا باغوں میں نہایت وفور لیکن نہ ولایت کے سے۔ حق تو
یوں ہو کہ ان میں اُن میں فقط نام کی شراکت ہو اور ذات صفات
میں اُس سرے کا تفاوت۔ پر ہند کے بعضے خاص میوے کو کہ
وہاں کے میووں پر ترجیح دیتے ہیں وہ آم ہو لیکن سچ تو یہ ہو کہ
کھانے پینے کی چیزوں میں عادت اور رغبت کو دخل بہت سا ہو
یہیں کے باشندے بعضے تو ایک میوے کو چاہ کر کھاتے ہیں اور
کتنے اُس کی بُو سے بھاگ جاتے ہیں چناں چہ کٹھل کی باس سے
راقم ہی بیزار ہو حال آں کہ ایک عالم اُس کا خریدار ہو۔ قصّہ مختصر
یہاں کا خاص میوہ ایک اناس ہو جس کا وہ رُو شناس ہوا اور
جس کے ٹک مُنہ لگا پھر نہ چھُٹا۔ باس اُس کی دماغ کا آرام
شیرہ اُس کا شیرۂ جان کا قوام۔ حلاوت اُس کی ناشپاتی کو پھیکا
کرے رنگ پر اُس کے بہی ٹپک پڑے اور شریفہ سب سے
شریف تر ہو وضیع و شریف اُس کو چاہ کر منگواتے ہیں بلکہ اکثر
صاحب ذائقہ سراہ کر کھاتے ہیں۔ کٹھل بڑھل بھی اپنے اپنے مزے
میں بے بدل ہیں لیکن اُس کے ایک ہی کوئے سے جی بھر جاتا ہو
اور یہ اکثر کھانے میں آتا ہو۔ اور کیلا تو سب میووں پر بھاری
ہو اُسے اکیلے کھایا چاہیے کیوں کہ حلوہ بے دُود ہو خصوصاً
امرت بان کہ عطریت ملایمت حلاوت تینوں اُس میں بخوبی موجود
ہیں اگرچہ چنپا کیلا بھی نہایت لطیف لذیذ خوب صورت خوش ذائقہ

ہے پر ویسا کہاں اب اور قسموں کا بیان لاحاصل ہے ہر چند کہ بعضا
اور بھی ایک طور کا مزا رکھتا ہے اور ہند کے سب ملکوں میں ہوتا
ہے لیکن بنگالے برابر کہیں نہیں چناں چہ دونوں قسم خاص اسی ملک
میں ہیں۔ کولہ سنگترا بھی عجیب تر میوہ ہے رنگت میں تو گل سا۔ اور رس اُس
کا مُل سا۔ باغ کی بہار دونی کر دکھائے اور گھر کو باغ بنائے مزے میں بے بدل
صفرائی مزاج کے لیے امرت پھل ہر چند زیادتی اُس کی دانت کھٹے
کرتی ہے پر زبان پر چٹکارے ہی بھرتی ہے محمد شاہ فردوس آرام گاہ
نے نام قسم ثانی کا رنگترہ رکھا ہے اس لیے کہ اسم با مسمّٰی ہو اور
یہ خاص شاہ جہاں آباد میں نہایت پاکیزہ خوش ذائقہ رسیلا بڑا
ہوتا ہے اور لکھنؤ وغیرہ میں بھی بھلا چنگا پر قسم اوّل ان ملکوں میں
بہت بڑا نپٹ رسیلا بہ کثرت دیکھنے میں آیا ہے مزے میں بھی اتنا
کہ بہ رغبت کھائیے لیکن سلہٹ اور سنبھل کا کولا ہر طرح سے
اولا ہے اس کے ہوتے کوئی انھیں دستوری میں بھی نہ لے بلکہ
اندارائن کا پھل جانے کیوں کہ بے دانہ انگور بھی اس کے آگے
نہیں پھلتا اور کسی بشر کا جی اس پہ نہیں چلتا جہاں تلک مبالغہ
اُس کی حلاوت و عطریت پر کیجیے بجا ہے بلکہ قسم کھانی بھی اس پہ
روا ہے۔ اور جنگل بھی یہاں کے ثمر بخش ہیں بیش تر گھسیارے
لکڑہارے وہاں سے بعضے بعضے پھل توڑ لاتے ہیں اور عوام الناس
اُن کو مول لے کر کھاتے ہیں خصوصاً جھڑ بیری کا بیر کہ سیکڑوں
لڑکیاں لڑکے ٹوکرے پر ٹوٹ پڑتے ہیں بلکہ بعضی بعضی رنڈیاں
بھی چاہ کر کھاتیں ہیں لیکن مزا اس کا فی الحقیقت مسافروں سے

پوچھیے کہ ہر ہر قدم پر جھاڑ ان کا دامن پکڑتے ہیں اور کانٹے پیر پیر پانو پڑتے ہیں، غرض کھلائے بن نہیں چھوڑتے۔ قصہ کوتاہ نچوڑ ہند کے میووں کا آم ہے یہ فی الواقع عجب پھل ہے کچا تو مادہ کہاوے اور پکائے نر رنگت میں کبھو پیلا کبھی ہرا مزے میں کسی وقت کھٹا کسی وقت میٹھا۔ میٹھے کی مٹھاس سبب ثمر قند کو حلاوت بخشے اور کھٹ مٹھے کی چاشنی انارِ رُبانی کے دانت کھٹے کرے درخت اُس کا باغ کی آرائش اور مُور کی بُو باس دماغ کی آسائش سایہ اُس کا مسافروں کی آرام گاہ ہر ایک تھکا ماندہ دھوپ کا جلا اُسی کا ہوا خواہ۔

ابیات

کیوں نہ درختوں میں وہ ہو سربلند — اُس کا ہے پھل شاہ و گدا کی پسند
ہند کے سب میووں کا سردار ہے — رونقِ ہر کوچہ و بازار ہے
جو صفہانی اُسے ایک بار کھائے — میوے صفہان کے سبھی بھول جائے
اُس کی مٹھائی کا کروں کیا بیاں — ہے گا ہر ایک کی وہ زباں پر عیاں
چوسے تو لب کھل نہ سکیں بار بار — کاٹے اگر بند چھری کی ہو دھار
اور مٹھائی جو کبھو ایک ذری — کھائیے ایک بار تو بھر جائے جی
آم میں ہے ایک حلاوت عجب — رہتی ہے اُس کی تو ہمیشہ طلب
پیٹ بھرے جی نہ پر اُس سے بھرے — آدمی پھر کھائے نہ تو کیا کرے
ہوتا ہے شیریں تو بہت پال کا — لیک ہے ٹپکے کا بھی طرفہ مزا
میووں میں ہے زینت اُس کے تئیں — باغ میں پھر کیوں نہ ہو بالانشیں
بسکہ سراپا ہے بھرا اُس میں رس — کیوں ہر ایک میوے سے ہووے نہ سرس

شوخ یہ سیندوریے کا رنگ ہے سیب ثمر قند بھی یہاں ونگ ہے
ہے گا فواکہ میں وہ ہر دل عزیز سیب غلام اُس کا بھی ہے کنیز

بعد اس کے نیشکر مٹھاس اُس کی خدا داد ہے اور وہی ساری مٹھائیوں کی بُنیاد: اودھ لکھنؤ وغیرہ کے گنوار زمین دار اوکھ کہتے ہیں اور دلّی کے قرب و جوار کے ایک۔اقسام۔اُس کے بہت ہیں اور ہر قسم کا ایک نام علاحدہ لیکن صاحبانِ اُردو کی زبان پر سوائے گنّے کتارے پونڈے کے اور قسموں کا نام جاری نہیں۔پہلا تو اسم جنس سا ہے کہ ہر قسم کو کہہ سکتے پر دوسرا تیسرا خاص خاص قسم کا نانوں ہے چناں چہ کتارا کرارا پتلا ہوتا ہے لنبائی میں تو پونڈے سے کچھ برابر سرابر لیکن بہت سخت اور کم رس کھانڈ مصری وغیرہ اسی سے بنتی ہے پونڈا بھی دو طرح کا ہوتا ہے یعنی سیاہ و سفید اگرچہ سیاہ کو اکثر گنّوں پہ بعضے وصفوں میں سرسائی ہے پر اُس کی مٹھائی قدرے تلخی لیے ہوتی ہے اور بعضے کی شوریت کے ساتھ باوجود اس کے حلاوت سے خالی نہیں ہر چند سختی اُس کی دندان و زبان کو اذیت دیتی ہیں بہر صورت سفید سب طرح سے بہتر ہے پور پور میں اس کی مزا گنڈیری اس کی خوش ذائقہ اور گانٹھ ہر ایک اُس کی رس کی گانٹھ ساتھ اِس کے نرم ایسی کہ پوپلا بے اذیت کھاتے بلکہ دودھ کا بچّا بھی بہ آسانی چوسے رس اُس کا شیرِ جان کو بڑھاوے مٹھاس اُس کی کام و دہن کو حلاوت بخشے۔

ابیات

کیوں نہ ہو میووں میں بلند اُس کی شان کھیت اُسی کا ہو مٹھائی کی کھان
ساتھ طراوت کے ہو اس کی مٹھاس کھائے جو پیاسا تو بجھے اس کی پیاس
فصل میں گنّے کی سفر جو کرے پیٹ وہ رستے ہی میں رس سے بھرے
جتنے مسافر ہوں وہ چھک جائیں گل باندھ دے وہ پل میں مٹھائی کے پل

ابیاتِ مضمون سے سیاہی نے خاصیت شہد کی پکڑی قلم کی زبان بند ہوگئی راقم لکھنے سے باز رہا ورنہ کتاب کو شکرستان بنا دیتا۔ ہر چند ساگ پات اس سرزمین میں بھانت بھانت کے ہوتے ہیں کتنے بوئے سے اور کتنے بغیر بوئے اصل یوں ہو پتّا جب تلک درخت میں لگا رہے ڈنڈہارے مگر پان طرفہ برگ ہو کہ ٹوٹ کر زیادہ تازگی پکڑے بلکہ جوں جوں پرانا ہوتا جاوے طراوت اور پیدا کرے ہر ایک امیر فقیر کی طبع کا مالوف ہو اور مدارات شاہ وگدا کی بیشتر اُسی پر موقوف خواہ اُس کو سونے روپے کی تھالی میں اُس کے آگے رکھیں خواہ سفالی میں۔

ع برگ سبز است تحفۂ درویش

سرسبز ہر ایک برگ پر کیوں نہ ہو کہ لالہ رخوں کے مکھڑے کی بہار دونی کر دیتا ہو اگر اُس کا لاکھا ہونٹ پر نہ ہو تو رنڈی کا بناؤ پھیکا ہو ہر چند کہ نمکین ہو مستی کی دھڑی بغیر اس کے رونق نہ پکڑے اگرچہ وہ کیسی ہی رنگین ہو۔ اقسام اُس کی اکثر ہیں پر دلّی آگرے میں کپوری اور بیڑے کی بہت بکری ہو کیوں کہ ان میں لطافت اور نزاکت بیشتر ہو خصوصاً بیڑے میں تو ایسی کہ اچیاناً جو ہاتھ سے چھوٹ پڑے تو ٹکڑے ہو جاوے اور وہ لکھنؤ سے لے کر

بنگالے تک بنگلے اور دساوری کی پر حق تو یوں ہے کہ کہیں نہایت
نفیس و لطیف و خوشبو ہوتا ہے اگر ایک گلوری کوئی اس کی کھائے
تو سارا گھر خوشبو سے بھر جائے ہر چند کہ پان کا لازم کتھہ چونا
سپاری ہے پر رنگ ڈھنگ میں اسی کا نام زبان پہ جاری ہے۔

ابیات

ساتھیوں بن گو نہیں کرتا وہ کام — لیتا ہے ہر ایک پر اس کا ہی نام
دم میں وہ تبدیل کرے ذائقہ — تلخی و تیزی میں ہے اس کی مزہ
آٹھ پہر پانی میں رہتا ہے تر — اس کی حرارت نہیں گھٹتی ہے پر
نت ہی اسے کھائیے بعد از طعام — ہاضمے کا ہے وہ معین لا کلام
کیوں نہ ہو ہر ایک کو اس کی طلب — ہے وہی آرائش بزم طرب
اس لیے ہے شمع رخوں کی پسند — حسن کا شعلہ وہ کرے ہے بلند
جو کوئی خوباں میں اسے منہ لگائے — اس کے وہ مکھڑے کو بھبھوکا بنائے
کیوں نہ سنگاروں میں ہو اس کا وقار — گل بدنوں کے ہے وہ منہ کا سنگار
ورا ہو یا سانولا جو اس کو کھائے — غنچۂ لالہ وہ دہن کو بنائے
ادمیں کم ہے پہ بہت دے ہے سود — خوبی لب کی ہے اسی سے نمود
ھائیں نہ کیوں کر اسے انسان گل — لب کو بنا دیوے ہے وہ برگ گل
ں لیے معشوقوں کے ہے منہ چڑھا — رنگ سے دے عاشقوں کو خوں بہا
کھوں اس ہوگ کے میں ڈھنگ کو — کرتا ہے خونیں لب گلرنگ کو

زیادہ نہ لکھ وصفوں کا اس کے بیاں
ہو نہ کہیں لال قلم کی زباں

بیے چند سطریں پھولوں کی تعریف میں

پھول بھی یہاں سارے دیکھنے اور سونگھنے کے اپنی اپنی بہار میں بے شمار ہوتے ہیں رنگ ڈھنگ میں بھی کچھ ایران توران وغیرہ کے پھولوں سے کم نہیں چناں چہ عباسی کئی رنگ ڈھنگ کی بہت ڈھیر اور گل مہندی بھانت بھانت کی نپٹ بہیجی گلاب و یاسمن و سوسن کا وفور۔ نرگس و نسرین و نسترن سے چمن کے چمن معمور زنبق و بنفشہ جدھر تدھر۔ صد برگ و تاج خروس چپے چپے پر۔ چمن کے چمن ریحاں و ارغواں کے۔ تختے کے تختے لالہ و نافرمان کے رعنا و زیبا جہاں تہاں داؤدی و صد برگ کی ہزاروں کیاریاں اور وہ پھول جو خصوصیت اس سرزمین سے رکھتے ہیں ہزاروں ہیں۔ اگر اُن سب کے فقط نام لکھوں تو یہ فصل برابر گلستاں کے ہو جائے اور تھوڑے سے فائدے کے لیے کلام میں طول بہت سا لازم آئے لیکن مشہور و معروف خلق میں بیش تر اتنے ہیں سیوتی سکھ درسن سورج مکھی چمپا چنبیلی چاندنی جاہی جوہی جعفری موگرا سوتنیا مدن بان مولسری کرنا کپور بیل کنول کیوڑا کیتکی گڑھل ہار سنگار نوازی بیلا کٹھا بیلا رتن منجری رائے بیل رتن مالا دوپہریا +

ابیات

ہو اس مملکت کی عجب گل زمین	کہیں پھول یہاں کے سے ہوتے نہیں
دل بستہ دیکھ اُن کو ہو باغ باغ	جو سونگھے تو بھر جائے بو سے دماغ
گندھے بن گندھے گر وہ محفل میں آئیں	تو مجلس کا عالم چمن کا بنائیں

جو پہنے انھیں حسن ان کا پھلے — کہ عاشق کا دل اُن پہ دونا چلے
جو لکھنے کے قابل ہو مو کا قلم — نزاکت ہو کچھ سیوتی کی رقم
سفیدہ سحر کا جو حل ہو کے آئے — صباحت ذرا اُس کی تب لکھی جائے
کروں وصف کیا موگرے کا میاں — کہ ایک ایک کلی اُس کی ہے عطرداں
معطر ہے شدت سے بیلے کی باس — پہ آتی نہیں حیف عاشق کو راس
جو سونے میں آجائے اس کی لپٹ — بھڑک جائے دل نیند جاوے اُچٹ
ہے کرنے کی اس مرتبہ مست بو — جو سونگھے اُسے ٹک سیہ مست ہو
مدن بان کی ادھ کھلی ہر کلی — بڑھاتی ہے عشاق کی بے کلی
خوشایند ہے نکہت رائے بیل — رہے بزم میں اس کی نت ریل پیل
چنبیلی کی بو ہے نزاکت بھری — لچکتی ہوئی سونگھے اُس کو پری
یہیں خوش نما جائی جوہی کے پھول — کہ دیکھ ان کو بس سرت جاتی ہے بھول
صفائی کا عالم کہوں ان کی کیا — کہ پائے نظر یہاں پھسل ہی پڑا
بہت موتیا کی پیاری ہے بو — ہر ایک گل سے اس کی نیاری ہے بو
انوکھی نہ ہو کیوں کہ اس کی کلی — نسائیت اس کی ہے بو میں بھری
نواڑی کی از بس کہ میٹھی ہے بو — دلوں سے وہ مقبول کیوں کر نہ ہو
جدا سب سے دوپہریا کا ہے روپ — کہاں اس کی رنگت کو لگتی ہے دھوپ
گلوں سے نرالا ہے گل چاندنی — چمن کا اُجالا ہے گل چاندنی
یہ چمپا کے پھولوں میں ہے گی مہک — لپٹ ان کی جاتی ہے گردوں تلک
میں رنگت میں تشبیہ دوں اس سے کیا — کہ بن باس جوہر ہے پکھراج کا
ہر ایک گل کا ہے رنگ و عالم جدا — نہیں لطف سے کوئی خالی ذرا
جسے دیکھیے ہر طرح خوب ہے — طبیعت کا ہر ایک کی مرغوب ہے

یہ گو ہر طرف سے بکتے پھریں ‌ ‌ ‌ ‌ یہ خوباں جہاں دیکھیں سر پہ دھریں
ہوئے سستے یوں تا کہ پہنے منگا ‌ ‌ ‌ ‌ زنِ بے نوا و زنِ پادشا
جو عالم دکھاتے ہیں دمڑی کے پھول ‌ ‌ ‌ ‌ وہ ہرگز نہ ہو موتیوں سے حصول
پہننے کا ان کے نہ ہو کیوں کہ چاؤ ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ہوتا ہے یہاں کوڑیوں میں بناؤ

کسی خوب کی دل میں کھبتی نہ آن
نہ ہوتے جہاں میں اگر پھول پان

القصہ کوئی پھول چمنِ دہر میں رنگ و بو سے خالی نہیں ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

لیکن موتیا چنبیلی بعضے بعضے وصفوں میں سب سے زیادہ ہیں۔ تیل عطر انھیں کا نکلتا ہے اور ہر ایک صاحبِ طبع اس کو چاہ کر ملتا ہے خصوصاً وہ عورتیں جن کے مزاج میں ستھرائی سگھڑائی بیش تر ہے وہ ہمیشہ بدن کو لگائے اور بالوں کو اس میں بسائے ہی رکھتی ہیں تا چاہنے والوں کی خواہش زیادہ بڑھے اور چاہ کی آنکھ اکثر پڑے۔

بیت

اگر تیل و عطر ہوتے نہ یہاں ‌ ‌ ‌ ‌ تو رونق پکڑتا نہ حسنِ بتاں
بڑھائی انھوں نے ہے یہ ان کی قدر کی ‌ ‌ ‌ ‌ عجب چیز ہیں گے غرض تیل و عطر

اور کیتکی کیوڑے کی بو باس صورت شکل کسی پھول سے نہیں ملتی ان کا عالم ہی جدا ہے اگر ہزار پھول خوشبودار دھرے ہوں اور کیوڑے کا ایک پھول بھی آئے تو ان کی مہک اس کی لپٹ میں چھپ جائے۔ گلاب و بیدمشک اس کے عرق سے خجالت کھینچے عطر کو اس کے کوئی عطر لگ نہ سکے۔

بیت

جو ایک پھول ہو کیوڑے کا دھرا　　　تو روشن نہ کیجیے کہیں لخلخا

چند سطریں اسپ کی تعریف میں

گھوڑے بھی بعضے اس مملکت کی زمینوں میں نپٹ اسلوب دار اور چالاک رہوار پیدا ہوتے ہیں خصوصاً خنگل کا گھوڑا نہایت اصیل شایستہ چال باز ہوتا ہے اور دکن کے بھی بعضے مقاموں کا علاہذاالقیاس خصوصاً گھوڑی نپٹ چالاک ہوتی ہے پر ولایت کے گھوڑے کی قوت و چالاکی سے لگا ہی نہیں کھاتی کیوں کہ جب بھاؤ مارا گیا اور اس کا لشکر تباہ ہوا تب ایک سردار بھل گھوڑیا بچ کر بھاگ نکلا جو پہنچا ایک درانی نے اُسے دیکھا وہ بھی پیچھے لگا غرض جب یہ اُس کے قریب پہنچتا مرہٹا سرپٹ پھینک جاتا دو تین کوس پہ دم لیتا بعد ایک گھڑی کے جو مڑ کر دیکھتا تو وہی مغل گھوڑا مارے چھڑ چھڑ کرتا چلا آتا ہے۔ تب پھر وہ گھوڑی کو بہ دستور بھگا جاتا آخر تیس یا چالیس کوس چل کر گھوڑی تھک کر کھڑی ہو رہی اور درانی آن پہنچا مرہٹا ناچار منہ دیکھنے لگا کیوں کہ نہ گھوڑی ہل سکت نہ اس میں طاقت ندان درانی نے ایک نیزہ مارا اور یہ اس کی ضرب کھاتے ہی گھوڑی سے جدا ہو کر گرپڑا سانس اُلٹی لینے لگا تب مغل اُس کے ہتھیار ہمیانی اشرفیوں کی نقرئی زین کی کاٹھی معہ ساز لے کر اپنے

لشکر کو روانہ ہوا اور گھوڑی کو ناکارہ سمجھ کر وہیں چھوڑا بعضے
اس واردات کو پٹیل مہاجی سیندھیا سے منسوب کرتے ہیں اور
بعضے کسی اور سردار سے واللہ اعلم بالصواب -

تعریف فیل

لیکن یہاں کے چہ پاؤں میں ہاتھی عجیب خلقت ہے صورت سیرت
میں سب سے جدا قد و قامت میں نہایت اونچا جسامت میں کوہ پیکر
اور قوت میں اکثر حیوانوں سے بالاتر رنگت میں بیشتر سیاہ خال خال
بھورا بھی دیکھنے میں آیا ہے سوائے اس کے بڑا چھوٹا بھی لیکن چھوٹے
کو کمینڈھیا اور بڑے کو کینچل کہتے ہیں ناک کی جاگہ اس کی ایک
لمبی سونڈ اژدہے کی مانند جس چیز کو چاہے اُس سے اُٹھا لے
اور کان ایسے چوڑے کہ چھاج کی برابر جب اُنھیں جھڑجھڑائے ایک
فراٹا باد کا آئے دو دانت اس کے طول میں ایک گز سے کچھ کم و
زیادہ غایر دہن سے لگے ہوئے ایک بھسونڈے کے اِدھر اور ایک
اُدھر سفید اس قدر کہ شمع کافوری کو بے نور کر دیں اور سخت
اس مرتبہ کہ پہاڑ کو چکنا چور کر دیں طرفہ یہ ہے کہ تمام اعضا اُس کے
موافق ڈیل کے ہیں لیکن آنکھیں چھوٹی وجہ اس کی خالق کو بہتر
معلوم ہے مخلوق کیا جانے پر اتنا خیال میں آتا ہے کہ صانع نے اس
کی آنکھوں کو شاید اس واسطے بڑا نہ کیا کہ خود بیں ہو جاتا بلکہ
خاکساری کی خصلت عطا کی چناں چہ تھان پر کھڑا اکثر خاک سر
میں سونڈ سے ڈالا کرتا ہے پر جس وقت مستی پر آوے شیر

خشم ناک کی کیا تاب کہ اس کے منہ چڑھ سکے ایک چنگھاڑ میں زہرا آب ہو جائے حملے کی نوبت بھی نہ پہنچے چناں آزمودہ کار ایک فیل جنگی کو لڑائی کے وقت برابر ہزار سوار جرار کے جانتے ہیں واقعی کہ وہ بہادر بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ توپ بندوق کو پھلجھڑی سے زیادہ نہیں سمجھتا ۔

قطعہ

چرخی کیا چیز ہے لاوے وہ جسے خاطر میں — بان بجلی کی کڑک کا کبھو پہنچے اس تک
چاہے وہ توڑ کے جوں تنکا اسکی چھڑ کو — پاؤں کھجلانے لگے سونڈ میں لیکر پولک
اٹھا سونڈ اپنی کو چنگھاڑ مار — جو حملہ کرے فوج پر ایک بار
سواروں کا سنتھراؤ ہو ایک قلم — پیادوں کے پھر خاک ٹھہریں قدم
کوئی آہ پاوے نہ جائے گریز — اکھڑ جائے ہر ایک کا پائے گریز

فی الواقع فتح نشان اسی سے نمودار ہے اور وہی دل کا سنگار سواروں کے پرے کی اسی سے زینت لشکر میں اسی کے یمن قدم سے برکت سوار اس کا سب سے بلند و بالا ۔ قیمت میں بھی وہ اکثر گھوڑوں سے اعلیٰ کیوں کہ گھوڑا پچاس روپے کا بھی نوکر لے سکے پر یہ طالع مند ہی کے دروازے پر بندھے سواروں کی ٹکڑی ایک رسالہ دار کے ساتھ بھی نکلتی ہے پر اس کی قدر بادشاہ وزیر ہی کے پیچھے چلتی ہے گھوڑا کیسا ہی چالاک ہو چالیس پینتالیس کوس سے آگے نہ چل سکے اور یہ اسی پچاسی کوس جائے اور نہ تھکے ۔ اس ڈیل پر سبک رو ایسا کہ پیٹ کا پانی نہ ہلے اور آہٹ پاؤں کی کسی کو معلوم نہ ہووے ۔ رحم دل اس مرتبہ کہ چھوٹا لڑکا جو

پڑا دیکھے تو اس کو سونڈ سے اٹھا کر اس طرح الگ رکھ دے کہ ایک ذرہ صدمہ نہ پہنچے۔ حیادار اس قدر کہ سوائے اپنی جنس کی مادہ کے کسی مادین پر رغبت نہیں کرتا مع ہٰذا آدمی کے رُو بہ رُو اس سے بھی نہیں لگتا اور اس کا بچہ بھی بیشتر جنگل میں پیدا ہوتا ہے اچیانًا اگر ہتھنی گابھن آئے اور بستی میں جنے تو حاکم کو نامبارک ہے اور عمر طبیعی اس کی مانند انسان کی ایک سو بیس برس جوانی ساٹھ برس کے بعد اور مستی ہشیاری کے ساتھ کیوں کہ اسی عالم میں ایک کا ایک سامنا کرتا ہے اور ایک دوسرے سے کس کس گھات سے لڑتا ہے۔کبھو تو یہ اس کو دُور تلک ریل لے جاتا ہے کبھی وہ اس کو اسی طرح پیل لاتا ہے غرض سونڈوں کے پیچ اور مستکوں کے رگڑے اور دانتوں کے صدمے انھی کا جگر ہے کہ آپس میں اٹھاتے ہیں اور تاب لاتے ہیں گویا پہاڑ سے ٹکراتا ہے اور دیو سے دیو خبط رہا ہے بشر کی کیا طاقت کہ اس وقت ان کے پاس آسکے اِلّا بھالے بردار اور بوڑی بردار بھالے لیے اور چرخیاں داغنے لگے ہو جاتے ہیں اور مہاوت اُن سے بھی زیادہ کام کرتے ہیں اگر ایک مارا گیا تو دوسرا وہیں اس پر قائم ہوا آفریں ہے اُن کی پھرتی اور جاں بازی کو کہ ایک دیو کے تئیں اس حالت میں آنکس اور آسن کے زور سے زیر کرتے ہیں۔

ابیات

یہ حق نے آدمی کو زور بخشا ہوا تابع ہر ایک حیوان اس کا

سو ہی عہدہ بڑا اُس سے ہوا ہے میاں یہ کل سرا ایک بد بلا ہے

القصہ راقم نے اسی سرزمین سے جو ہاتھی کو نسبت دی سو بنا بر کثرت کے ہی کیوں کہ یہاں بہتایت کے ساتھ ہوتا ہی اور ترجیح بھی اس کے بعضے اوصاف و حیثیت میں مطلق اسپ پر منظور نہیں بلکہ خاص اس مملکت کے گھوڑوں پر ہی اس لیے کہ ہاتھی اگر کیسا ہی خوب صورت پائل نچھول چالاک ہو پانچ چھ ہزار رُپے سے زیادہ نہیں آتا اور گھوڑا عربی عراقی ولایتی پچیس پچیس ہزار رُپے بلکہ زیادہ کو بکتا ہی۔

گینڈے کی صفت میں

گینڈا بھی ایک جانور بڑا قوی ہیکل عجیب خلقت ہی پانو اور پچھلا دھڑ اس کا ہاتھی کا سا گردن اس کی لمبی گٹھی ہوئی شیر کی سی اور آنکھیں کان منہ بیل کی مانند سبحان اللہ صانع کی کیا صنعت ہی کہ ایک حیوان کے جسم میں اجزا تین حیوان کے اعضا کی صورت میں اور بدن اس کا لوہے سے سخت تر کہ تیر گولی بلکہ کوئی ہتھیار اس پر کارگر نہیں ہوتا اور اس کے ماتھے کا کھاگ یہ سخت و قوی کہ سنگ اس کے آگے حکم پاٹہ کا رکھتا ہی اور فولاد خشک پتے کا پھر حیوان کا جسم تو کیا چیز ہی عجب کیا ہی اگر ہاتھی کے جسم میں وہ فار ڈالے اور شیر کو مار ڈالے غرض یہ حیوان کیا نر کیا مادہ سارے حیوانوں پر غالب ہی اس کے جنگل میں شیر ہاتھی ارنا کوئی نہیں آتا رہنے کا تو کیا ذکر ہی۔

بیت

جہاں وہ ہو ہاتھی کا کب ہو گزار　　کرے شیر سائے سے اس کے فرار

غضب سے اگر مارے وہ اپنا کھاگ — جو ہوں کوہ کے پانو تو جائے بھاگ

پیدائش بھی اس کی جنگل ہی میں ہوتی ہے۔

ارنے بھینسے کے اوصاف میں

ارنا بھینسا بھی بڑا زور آور اور آہنی پیکر ہوتا ہے سینگ اس کے ایک گز سے کچھ بڑے سپٹ نکیلے اور رنگ ایسا سیاہ چکنا گویا تیل ڈھلتا ہے دلیر اس قدر کہ شیر سے نہیں ڈرتا ہاتھی سے بھی خطرہ نہیں کرتا اگر دو ارنوں میں ایک شیر آجاتا ہے تو اس کو گیند بنا ڈالتے ہیں ایک سینگوں پہ اُٹھا دوسرے کی طرف پھینک دیتا ہے دوسرا اسی طرح اس کی طرف اچھال دیتا ہے۔ غرض جب تک اس کا دم نہیں نکلتا دم نہیں لینے دیتے کبھو کبھو شہروں میں بھی ایسی لڑائی بادشاہ وزیر کے حضور ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کے تعجب سے ہوش کھوتی ہے۔ سوائے اس کے یہ حیوان صورت و بوسیرت آپس میں بھی ایسے لڑتے ہیں کہ بدن سینگوں سے چھن جاتے ہیں اور سارے اعضا غربال بن جاتے ہیں۔ ایسی ایسی اوجھڑیں باہم چلتیاں ہیں کہ دیکھنے والوں کی مارے ہیبت کے جانیں نکلتیاں ہیں۔ اور بعضا ایسا جبوٹ ہوتا ہے کہ اکیلا فیل منگلوسی پہ دوڑ پڑتا ہے۔ چناں چہ نواب آصف الدولہ مرحوم جاڑے کے موسم میں ایک دن بھرے کی جھیل کے جنگل میں شکار کھیلتے تھے کہ کئی ارنے نکل آئے بندوقیں ان پہ چلنے لگیں کہ ایک ان میں سے جھنجھلا کر نواب حسن رضا خاں مرحوم کی ہتھنی کی طرف دوڑا اور پچھلے دھڑ کو

اس کے سینگوں پر اٹھا کر ایسا ریلا کہ گر پڑی سنبھل نہ سکی۔ غرض نواب مرحوم کی تو خیر گزری پر ہتھنی زخمی ہوئی اور ارنا گولیوں سے ندان مارا گیا اور شہری بھینسا تو فقط لکڑہارے ہی کے کام کا ہے کہ وہ لکڑیاں یا گونیں اس پر لادیں اور ہم راہ اپنے لیے پھریں مگر اس کی مادہ کا دودھ بہت میٹھا گاڑھا سفید چکنا ہوتا ہے اگر تازہ دُہا ہوا لاغر پیے تو فربہ ہوئے اور ضعیف توانا اسی سبب اکثر پہلوان زور آور مداومت اس کی کرتے ہیں اور ہر روز بعد ورزش کے پیتے ہیں لیکن ارنی کا دودھ شہری بھینس سے سفید تر ہے رنگ اس کا خال خال بھورا بھی ہوتا ہے لیکن اکثر سیاہ ہی دیکھنے میں آیا ہے۔

قطعہ

ہوا ہے جسم یوں اس کا سیہ فام
کہ شیر اس کا ہے مثل آب حیوان
نہ پیوے کس طرح ہر ایک اُس کو
بڑھاتا ہے سدا وہ شیرۂ جان

وجہ ان تینوں حیوانوں کی تعریف کی یہ ہے کہ حیوانات متعارفہ ہیں یہ عظیم الجثہ اور قوی ہیکل ہیں بلکہ دلیر بھی ایسے کہ شیر خشم ناک اُن کا سامنا نہیں کر سکتا اور جو کر بیٹھتا ہے تو مارا جاتا ہے۔ سوائے اس کے مطابقت خلاصۃ التواریخ کی بھی منظور تھی۔

گجراتی بیل گاڑی وغیرہ کے بیان میں۔

اور اس سرزمین کے بیلوں میں گجراتی بیل سب طرح سے اچھا ہے ہر چند کہ ناگوری بھی اور بیلوں سے یہ مرتبہ بہتر ہے لیکن اس کو

نہیں لگتا صورت شکل اس کی نہایت خوب ڈیل ڈول نہایت خوش اسلوب قد و قامت میں بھی بلند بادشاہ وزیر و فقیر ہر کسی کی پسند قدم ایسا چلے کہ رہوار تازی نہ پہنچ سکے دوڑے اتنا کہ چالاک تازی پیچھے رہ جائے یوں سنا ہے کہ سابق بعضے اشرار عیار احمد آباد گجرات میں وہاں کے بیلوں کو گاڑیوں میں جوت سوار ہو رہزنی کو جنگل میں آتے تھے اور مال متاع مسافروں سوداگروں کا لوٹ لے جاتے تھے ہر چند سوار گھوڑے اُن کے پیچھے ڈالتے لیکن ان کی گرد بھی نہ پاتے اور یہ مشہور ہے کہ گاڑی خاص اختراع اہل ہند کا ہے بیٹھنے والے اس کے گرمی سردی آندھی مینہ میں نہایت آرام سے رہتے کی سنگوٹیاں اور ساونگیوں میں ٹالیاں چھانجھ جوڑوں میں زنگ لگوا بندھوا رکھوا سوار ہو کر تہرے گٹھے سے بیلے کٹیلے میں پھرتیاں ہیں یا پانوں کی سیریں کرتیاں ہیں واقعی ان کی آمد سے تماشائیوں کے ہوش و حواس جاتے ہیں گویا جھن جھن کرتے ہوئے پریوں کے تخت چلے آتے ہیں۔

بیت

جہاں ہوتا ہے یوں اُن کا گزارا ۔۔۔ کسے رہتی ہے واں تاب نظارا
کہاں ہوتا ہے حاصل لطف دیدار ۔۔۔ ہر ایک بن جائے ہے بس نقش دیوار
حواس ہیں اٹھ گیا پردہ ہوا سے ۔۔۔ جھمکڑا ایک نظر آیا ادا سے
جو وہ بجلی کے بھی یوں سامنے آئے
تڑپ کر اس کے آگے لوٹ ہی جائے

اور صاحب عصمت بی بیوں کی رتوں پر گھٹا ٹوپ پھروکے پڑے ہوئے
چاندنیاں کسیں ہوئیں کیا دخل کہ ایک مو برابر ان میں رخنہ
یا سوراخ ہووے چناں چہ نواب خان دوراں و مظفرخاں مرحوم
کے ناموس کی رتھوں پر بیش تر موتی میلی چاندنیاں ہوتیں تھیں
علاہذا القیاس میانوں پر بھی باوجود اس کے کہ ایک بھائی میر بخشی
تھا اور دوسرا ہفت ہزاری فی الواقع تقاضا غیرت کا یہی ہے
کیوں کہ جس کا میانہ رتھ ایک جھکڑے کے ساتھ نکلے مقرر تماشائیوں
بازاریوں کے جی میں آوے کہ اس میں کوئی چمک چاندنی رشک پری
جلوہ گر ہوگی پس زنانی سواری کی رتھ یا میانے کا پُر تکلف ہونا
بعضے بعضے ثقہ امیروں کے نزدیک بھی سخت معیوب ہے۔ اصل
یہ ہے کہ سواری اس کی فی الحقیقت اچھی ہے طور طرز اپنی اپنی پسند
پر موقوف ہے۔ پر ہچکولے بہت بُرے اور سوائے اس کے
بھی بہت سی باتنے ہیں فراغت سے چار آدمی گپ شپ کرتے
ہوئے بیٹھے چلے جاتے ہیں اور سفر میں کیفیت حضر کی اٹھاتے
ہیں لیکن اس کے پہیے دو ہوتے ہیں۔ چھتری دار ہو یا منڈی
اگر ڈھانچا اس کا کچھ چھٹاپے کے ساتھ ہلکا ہو تو مجھولی کہلائے
گی اور بہت چھوٹا اور سبک ہوگا تو گینی۔ اس کے بیل بھی حد
چھوٹے ہوتے ہیں انھیں گینے کہتے ہیں قسمیں ہیں ان کی علاحدہ ہے
اور چار پہیوں کی رتھ وہ اس سے کہیں بہتر ہے بہ نسبت اس
کے اونچے نیچے سے کم گرتی ہے ہچکولا بھی اس میں تھوڑا لگتا ہے
امیر امرا کی سواری کے قابل ہوتی ہے فی الواقع بعضی تو ایسی ہی

خوش ڈول سبک نقاشی ہوتی ہو کہ دیکھنے والے نقش دیوار بن جاتے ہیں اور ساز کبھی اس پر باناتی سادے یا کارچوبی وغیرہ نپٹ صفائی اور چمک کے ساتھ اگر سورج اس وقت زمین پر ہووے تو اپنی رتھ سے اتر اس میں آ بیٹھے اور راجہ اندر کبھی دیکھے تو اپنے تخت پر پھر پانو نہ رکھے پر ساتھ ان خوبیوں کے بھی اُمرا اس میں برائے تفنّنِ طبع کبھو کبھو سوار ہوتے ہیں اور بعضے بڑے آدمی میرزا منش ہر چند کہ چڑھتے کم ہیں لیکن ہر موسم کا ساز ان کی سواری کی رتھ پر ہوتا ہو چنانچہ گرمیوں میں خس کا اور برسات میں موم جامے کا جاڑوں میں باناتی۔ پر اکثر اس میں مہاجن صراف جوہری متصدی سوار ہوتے ہیں یا عورات ہندو مسلمان کی اور بعضی اوباش بیگمیں یا بانکی کسبیاں اپنی رتھوں پر نہایت جھم جھماتے ساز سجوا بیلوں کے گلوں میں گھنگرو سینگوں پر سونے سواریاں صاحب سلیقہ لوگوں نے اور کاریگروں نے بنوائیں اور بنائیں چنانچہ ملوک و سلاطین کے واسطے تخت و پالکی امیروں کے لیے جھالردار پالکی اور شہزادیوں وزیرزادیوں و امیرزادیوں کے واسطے مہاڈول چنڈول سکھپال میانے اور غریبوں کی عورتوں کے لیے ڈولی تا کوئی نجیب زادی اشراف زادی پیادہ پا نہ نکلے اور اس کے قد و قامت کو کوئی نامحرم نہ دیکھے۔

گھڑیال وغیرہ کے ذکر میں

اور یہاں کے ہنرمندوں کاری گروں کا ایک مخترع گھڑیال ہے کہ
اسی سے دن رات کی گھڑیاں ساعتیں دریافت ہوتی ہیں شکل اس کی
گول گندہ دل انگل بھر سے کچھ زیادہ خواہ چھوٹا خواہ بڑا لیکن از دہلانہ
کا بنتا ہے اور طریقہ گھڑی ساعت کے جاننے کا یوں ہے کہ کسی مکان
میں اس کو لٹکا کر ایک طاس پر آب میں ایسی تانبے کی کٹوری کہ
بلندی وپہنائی اس کی بارہ انگل کی ہو اور ایک سوراخ اس کے
پیندے میں اتنا جس میں پانچ انگل کی سلائی ایک ماشے سونے
یا روپے کی آوے جاوے ڈال دیتے ہیں پانی اس میں آہستہ آہستہ
آنے لگتا ہے آخر ایک گھڑی کے عرصے میں وہ بھر کر ڈوب جاتی ہے
تب اس پر موگری ایک بار مارتے ہیں وہیں آواز ایک ٹھناک سے
نکلتی ہے اور دور تک جاتی ہے سننے والے معلوم کرتے ہیں کہ ایک
گھڑی گزری غرض رات دن کے چار چار حصے کیے ہیں اور ہر ایک
پاؤ کا نام پہر رکھا ہے لیکن گھٹنا بڑھنا اس کا رات دن کی کمی زیادتی
پر ہے اور وہ نو گھڑی سے زیادہ اور چھ گھڑی سے کم نہیں ہوتا۔
خلاصہ یہ ہے کہ جب ایک گھڑی تمام ہوتی ہے تب اسے ایک بار
بجاتے ہیں اور دوسری کے بعد دو بار یہاں تک کہ پہر پورا ہو
بعد اس کے از سر نو موافق پہر کی گھڑیوں کے متصل بجاتے ہیں
اور پہر کے وقت دونا اس شام و صبح کو چوگنا اور اسی کا
ناؤ گجر ہے سوائے اس کے شیشہ ساعت بھی اسی کام کا ہے

لیکن جس جلسے میں وہ ہو وہیں کے لوگ اُس کے سبب گھڑی ساعت کے احوال سے واقف ہوتے ہیں صورت اس کی یہ ہو کہ ایک شیشے میں ریت بھر کر اس کا منہ دوسرے کے منہ سے ملا کر خوب مضبوط باندھتے ہیں لیکن ریت دوسرے شیشے میں آنے لگتی ہو جب کہ تمام آ چکتی ہو معلوم ہوتا ہو کہ ایک گھڑی گزری غرض اسی طور سے دن رات کی گھڑی ساعت کو معلوم کرتے ہیں راقم نے ان صنعتوں کو کچھ فخر یہ سمجھ کر نہیں لکھا فقط خلاصۃ التواریخ کے مصنّف کی متابعت کی ہو کیوں کہ ان امور میں مصنوعات اہلِ فرنگ کے ایسے ایسے اپنے دیکھنے میں آئے ہیں کہ ہند کے اگلے پچھلے کاری گروں نے کبھو خواب میں بھی نہ دیکھے ہوں گے بنانا تو درکنار ہاں تعصب کی بات نرالی ہو پر خدا حق کا والی ہو۔

یہ چند سطریں علم اہلِ ہند کے بیان میں

علم بھی ہندوؤں کے یہاں اتنے ہیں کہ اُن کا بیان وار لکھنا نپٹ کٹھن ہو کہ اس دریاؤ کا اور چھور کسی پیراک نے نہیں پایا اور اُس کا کنارا کسی بہتے ڈوبتے کے ہاتھ نہیں آیا اسی میں سے ایک بید ہو کہ سارے گنوں کے بھید اسی سے کھلتے ہیں اور دھرم دیا کے رستے وہیں سے ملتے ہیں۔ ہر بدیا کی وہی بنیاد ہو اور تپسیوں کی نگری اُسی سے آباد۔ کہتے ہیں کہ اس جہان میں پہلے جدھر تدھر پانی ہین موجود تھا سوائے اس کے ہر مخلوق معدوم و مفقود مگر بشن اکھی بڑ کے ایک پتے پر اس کی سطح کے اوپر

انگوٹھے برابر قد سے سونا تھا کہ خالق مطلق نے اس کی ناف میں ایک کنول کا پھول پیدا کیا اور اس کے اندر برہما چار سر اور چار ہاتھ سمیت آدمی کی شکل خلق ہوا وہی اس فرقے کے نزدیک واسطہ پیدائش کا ٹھہرا اور بید آسمانی الہام ربانی سے اسی کی زبانی سنا گیا۔ چناں چہ اب تاک کہ ہزاروں ...... برس گزرے ہیں سارے چھوٹے بڑے ہندو اسی کے حکموں کو مانتے ہیں بلکہ اپنے دھرم کی بنیاد اسی کو جانتے ہیں پھر برہما کے پوتے منو نے اُپ نشد کو ترتیب دیا ایک انگ اسی بید کا ہے اور اس میں بیان وحدانیت کردگار کا اور طریقہ معرفت پروردگار کا تفصیل وار لکھا ہے بعد اس کے اس کے بیٹوں پوتوں نے کسٹ شاستر یعنی چھو کتابیں اسی بید سے اخذ کرکے بنائیں اور ان کے بیچ ماہیت و شناخت میں معبود مطلق کی بہت سی دلیلیں ثابت کیں لیکن یہ علم الٰہی و طبیعی و ریاضی و منطق و مناظرے پر موقوف ہے اور یہ چھوں آپس میں بعضے مقدمات کے بیچ موافق ہیں اور بعضوں میں مختلف۔ سوائے اس کے اکثر مباحثے مناقشے کے رو سے کہ ہر ایک دانا و فہیم نے بہ قدر اپنی دانائی و طبع کی رسائی کے پیدا کیے ہیں انھی کتابوں کی سیر کے نتیجے ہیں۔

پہلا

بنیائے شاستر مصنف اس کا گوتم بنیایک حاصل اس کے مضمون کا یہ ہے کہ کارج کارن کرنا یعنی فعل و سبب و فاعل

بغیر کوئی چیز موجود نہیں ہوتی اس لیے فاعل حقیقی بے جہت کوئی فعل نہیں کرتا لیکن مختار ہے بندے کی کیا طاقت کہ اس میں دم مار سکے یا اوّل و اوسط و آخر میں دخل کرے جیسے کمہار مٹی کے وسیلے سے ہانڈی موافق اپنی مرضی کے بناتا ہے اور جس کام میں چاہتا ہے برتتا ہے اُن دونوں کی مجال نہیں کہ کہیں ایسی بنا ویسی نہ بنا یا یوں نہ کر ووں کر اسی طرح مخلوق اپنی خلقت میں خالق کے ارادے کے آگے سب مقدور ہے اور مجبور۔

دوسرا

ویشیشک شاستر بنانے والا اس کا سوامی کنٹراد اُس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر کار وقت پر ہے جو کام غیر وقت کیا جائے گا سوائے حسرت کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ چنانچہ اگر کسان بے موسم کچھ بووے گا اپنے بیج بھی کھووے گا گو مینہ برسے یا سینچے پر کھیتی میں ایک دانہ نہ اُگے گا اور اس کو سوائے ثمر یاس کے کچھ پھل نہ ملے گا پس جو کچھ ہے سو زمانہ ہی کی پرستش کیا چاہیے بدون اس کے تاثیر فعل کی محال ہے اور معدوم کا موجود ہونا اشکال۔

تیسرا

سانکھیہ شاستر جمع کرنے والا اس کا سوامی کپل اس کا ماہر حق و باطل کو جدا کر سکتا ہے کہتے ہیں کہ جو شے کہ چھیڑنے چھونے دیکھنے میں آوے وہ آنا انسان ہے اور فانی اور جو

بقا پس آدمی کو چاہیے یہاں تک سعی کرے کہ آتما اتمان سے اتمان کو جب چاہے جدا کردے اور پرم اتمان یعنی بسیط محض سے ملے۔

چوتھا

پاتانجل جامع اس کا سوامی اننت سیس دم کا طریقہ انھی سے نکلا ہو اس کے مشتاق کا آئینہ باطن ایسی جلا پاتا ہو کہ ہر ایک کے دل کا بھید اس پر کھل جاتا ہو حال میں اگلا پچھلا احوال جس کا چاہے کہہ دے اور اس میں مو برابر فرق نہ پڑے جسم ظاہری بھی اس کا اتنا سبک ہو جاتا ہو کہ جس وقت ارادہ کرے باد میں اڑے اور پانی پر پھرے۔

پانچواں

ویدانت شاستر مولف اس کا بیاس دیو عالم اس کا صاحب توحید ہوتا ہو وحدت اس کی آنکھوں میں ایسی سماتی ہو کہ دوئی نظروں سے گم ہی جاتی ہو کثرت کو وہمی سمجھتا ہو اور وحدت کو یقینی۔ عقیدہ اس کا یہ ہو کہ ہر چند کائینات اسی سے ہو پر جو کچھ ہو سو وہی ہو غرض جو مٹی کو کوزے سے اور لہر کو پانی سے چمک کو سورج سے نسبت ہو وہی موجودات کو اس کی ذات سے۔

چھٹا

میمانسا شاستر ترتیب دینے والا اس کا سوامی جیمن جاننا اس کا سب شاستروں پر مقدم کیوں کہ صاحب تعلق کا عمل

اُسی پر ہے کہتے ہیں جو کچھ ہے سو عمل ہی ہے سوائے اس کے بیج جب تلک کھیت والا نہ جوتے بوئے گا کھیت سے کیا خاک لے وے گا جس نے جو بویا وہی اٹھایا۔ حاصل یہ ہے کہ مفلسی دولت نیکی بدی بہشت و دوزخ نتیجہ عمل کا ہے اور سوائے ان چھو کے

دھرم شاستر

برہما جی کے فرزندوں نے بید سے نکالا ہے کام کاج کسب چلن کہ برہمن چھتری بیس سودر کی گزران کے ہیں اس کے وہی بنیاد ہے اور چار اسرم یعنی چار طریقے برہم چرج گرہست بان پرست سنیاس وغیرہ ریاضتیں عبادتیں خیر خیرات دان پُن برت جس وضع سے کہ چاہیے اور ہر ایک گناہ کا کفارہ لغزشوں کا چارہ انواع و اقسام کے جھگڑے قضیے کا فیصلہ عدالت کا رویہ اسی سے ماخوذ ہے اس علم کو فارسی عربی زبان میں فقہ کہتے ہیں۔

بیاکرن

ایک علم ہے کہ سنسکرت کی زبان کے مفرد مرکب کلموں کی بناؤں کا جاننا اور ایک حال سے اُن کو بہ حال دیگر گردانا پوتھیوں کی عبارت کا ٹھیک پڑھنا اسی پر موقوف ہے جب تلک اس علم میں مہارت پیدا نہ کرے گا ان کی عبارت درست نہ پڑھ سکے گا جا بجا ٹھوکریں کھائے گا آخر گرے گا اگر کوئی چاہے کہ بدون نحو صرف کی مشق کے عربی عبارت صحیح پڑھ سکے یا

اس زبان کی کتابوں کے مطلب جوں کے توں کہہ سکے کیا مجال
ویسی ہی بدون اس کی مشاقی کے سنسکرت کی کتابوں پر روانی
امر محال کہتے ہیں شیش ناگ کہ حامل زمین ان کے عندیے میں ہو اس نے
اس کی شرح کی ہو سوائے اس کے اور بھی کتنے داناؤں نے اس
فن میں قاعدے قانون ایسے ایسے بنائے کہ مبتدیوں پر مشکل مشکل
مسئلے آسان ہو گئے۔

ہشردہ پران

یعنی علم تواریخ جو کوئی نفوس قدسیہ کا حال اور عالم ملکوت
کا احوال۔ خلقت کے پیدا ہونے کی تفصیل و حقیقت قیامت
صغرا و کبرا کی کیفیت راجاؤں کے انسانے پشتیوں کے قصے
دریافت کیا چاہے وہ اس کو پڑھے۔

کرم بپاک

کیا نادر کتاب ہو ماہر اس کا کوڑھی کلنکی گونگے بہرے
اندھے کانے لولے لنگڑے گنجے کو سوائے ان کے جو آزاری
کہ ہمیشہ تپ میں جلتا ہو اور جس کا سدا پیٹ جلتا ہو جب چاہے
بتادے کہ فلانے عمل کا یہ نتیجہ ہو کہ تو نے اگلے جنم میں کیا تھا
اور آسن سے چھٹکارا اس دان پُن سے یا اس برت ریاضت
سے پاوے گا۔ اگر اس شخص نے اس کے کہنے پر عمل کیا خدا
کے فضل سے ترت چنگا ہوا۔

لیلاوتی

ایک کتاب علم حساب میں ہے اس کی مہارت سے مشکل مشکل مسئلے حساب کے اور دشوار عقدے دقیقے ہندسے کے حل کرسکتا ہے۔

بیدک بدیا

علم طب ہے مشتاق اس کا انسان کے بدن کی ماہیت سر سے پانو تلک جس طرح سے کہ چاہیے جانتا ہے اور اعضا کے جوڑ توڑ ربط وضع ہیئت نبض کی کیفیت مزاج کی حقیقت بہ خوبی پہچانتا ہے بلکہ تشخیص ہر ایک بیماری کی اور تدبیر ہر ایک آزاری کی اس سے ہوسکتی ہے اکثر اوقات بگڑے ہوئے مرض کی دوا اسی سے بن پڑتی ہے۔ بانی اس علم کا اگرچہ بیاس دیو ہے لیکن اور بھی داناؤں نے اس فن میں نسخے، معقول معقول تصنیف کیے ہیں اور جا بجا رواج دیے ہیں۔

جوتک بدیا

علم نجوم ہے خواستدہ اس کا ستاروں کی درآمد برآمد کا وقت ہر ایک برج میں بتا سکتا ہے اور انسان کے طالعوں کی سعادت نحوست بلکہ رفع نحوست کی تدبیریں چاند گہن سورج گہن کی ساعتیں اور تاثیریں جتا سکتا ہے اہل عجم و عرب اس علم کو انبیائے کرام سے نسبت دیتے ہیں لاکن ہندو اس کے ظہور کا سبب آفتاب کو جانتے ہیں اور ایک آدھ ان میں سے بید کو بھی اس کا ماخذ کہتا ہے۔

سامدرک بدیا

خوانندہ اس کا آدمی کے ہاتھ کی لکیروں اور ماتھے کی چینوں کے ملاحظے سے چال ڈھال کے طریقے سے اور بعضے اعضا کے خال و خط سے برا بھلا احوال آئندہ بتا دیتا ہے۔

شگن بدیا

دانندہ اس کا انسان حیوان چرندے پرندے کی آواز سے شگن لے کر حقیقت حال سے اور اس کے مآل سے اطلاع بخشتا ہے اور یہاں کے لوگوں میں وہ شگنیئے مشہور ہیں۔

سر بدیا

جاننے والے اس کے داہنے بائیں نتھنے کی سانس سے کہ ہر روز ایک وقت معین پر آتی جاتی ہے سائل کو نیکی بدی سے خبردار کرتے ہیں۔

اگم بدیا

اس کے پڑھنے والے کو طرح بہ طرح کی پڑھنتیں یاد سحر و جادو کے چلن میں استاد جس بادشاہ کو ارادہ کرے ایک آن میں بندھوائے عالم جنات اس کے سامنے سر جھکائے کٹھن کٹھن بیماریوں کی دوا کرے بڑے بڑے آزاریوں کو چنگا کرے دولت و منفعت جتنی چاہے پیدا کر لے ٹوٹا گھاٹا کبھو نہ دے اپنے دوستوں کو نہال کرے اور دشمنوں کو پائمال۔

گاڈرو بدیا

اس کا عالم سانپ بچھو وغیرہ کے منتروں کا حاکم ہوتا ہے ان کے کاٹے کی چڑھی ہوئی لہر چاہے تو اتار لے اور اتری کو چڑھاوے سوائے اس کے منتر کے زور سے جس کو ان میں سے چاہے حاضر کرے بلکہ حسب و نسب بھی ہر ایک سانپ کا کہہ سناوے۔

دھنک بدیا

آگاہ اس کا کرتب تیر اندازی کا جیسا چاہیے جانتا ہے اور کامل اس فن کا قوت طبیعت سے وقت پر ایک تیر سے کتنے تیر نکال کر دشمن کے سینے کو چھانتا ہے۔

رتن پرچھیا

اس ہنر کا جاننے والا لعل موتی ہیرا پنّا پرکھ لیتا ہے بلکہ ہر ایک جواہر کا عیب ہنر بتا دیتا ہے کوئی سنگ ریزہ نہیں کہ اس کی خاصیت و پیدایش کا حال اس پر ظاہر نہیں اور کوئی نگینہ نہیں کہ اس کی ماہیت سے وہ ماہر نہیں۔

باستک بدیا

یعنی معماری اس کی مشاقی سے قسم قسم کی عمارتیں طرح طرح کی پھلواریاں حوض نہریں بہ آئینِ شایستہ بنا سکتا ہے اور ہر ایک مکانِ خاص کے خواص مفصل بتا سکتا ہے۔

رسائن بدیا

یہ علم اگر سیکھے تو سونا روپا تانبا پارہ وغیرہ بہ خوبی مار لیوے بلکہ راکھ سے روپا سونا بنا کر دکھا دیوے۔ اسی صنعت کو مہوسی کیمیاگری کہتے ہیں۔

اندرجال

ایک علم ہے عالم اس کا انواع و اقسام کے طلسم بناتا ہے اور عمل تسخیر کے باعث سے ایک عالم کے دلوں کو لبھاتا ہے جب چاہے جان اپنے تن سے نکالے اور دوسرے کے بدن میں ڈالے سوائے اس کے ایسے ایسے اچرج اچنبھے دکھائے کہ ساری خلقت بھچک رہ جائے۔

گاندھرب بدیا

یعنی علم موسیقی اس کے عالم پر چھو راگ تیس راگنی کی ماہیت تین گرام کی حقیقت سات سُر کی نسبت کھل جاتی ہے۔ تک دُھرپد، گیت سنگیت کی ریت اسی سے بن آتی ہے جس راگ کو چاہے نجھ نجھ سے گائے اور جس ساز پر ارادہ کرے بہ خوبی بجائے۔ ناچنا تو ایسے گنی کے آگے بات ہے۔ کیوں کہ لے تال کی مپت کھپت اُسی کے ہاتھ ہے۔

نت بدیا

اس کی دریافت کا فائدہ بازی گری چالاک دستی پٹے بازی وغیرہ ہے۔ اس فن کے مشاق ایسے ایسے کرتب کسب دکھاتے ہیں

خصوصاً رنڈیاں اُن کی بلائے سے دربار جوان کو بوڑھا کریں اور بوڑھے کو جوان بانس پر گود میں لڑکا لیے چڑھ جائیں۔ رسّی پر دوڑتی چلی آئیں ہونٹوں کے سہارے سے موتی پروئیں بڑے بڑے نٹ کھٹوں کے گیان ایک آن میں کھوئیں غرض ان کی چالاکیاں بے باکیاں دھیان میں نہیں آتیں پھر زبان کیوں کر کہے اور قلم کس طرح لکھے بعض تو ان میں نٹنیاں کہلاتی ہیں اور بعض بھان متیاں۔

کام شاستر

کوک بھی اسی کو کہتے ہیں اس کی مہارت سے چوراسی آسن کے عنوان اور ہر ایک کا فائدہ و نقصان معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی کا ماہر عورت کو جماع میں تھکاتا ہے۔

رسک پدیا

ایک علم ہے اس کے جاننے سے قسم قسم کے مردوں کے احوال اور طرح بہ طرح کی رنڈیوں کے اطوار دریافت ہو جاتے ہیں اور ان کے عشق و محبت کے ہر ویے طریقے بہ خوبی سمجھ میں آتے ہیں۔

گج شاستر

ماہر اس کا ہاتھی کی نیکی بدی عمر بلکہ ہر ایک اس کا عیب و ہنر بہ خوبی پہچانتا ہے سوائے اس کے ہر ایک بیماری کے علاج کا سلیقہ اور اس کی تن درستی کے تحفظ کا طریقہ جس طرح سے

کہ چاہیے جانتا ہے۔

سالوتر بدیا

اس کی دانست کا نتیجہ یہ ہے کہ گھوڑے کے عیب و ہنر رنگ ڈھنگ وغیرہ بے تامل پہچان لے بلکہ جو عیب چھپا آیندہ نکالے گا اس کو فی الحال بتاوے اور اس کی ہر ایک بیماری کی دوا موافق قاعدے کے کرے اغلب ہے کہ اس بات میں نہ چوکے۔

چند سطریں سیرت میں ہندستان کے فقیروں کی اور بیان میں اُن کے گروہوں کے

پہلی گروہ سناسیوں کی

طریقہ اُن کا خواہش نفسانی و لذت جسمانی کا چھوڑنا اور ریاضت شاقہ میں تکلیف مالایطاق سے مُنھ نہ موڑنا بدن کو یہاں تلک مٹی لگائے رکھتے ہیں کہ تہیں جم جاتیں ہیں اور بالوں کو اس قدر اُلجھائے رکھتے ہیں کہ لٹیں بندھ جاتیں ہیں دن رات دھیان معبود سے لگائے اور اس کی بندگی میں سر جھکائے رہتے ہیں نہ کسی سے علاقہ نہ کسی چیز کی تمنا سر سے پاؤں تلک ننگے بھبوت سراسر ملے ننگ و ناموس کو تجے راہ مولا میں کیا کیا صعوبتیں سہتے ہیں اگرچہ ظاہر اُن کا خراب حال ہے لیکن باطن داتا کے فیض سے مالا مال ہر چند اُنھوں نے بنائے جسمانی برباد کی پر عمارت روحانی آباد کی ایک فرقہ ان میں سے چپ ساد ھے اپنے نفس سے مباحثے

مناظرے کر رہا ہو کسی نے اپنے تن بدن سے دست بردار ہو آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر دامن مطلوب کا پکڑا ہو کوئی درخت میں الٹا لٹک کر نفس امارہ کو تپشا کی آگ میں جلاتا ہو بعضا اپنی عبادت کے مقام میں صبح و شام رام سے لو لگائے کھڑا ہو۔ کوئی اس جہان کی دید کو چھوڑ سورج سے ٹکٹکی باندھ اس عالم کو دیدۂ دل سے دیکھ رہا ہو غرض یہ لوگ اوقات اپنی جپ تپ ہی میں گزارتے ہیں اور ہر آن میں اپنے نفس کو مارتے ہیں ان کی عبادتوں کے چلن کٹھن ہیں دوسرے کی کیا طاقت کہ ان کو ادا کر سکے بلکہ آن پر دھیان بھی دھر سکے مثل مشہور ہو جا کا کام تا ہی کو چھاجے اگر اس گروہ کی ہر ایک قوم کا ناؤں اور راہ و رسم کا بیان عبادتوں کا تمام عنوان لکھنے میں آتا تو قصہ بہت بڑھ جاتا۔

دوسری جوگیوں کی

یہ بھی اپنے خدا کی یاد دن رات کیا کرتے ہیں اور حبس دم کی کثرت سے سیکڑوں برس جیا کرتے ہیں۔ باوجود باریاضت ان کا جامۂ خاکی ایسا ہلکا ہو کہ ہوا میں اڑتے ہیں اور پانی پر پھرتے ہیں۔ عمل کے زور سے جب چاہیں اپنی روح کو نکالیں اور دوسرے کے جسم میں ڈالیں جس کی شکل چاہیں بن جائیں غیب کی خبریں کہہ سنائیں راکھ سے تانبے کو سونا کر دیں جادو کے زور سے ایک عالم کو موہ لیں بیروں سے ان کو صحبت بیتالوں پر ان کی حکومت مرتے ہوئے آزاری بات میں چنگے کردیں پرائے من کی ترت بوجھ لیں بے پروائی ناآشنائی ان کی ریت سچ ہو کہ

جوگی کس کے میت ہر چند کہ منتر جنتر موہنی کیمیاگری میں سناسیوں کو بھی سنکات ہی پر جوگیوں کی ان کاموں میں شہرت بہت ہی۔

تیسری بیراگیوں کی

سچ تو یہ ہی تو بیراگ میں پھرے اور جوگ میں کھرے ہیں اوقات ان کی ٹہرے مرے سے کٹتی ہی دن رات اپنے اپنے طور کی تپشا میں لگے رہتے ہیں اور رام کی نیہہ میں پگے خلقت سے وارستہ خالق کے آگے دست بستہ ہر ایک اپنے اپنے مرشدوں کی راہ پر چلتا ہی اس کی تگ ڈنڈی سے باہر نہیں نکلتا اکثر اہل مذاق ان میں استتین اپنے خدا کی وحدت و معرفت میں بنا بنا صبح و شام گاتے ہیں اور رنگ بہ رنگ کے ساز بجاتے ہیں ان کے عقیدے میں خاص عبادت معبود کی اور راہ کشود کی یہی ہی کتنے حالت وجد میں آکر بے ساختہ ناچنے لگتے ہیں بلکہ چرخ مارتے پھرتے ہیں اُن کے نزدیک خلاصہ عبادت کا اور طریقہ ہدایت کا یہی ہی یہاں تک کہ اس کیفیت میں جس نے ایک قدم بھی دھرا اپنے اعتقاد میں ایک درجہ منزل مقصود کا طی کیا بعضے اس کا نام زبان ہی سے ٹہرتے ہیں اور اُس کی یاد کی سمرنیں پھیرتے ہیں کتنے مراقبہ کیے خاص خاص صورتوں کا دھیان باندھے بیٹھے ہیں بہتیرے بیدانت شاستر کے مطالعے میں لگے ہیں کہ واحد مطلق کی وحدت کے اسرار و معرفت کے آثار دریافت کر کے اپنے خانۂ دل کو پُر نور کریں اور اُس کی تاریکیاں دور کریں ان میں بھی بہت سے فرقے ہیں ہر ایک

اپنے پیشوا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

چوتھی مانک پنتھیوں کی

اداسی بھی یہ بھی کہلاتے ہیں سرگروہ ان کا بابا نانک یہ بھی اپنے پیشواؤں کے ارشاد کے موجب خدا کی حمد و ثنا میں رہتے ہیں پر ان کی عبادت کا خلاصہ یہ ہے کہ مرشدوں کے بنائے ہوئے دوہرے چھند گیت گا گا کر سننے والوں کو محظوظ کریں اور کسی چیز پر دھیان نہ دھریں۔

پانچویں جینیون سیوڑوں کی

یہ بھی کڑی کڑی ریاضتیں بڑی بڑی محنتیں کرتے ہیں چالیس چالیس دن برتی رہتے ہیں بھوکھ پیاس کے دکھ مدتوں سہتے ہیں اپنے جسم کو بہ خوبی نہیں پالتے کھانے پینے کا نام بھی اکثر زبان سے نہیں نکالتے برسات بھر چلتے پھرتے نہیں بلکہ پانو بھی نہیں پسارتے کہ مبادا کسی کیڑے مکوڑے کو صدمہ پہنچے اُن کی بڑی تپشا جان داروں کی رکھیا ہے اسی واسطے آگ نہیں جلاتے کھانا نہیں پکاتے عمارت کا بنانا چراغ کا جلانا کنوؤں کا کھدانا بلکہ اُن سے پانی بھی نکالنا بُرا جانتے ہیں کہ شاید کسی جانور کی اذیت کا سبب ہو علاوہ اِن کے ترکاریاں سبز میوے مطلق نہیں کھاتے کیوں کہ اُن کے نزدیک ایسی چیزیں جان داروں کے مانند ہوتی ہیں اگر بہت بھوکھے پیاسے ہوتے ہیں تو موافق حاجت کے اپنے مریدوں کے گھروں سے مانگ تانگ کر کھا پی لیتے ہیں اور کپڑا لتا بھی ضروری ہی اپنے پاس رکھتے

ہیں خالق حقیقی کے قائل نہیں کیوں کہ اُن کے مرشدوں کا فرمودہ یہ ہو جیسے گھاس آپ سے آپ اُگتی ہو اور بونے والا اس کا کوئی نہیں ویسے ہی انسان و حیوانات وغیرہ کی پیدائش بھی بلکہ قدیم سے یونھیں چلی آئی ہو اور عذاب آخرت کو بھی نہیں مانتے کہتے ہیں کہ انسان کا جسم مجموعہ چار عنصر کا ہو جب وہ پاش پاش ہوا ہر عنصر اپنی اصل سے مل جاےگا پھر عذاب کس پہ اور کس کے واسطے چناں چہ اسی باعث آگ پانی مردوں کو دینا جس طرح کہ سب ہندوؤں کے مذہب میں روا ہو اُن کے نزدیک بے جا کہتے ہیں اگر بجھتے چراغ میں تیل ڈالا کیا فائدہ لطف یہ ہو کہ مُنھ سر کے بالوں کو قینچی یا اُسترا غیر کے ہاتھ سے لگوانا بدعت جانتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اُکھاڑنا عبادت خاص ریاضت اُن کی ونتون نہ کرنا مُنھ نہ دھونا ناپاک رہنا نہ نہانا اگر گوہ مُوت سے ہاتھ بھر جائے نہ دھوئیں ناپاک نہ جانیں اسی لیے تمام ہنود کہ صانع مطلق کو برحق اور ثواب عذاب عاقبت کا بے شک جانتے ہیں اس فرقے سے بیزار ہیں اور اِن سے ہم صحبت ہونا بلکہ بولنا بھی روا نہیں رکھتے اور یوں کہتے ہیں اگر ایک طرف سے مست ہاتھی مرکھنا زنجیر تڑائے ہوئے آتا ہو اور ایک طرف سے سیوڑا ہاتھی کے طرف جائیے اور اس کی طرف مُنھ بھی نہ کیجیے برہمن بھی مذہب قدیم کو جو بید کے موافق شروع آفرینش سے رائج ہوا ہو مسلّم جانتے ہیں اور اس طریق کو کسی فرقے نے آپ ہی آپ ہدایت کے لیے اختراع کیا ہو نہیں مانتے سوائے اس کے کسی مخالف مشرب کو اپنے مذہب میں نہیں لاتے ہر چند وہ منت کرے اور جو کوئی اُن

کے طریق سے برگشتہ ہوکر دوسرا مذہب اختیار کرے پھر اگر اُن کے دین کا طالب ہو اُس کو بھی اپنے دھرم میں نہیں ملاتے اگرچہ بہتیری سماجت کرے اور اُس مذہب میں

چار آسرم

یعنی چار آئین ہیں:-

پہلا برہمچرج

وہ عبادت اس سے ہے کہ بیاہ نہ کرے اور علم ظاہری باطنی کی تحصیل و تکمیل میں لگے۔

دوسرا گرہست

یعنی شادی کر کے خانہ داری کے کاموں میں مشغول ہووے۔

تیسرا بان پرست

اور وہ یہ ہے کہ جب ادھیڑ ہو اور بیٹا صاحب اولاد تب گھربار چھوڑ کر جورو سمیت جنگل میں جاوے تپشا میں دھیان لگاوے اور پھلوں کے سوا کچھ نہ کھاوے۔

چوتھا سنیاس

یعنی سب علاقوں سے ہاتھ اُٹھا کر سخت سخت ریاضتیں مشکل عبادتیں بجا لاوے۔

اور چار فرقے ہیں

پہلا برہمن کا

آئین اس کا بید خوانی اور علوم حقیقی میں اوقات بسر ے جانی۔

دوسرا چھتری کا

کام اُس کا حکومت عدالت سپہ گری

تیسرا بیس کا

چلن اس کا سوداگری سود بٹہ لینا دینا سوائے اِن کے اور بھی کسب کرتب کرنے۔

چوتھا سوودر کا

اُس کا شیوہ سیوا کرنی اِن تینوں فرقوں کی القصہ ہندوستانی کیا ہندو کیا مسلمان اکثر خوش پوشاک خوش خوراک ہنس مُکھ نیک سیرت ملنسار وفادار چلن کے اچھے آشنائی کے پکے بات کے سچے خلیق شفیق رحم دل قابل قائم مزاج صاحب انصاف سیر چشم آشنا دوست عالی ہمت صاحب دیانت ہوتے ہیں۔ چناں چہ مہاجن ایسے امین اگر کوئی شخص ہزاروں رُپے اپنے مخفی کسی صراف کے پاس بہ طریقِ امانت بدونِ شہادت رکھوائے پھر جس وقت مانگے وہ بے عذر بلا توقف اسی وقت حوالے کرے اور جو کوئی خوفِ راہ کے سبب یا کسی اور باعث اس قرار پہ اپنے رُپے اُس کو سونپے کہ میں فلانے شہر میں لوں گا

یا میرے عیال وہاں ہیں ان کو پہنچیں تب بھی وہ ایک قلیل نفعے پے ان کو لے کر ایک کاغذ کے ٹکڑے پر ہندی خط سے بدون لفافہ و مہر اپنے اس گماشتے کے نام پر جس کی دکان اُس ملک میں ہو کچھ لکھ دیتا ہو جب وہ شخص اُس کے پاس پہنچتا ہو وہ خوش معاملہ موافق اُس کے لکھے کے بلا حجت رُپے اس کے ہاتھ دیتا ہو تا وہ جانے کہ راست بازوں کے لین دین کا چلن کس قدر راستی درستی کے ساتھ ہو اسی طرح کے نوشتے کو درشنی ہنڈی کہتے ہیں اور اس کے نفعے کو ہنڈاون اور اگر وہ شخص کسی کے نام پر بھجوائے تو اس پُرزے کو معہ اس کے خط وہ صراف اپنے گماشتے کے پاس پہنچوا دیتا ہو اور اس کی رسید اس کو منگوا دیتا ہو ہرچند راہ کتنی ہی دُور ہو اس طرح کے نوشتے کو فقط ہنڈی کہتے ہیں۔ عجیب تر اس سے یہ ہو اگر درشنی ہنڈی والا سوائے مکانِ معہود کسی اور شہر میں اس کاغذ کے ٹکڑے کو کسی صراف کے ہاتھ بیچے تو وہ نہیں لے لیوے اور رُپے اس کے حوالے کر دے اس سے بھی ایک اچنبھے کی بات ہو اگر کوئی سوداگر راہ کے ڈر سے اپنا مال متاع مہاجنوں کے حوالے کرتے تو یہ نیک طینت اپنی اُجرت لے کر اس کو جہاں مالک کہے حفظ و امان سے بہ جنس پہنچوا دیویں اور نقصان اپنے ذمّے لے لیویں اسی معاملے کا نانوں بیمان ہو۔

بیت

چنتے ہیں باشندۂ ہندوستاں قابل و دانا و رسا بہ تبسم داں

جو کہیں منہ سے وہ بہ رغبت کریں　　داد دیتے ہیں نہ تفاوت کریں
حلم و حیا شرم و وفا ان میں ہو　　لطف و کرم جود و عطا ان میں ہو
عالم الفت میں یہ ہو ان کا حال　　جان تلک دیتے ہیں کیا چیز مال
بس یہی رکھتے ہیں صفاتِ بشر　　ایک میں موجود ہیں جگ کے ہنر

چند سطریں سپاہ کی کیفیت میں

اور سپاہ اس دیار کی بیشتر وفادار جاں نثار نمک حلال خاوند کے کام پر جان سے درگزرے رفاقت نہ چھوڑے مرتے پیٹھ نہ دے بیشتر یہاں کے من چلوں جہاں بازوں کا قاعدہ یہ ہو جب تیر گولی وغیرہ سے نوبت گزر جاتی ہو اور مٹھ بھیڑ کی ساعت آتی ہو تب گھوڑے چھوڑ دیتے ہیں اور تلواریں سونت کر اتارے ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ اگر طرفین سے ایک دوسرے پر غالب آئے تو اس وقت ایسا نہ ہو کہ کچھ اور مت پھر جائے اور یہ جی میں سمائے کہ سوار تو ہیں ہی آؤ اب گھوڑوں کو کدکا لیجئے اور جانیں سلامت لے جائیے کیونکہ جان عجب چیز ہو اور نہایت عزیز مثل مشہور ہو۔

جی سر کا پاہنا ملے نہ دوجی بار

اس سے پہلے ہی پائے گریز کو کاٹ ڈالیے تا کمبخت ہاتھ سے نہ چھوٹے گو سر کٹے تو کٹے۔

ابیات

بہادر جو نامی ہیں وقتِ ستیز　　بدن میں نہیں رکھتے پائے گریز

قدم اُن کے ہرگز نہ پیچھے پڑیں — بہم کٹ مریں آخر ایسے لڑیں
پڑے اُن میں چل کب وہ یہ ہیں اچل — نہ ہرگز ٹلیں گو زمیں جائے ٹل

اور بعضے زمیں دار بھی یہاں کے جو کسی سبب حاکم سے پھر جاتے ہیں تو لڑائی کے وقت کتنے بھائی بند اپنے معتمد عورات پر تعین کرتے ہیں جس وقت انھوں نے دیکھا کہ حاکم غالب آیا اور انھوں نے زندگانی سے ہاتھ اٹھایا اس وقت وے مارے غیرت کے ننگ دلی اختیار کر کے ایک سخت عورتوں کو قتل کر ڈالتے ہیں اور آپ بھی مارے جاتے ہیں اسی فعل کا نام جوہر ہے یہ حرکت کچھ زمین داروں ہیں سے خصوصیت نہیں رکھتی بلکہ بعضے سپاہ غیرت مند بھی جس وقت دیکھتے ہیں کہ آبرو میں بٹا لگتا ہے تو بادشاہوں سے بگڑ بیٹھتے ہیں اپنی جان سے گزر جاتے ہیں پر آن بان سے ہاتھ نہیں اٹھاتے چنانچہ راقم نے اپنے والد مرحوم سے یہ نقل سنی ہے کہ محمد شاہ فردوس آرام گاہ کے عہد میں پیش از نادر شاہی ہمارے دلی کے مشفقوں میں حسن قلی خاں نام ایک سید بھرائچ کے رہنے والے نواب عمدۃ الملک امیر خاں بہادر مرحوم کے رفیق تھے نہایت بامروت صاحب ہمت آشنا بیست در ماہ اُن کا تین سو روپے تھا لیکن بیس دن سے زیادہ وفا نہ کرتا اس واسطے کہ اُن کے گھر میں بیش تر دوستوں کا مجمع رہتا تھا جس نے جو چیز چاہی وہیں موجود ہوئی غرض میر موصوف کے یہاں ہر مہینے دس دن عشرت رہتی اور بیس دن فراغت اپنی ذات کا خرچ یہ تھا کہ کھانا تو دو چار آشناؤں کے ساتھ پہننے کا ایک جوڑا سواری کا ایک گھوڑا لیکن عمدہ چالاک بیش قیمت زین لگام بھی نہایت

چپڑ تکلف سنہری ہتھیار ملازم دو خدمت گار دو چیلے ایک نفر اور کار باری انھیں میں سے ایک چیلا چناں چہ اس کو ہمیشہ یہی تقید تھا کہ گھوڑے کے آگے گھاس اور چولھے میں دھونی ہمیشہ رہے تاکوئی نہ جانے کہ حسن ذکی کے یہاں فاقہ ہے القصہ شاہ جہاں آباد میں ایک دن کسی پٹھان کے ہاتھ سے ایک گھسیارا نادانستہ مارا گیا اس نے جو مفر کہیں نہ پایا اس بزرگ کی خدمت میں آیا اور یوں اظہار کیا کہ جس بستی کے تم سید ہو میں وہیں کا پٹھان ہوں میرے ہاتھ سے بے قصد ایک خون ہوگیا ہے تمھاری امید پہ آیا ہوں اگر مجھے چھپاؤ اور میری جان بچاؤ تو عین جواں مردی و مردانگی ہے اس جواں مرد نے بے تامل کہا کہ بسم اللہ بیٹھ تیرا گھر ہے کچھ اندیشہ نہ کر یہ خبر سنتے ہی جتنے آشنا کہ پاس آشنائی اور نشہ مردمی رکھتے تھے آکر ان کے شریک ہوئے غرض سو سے کچھ زیادہ بھلے آدمی مرنے پر مستعد بیٹھے کوتوال کا ہیاؤ نہ پڑ سکا کہ ادھر کا ارادہ کرے کیوں کہ سر گزاروں کا سامنا اس سے ہووے جو پہلے اپنی جان سے درگزرے آخر یہ ماجرا حضور اعلا میں من و عن عرض ہوا وونہیں عمدۃ الملک کو فرمان بھیجا کہ حسن ذکی خاں تمھارا رفیق ہے اسے سمجھاؤ کہ اس خونی سے دست بردار ہو اور بلا مہلت بندگان حضور کے سپرد کرے تا وہ اپنے کیے کی سزا پاوے اور ایسی جرأت کوئی اور پھر نہ کر بیٹھے نواب مرحوم نے حکم حضور کے موافق عمل کیا پر اس عزیز نے نہ مانا بلکہ روزگار سے دست بردار ہوا تب نواب نے بادشاہ سے عرض کر بھیجا کہ میر ذکی نے اپنی جان اور روزگار سے ہاتھ اٹھایا ہر چند کہ اس کی

نافرمانی خانہ زاد کو بھی حد ناگوار ہے لیکن اس کا تدارک ہو نہیں سکتا ناچار ہو آگے جو حضور کی مرضی لیکن گستاخی معاف ہو جس خون کے انتقام کے باعث ہزار خون ہوویں اُس کا معاف ہی کرنا بہتر ہو کہ شر قلیل خیر کثیر کے سبب جائز ہے آخر حضور اعلا سے خون معاف ہوا پر اُس مرد نے نواب مرحوم کا پھر روزگار نہ کیا اور میاں عاقل کنبل پوشوں کے سردار کی وساطت سے نواب صمصام الدولہ خان دوران بہادر کی سرکار میں نوکر ہوا پھر اُنھی کے ساتھ نادر شاہ کی لڑائی میں کام آیا پر لاش اس جواں مرد کی عاقل بیگ کی لاش سے بیس قدم آگے تھی۔

بیت

جو اُس نے کیا تھا وہ مردوں کا کام — رہے گا قیامت تلک اس کا نام
نباہے سخن جان جوکھوں اٹھایئے — رہے بات باقی جو سر جائے جائے
نہ اب وہ سپاہی نہ وہ قدرداں — رہی کہنے سننے کو ایک داستاں

عورتوں کے اوصاف میں

عورات اس ملک کی یعنی بعضی ہندنیاں جن کو اپنے خاوند سے ایسی تعشق کی حالت ہو کہ سوزِ فراق کی جلن سہ ہی نہیں سکتیں اور اُن سے جدا ایک دم رہ ہی نہیں سکتیں وے بعد اُن کے مرنے کے لباس دلھنوں کا پہن بناؤ سنگار کر بن ٹھن ارگجا سوندھا لگا اس کی لاش کے ساتھ اگر موجود ہو نہیں تو اس کا کپڑا ہاتھ میں لے آگ میں جل جاتی ہیں اور اپنے سوسنے سے بدن کو راکھ بناتی ہیں تا دنیا میں نام اُن کا روشن رہے اور عقبیٰ میں بہت سا سکھ ملے۔

رباعی

نسبت نہ ستی سے دو پتنگے کے نہیں — اُس میں اور اس میں ہے علاقہ بھی کہیں
وہ آگ میں جل مرتی ہے مردے کے لیئے — یہ گرد بجھی شمع کے پھرتا بھی نہیں

اور بعضیاں اُن میں گو نہیں جلتیں پر وفا و حیا کے باعث اچھا پہننا اچھا کھانا سوائے اس کے جو زیب و زینت کی چیزیں ہیں بعد اپنے خصم کے ترک کرتی ہیں رات دن تپشا میں کاٹتی ہیں اور دکھ بھرتی ہیں اگرچہ نوجوانیں کیوں نہ ہوں بلکہ ایک رات کی بیاہی بھی اسی طریق پر چلتی ہے اور تمام عمر آگ بغیر جلتی ہے غرض دوسرا گھر کرنا اُن کے مذہب میں عاقبت کا گھر کھونا ہے اور دنیا میں سارے کُنبہ کا ناؤں ڈبونا ہے اگرچہ مسلمانوں کے دین میں اس کا کچھ گناہ نہیں لیکن اکثر یہاں کے باشندوں کے خاندان میں بھی یہی رسم جاری ہے۔ خصوصاً قصبات میں تو یہاں تلک ہے اگر فقط منگنی ہوئی ہو اور اس کا منگیتر مر جائے تو اس کو رنڈسالہ پہنا کر سسرال میں بھیج دیتے ہیں یا میکے ہی میں رکھتے ہیں حاصل یہ ہے کہ وہ اپنی زندگانی عبادت اور قرآن خوانی میں بطور بیواؤں کے بسر کرتی ہے۔ جب تلک جیتی ہے دُکھڑا بھرتی ہے ہر چند کہ اُس کا ولی عالم فاضل کیوں نہ ہو پر اس بات میں جاہل بن جاتا ہے اور شرع کے طریقے سے ہاتھ اٹھاتا ہے۔

بیت

ستی ہونے میں بس ایک نام ہے گا — ولے بن آگ جلنا کام ہے گا
وہ چھُٹ جاتی ہے دکھ ایک آن بھر کر — یہ اپنی زندگی کاٹے ہے مر مر
وہ مرتی ہے یارو ایک باری — اسے رہتی ہے دائم دم شماری

کہاں آنا جانا تن جلانا کہاں دن رات رہ رہ من جلانا
غرض عورت وہی ہے خوب صورت جو پہنے ہے صدا ملبوس عصمت
ہے عصمت نیک بختی کی نشانی نہ ہو تو خاک ہے پھر زندگانی

محبوبوں کی صفت میں

یہاں کے حسین بھی حُسن میں بے نظیر اور چمک میں ماہ منیر ہیں یہ میں نہیں کہتا کہ خوباں سے کوئی ملک خالی ہے لیکن اس سر زمین کے معشوقوں کی چال ہی نرالی ہے تراش خراش آن و ادا ناز و انداز سجاوٹ لگاوٹ بناوٹ بانک پن چھبن جو یہاں ہے سو کہیں اور ملک میں کہاں یہ بات مشہور ہے کہ خاص ملک دہلی بے چھبن حسن کے حق میں خاصیت سوہن کی رکھتا ہے جو سیم تن ٹک سال باہر یہاں آتا ہے ترش ترشا کر چند روز کے بیچ حسن میں کھرا ہو جاتا ہے غرض یہاں ہر ایک محبوب کو طریقے دل فریبی و دل ربائی کے یاد چالاکی و بے باکی میں جیسے دیکھو وہ اُستاد جب قصد کرے ایک نگاہ سے داناؤں کو دیوانہ بنا دے وے اور زاہدوں کے لباس زہد ایک آن میں لوٹ لے وے عابد صد سالہ اُس کے ساغر چشم کو دیکھتے ہی خراباتی ہو جاوے اور زاہد کہنہ سال سومناتی۔

ابیات

ہر ایک مشاقِ فن دل فریبی ہر ایک پہ ختم ہے بس جامہ زیبی
جسے دیکھو وہ رعنائی میں یکتا ادا و ناز میں لیلا سے اعلا
لب شیریں جو ٹک وہ اپنے کھولے تو شیریں جز تصدق کچھ نہ بولے

سدا عاشق کے تئیں بیمار رکھے جسے آنکھوں سے چاہے مار رکھے
جو دیکھے متقی ٹک اس کا جلوا تو دیوے رونمائی میں وہ تقوا
کرے غارت مسلمانوں کا ایمان اگر چاہے تو ہندو ہوں مسلمان
بنادے بت کدہ مسجد کو دم میں دکھاوے کفر کا عالم حرم میں
یہ مدح خوب ہو دیاں حد سے باہر قلم قاصر ہو لکھنے اس کو کیونکر

القصہ اس مملکت کی تعریف اور یہاں کے رہنے والوں کی توصیف جہاں تک کیجیے بجا ہے کیونکہ ہر ایک چھوٹا بڑا آیا گیا دانا بینا اس سر زمین کو سراہتا ہے بلکہ اپنی بود و باش بھی یہیں چاہتا ہے چناں چہ اکثر بلاد کے باشندے آن کر بسے اور اپنے وطنوں کو بھول گئے۔ فقیر سے امیر ہوئے اور محتاج سے غنی۔

بیت

جو ن سے معمور ہے سارا جہاں لیک عجب ملک ہے ہندوستاں
آتا سحر کو جو یہاں ایک فقیر شام سے پہلے اسے دیکھا امیر
ہوگیا ایک آن میں پیادہ سوار آیا تھا ناکام ہوا کام گار

فی الواقع اورنگ زیب کے وقت تلک بلا شبہ یہ ہی صورت تھی اور آبادی کی نہایت پر فرخ سیر کے عہد سے سلطنت میں بگاڑ پڑا اور محمد شاہ بہ سبب عیاشی کے سنبھل نہ سکا ہر چند کہ اس کے وقت تلک بھی اٹھتی پینٹھ کا سا عالم رہا پر احمد شاہ کے عصر میں تو نبیڑا ہی ہوگیا کتنے امیر تقہ خانہ نشین ہوئے اور بعضے بسبب غیرت منہ مارے افلاس کے دروازے بند کرکے مر گئے اکثر تتر بتر تین تیرہ ہوکر جہاں تہاں جا بسے خوش حال صوبہ بنگ

کے باشندوں کا کہ صاحبانِ عالی شان کی یہاں ریاست ہوئی اسی
سبب سے آج تلک یہ گونا آباد ہے و الّا ہر طرف داد و بے داد ہے
مگر ان دنوں اشرف الاشراف صاحبِ انصاف نواب گورنر لارڈ
مارکوئس ولزلی بہادر دام اقبالہٗ کا استقلالِ سلطنت اور انتظامِ مملکت
پر ارادہ ہوا ہے اغلب ہے کہ فضل ایزدی و لطف سرمدی سے
پورا ہووے اور چند روز میں پھر کر یہ اقلیم ہی رونق پکڑے۔

بیت

حکومت رہے اس کی صبح و مسا ہر ایک نام لے اس کے اقبال کا

الغرض تمام ہندستان صوبۂ بنگ و دکھن و قندھار سمیت
بیس صوبے ایک سو نوے سرکار چار ہزار دو محال کو شامل ہے
اور آمدنی اس کی آٹھ ارب آٹھ کروڑ آٹھ لاکھ اسّی ہزار پانسو
تراسی دام ہے ہر گاہ کہ تھوڑا سا وصف و احوال اس مملکت
کا لکھنے میں آیا اب لازم ہے کہ ہر ایک صوبے کا بھی احوال کچھ
کچھ لکھوں اور قلم کی چالاکی و روانگی دیکھوں۔

صوبہ دار الخلافہ شاہ جہاں آباد

ہندی فارسی کی تاریخوں سے یہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شہر
ہستناپور گنگا کے کنارے پر اگلے زمانے میں تخت گاہ
ہندستان کے بادشاہوں کی تھا وسعت و رونق بھی اُس کی اُس
عصر میں حد سے باہر تھی زبان اس کے بیان سے قاصر ہے
اگرچہ اب بھی نہایت آباد ہے لیکن جیسا پانڈوں اور کوروں

کے وقت میں بستا تھا سو کہاں جب کہ دونوں فرقوں میں بیر اکھیری ہوئی اور پھوٹ پڑی تب پانڈوں نے اس ملک کو چھوڑا اور شہر اندر پرست کو کہ جمنا کے کنارے تھا اس میں آئے بلکہ اپنا دارالسلطنت بھی اسی کو ٹھیرایا بعد ایک مدت کے راجہ آنگ پال تھ نوڑ نے بیسر بکرما جیت کے ایک ہزار کچھ اوپر دو سو سن میں ایک قلعہ و شہر اپنے نام کا بنایا چنانچہ سلطان قطب الدین ایبک و سلطان شمس الدین التمش نے بعد اس کے اپنا رہنا اس میں مقرر کیا مگر سلطان غیاث الدین بلبن نے ایک اور قلعہ چھ سو ساٹھ ہجری میں بنا کیا اور اس کا نام مرزغن رکھا پھر سلطان معزالدین ۔ کیقباد نے سن چھ سو چھیاسی میں جمنا کے کنارے ایک اور شہر پُر فضا و عمارات اس کی دل کشا آباد کیا۔ نام اس کا کیلوکرھی رکھا اسی کی امیر خسرو نے قران السعدین میں تعریف کی ہے بعد ازاں سلطان جلال الدین خلجی نے شہر کونتک محل اور سلطان علاء الدین نے کوشک سبز بسا کر اپنا اپنا ہر ایک کو دارالسلطنت کیا پھر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ نے سن سات سو پچیس ہجری میں شہر تغلق آباد کی تعمیر کی پھر اس کے بیٹے سلطان محمد معزالدین جونان نے ایک اور ملک کی بنیاد ڈالی اور ہزار ستون کا ایک قصر بنایا سوائے اس کے اور بھی مکانات سنگ رخام کے پاکیزہ پُر فضا بنائے پھر سلطان فیروز شاہ نے سن سات سو پچپن ہجری میں شہر فیروز آباد نہایت وسعت و عظمت کے ساتھ بسایا اور جمنا کو کاٹ کر اس کے نیچے لایا ساتھ اس

کے تین کوس کے فاصلے پر ایک اور محل مع منارہ جہاں نما بنایا
چناں چہ وہ منارہ اب تک قائم ہے عوام الناس اُس کو فیروز شاہ
کی لاٹھ کہتے ہیں۔ بعد اس کے سلطان مبارک شاہ نے مبارک آباد
آباد کیا اور نو سو اڑتیس ہجری میں ہمایوں بادشاہ نے قلعۂ اندر پرست
کی مرمت و تعمیر کر کے دین پناہ نام رکھا اور اپنی تخت گاہ
مقرر کیا پھر شیر شاہ پٹھان نے کوٹلک سبز کو اجاڑ کر ایک
اور شہر بسایا اور اس کے بیٹے سلیم شاہ نے سلیم گڑھ بنایا اب
تک بھی وہ شاہ جہاں آباد میں جمنا کے اندر قلعۂ ارک کے
سامنے موجود ہے اگرچہ ہر ایک نے اُن بادشاہوں میں سے ایک
ایک شہر بسا کر اپنا دار السلطنت مقرر کیا لیکن ہندستان کے
بادشاہوں کی تخت گاہ ملک یہ ملک دلّی ہی مشہور ہے۔ پھر سن
ایک ہزار اڑتالیس ہجری میں مطابق بارھویں برس جلوسی کے
شاہ جہاں صاحب قِران ثانی نے دلّی کے قریب ایک شہر بنیاد
کیا اور شاہ جہاں آباد اس کا نام رکھا اس کی خوش نیتی سے اس
ملک نے یہ رونق اور آبادی پکڑی کہ جتنے ملک اگلے بادشاہوں
کے کھنڈ پھر آئے تھے گم نام ہو گئے فقط اُنہی کا نام رہ گیا جیسے
سمندر میں بہتیرے بڑے بڑے دریاؤ ملے ہیں پر نام اس کا
ہی پایا جاتا ہے۔ قلعہ بھی اُس کا سنگِ سرخ کا اس مضبوطی و
خوش اسلوبی کے ساتھ بنا ہے کہ معمار قضا و قادر کی زبان اس کے
اوصاف میں لال ہے پھر ساخت تو اس کی سی امر محال علاوہ
اس کے مکانات قسم قسم کے متعدد پاکیزہ خاصے اور باغ بھی

اس کے گلشن جہاں کے خلاصے ۔ نہریں جاری جا بجا ۔ حوض ہر ایک مکان میں کٹورا سا بھرا ہوا ۔ جدھر دیکھیے کیفیت نئی نظر آئے اور جس طرف نگاہ پڑے نہیں رہ جائے اگر رضواں وہاں کی بہار دیکھتا تو روضۂ رضواں کی دربانی سے ہاتھ اٹھاتا۔

بیت

جناں کا ہر مکاں اس کا نمونا — خوش اسلوبی میں بلکہ اس سے دونا
پھلیں پھولیں ہمیشہ وہاں کے گل زار — خزاں ان تک نہیں پاتی کبھو بار
نرالی جگ سے رنگ و بوئے گلوں کی — حلاوت اور ہی کچھ ہو پھلوں کی
وہاں کے طائروں کا رنگ ہی اور — ہو ان کے زمزموں کا ڈھنگ ہی اور
میں ہر ایک شی کو دوں تشبیہ کس سے — کہ وہ ملتی نہیں اس سے اور اس سے

گرد اس قلعۂ مبارک کے ایک کھائی نہایت چوڑی چکلی گہری بھی ایسی عمیق زمین اس کے ورے اور وہ اس سے کہیں پرے پانی اس کا ایسا لطیف و شفاف اگر ایک خش خش کا دانہ بھی اس کی تھاہ میں ہووے تو اندھیری رات میں صاف نظر آئے اور جو اندھا بھی اس میں غوطہ لگا سکے تو بلا شبہ نکال لائے۔

بیت

نظر آتی ہو اس کی تہ میں رائی — کہاں یہ آب گوہر میں صفائی
اگر پڑ جائے اس کے بیچ ایک بال — تو یوں آوے نظر موتی کا جوں بال

جمنا بھی اس قلعے کی تشنۂ دیدار ہوکر جانب شرقی سے آئی اور اس کے تلے نہایت آب و تاب سے بہنے لگی ۔ پھر نواب علی مردان خاں مرحوم دریائے مذکور کو کاٹ کر شاہ نہر

سرمور پہاڑ کے اوپر سے لایا کوچہ و بازار کی رونق زیادہ بڑھی اور شہر کی آبرو دونی ہوئی۔ اکثر لوگوں کی حویلیوں میں ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے معمور رہنے لگے اور حوض و تالاب بھی دولت خانۂ والا کے بھرپور باغوں میں وہاں کے شادابی اکثر رہنے لگی اور چمنوں میں طراوت بیش تر حقا کہ وہ بزرگ بہشتی تھا کہ اس کی کمائی سے شاہ و گدا کو فیض ہوا۔

بیت

رکھے حشر میں اس کی حق آبرو — کہ فیض اس کا جاری ہوا کو بہ کو

شہر پناہ اس کی سنگی نہایت پختہ و مضبوط عرض و طول و بلندی و خوش اسلوبی اس کی عقل احاطہ نہیں کر سکتی بلکہ ایک جہت کی پیمایش کا دھیان نہیں دھر سکتی اندر باہر اس کے بستی حد سے باہر چپے چپے پر آبادی جدھر تدھر عمارتیں انواع واقسام کی خوب صورت کثرت سے حویلیاں طرح بہ طرح کی خوش اسلوب بہتات سے۔ باغوں کی بہار بے خزاں چمنوں میں دائم طلسمات کا سا سماں ہر ایک محلہ اس کا اقلیم سے زیادہ پُر فضا چھوٹے سے چھوٹا کوچہ اُس کا شہر سے بڑا ہجوم خلائق ہر سر راہ ہر ایک مقام ایک تماشا گاہ۔ شہر شہر گانو گانو کے باشندوں نے اپنی بہبودی و آسایش جو دیکھی بود و باش وہیں اختیار کی غرض ہر صنعت کے اُستاد و ہر ملک کی اشیا۔ جب چاہو کثرت سے دیکھ لو کسی چیز کی کمی کسی وقت ممکن نہیں کہ ہو اگرچہ بازار سارا ہی اُس کا اپنے عالم میں اعلا ہے پہ چاندنی چوک تمام شہر کا

اُجالا ہے ہر دوکان اُس کی بے مانند جس جنس کو دیکھو بادشاہ پسند صحن یہ کشادہ کہ دل کھل جائے صاف ایسا کہ آدمی چانول بکھیر کر کھائے دلال اس بازار کا سوداگروں کو آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتا بساطی وہاں کا جوہریوں کو خاطر میں نہیں لاتا دکان ایک بزاز کی اسطنبول کے بزازے برابر کوٹھی ایک صراف کی تمام ایران کے صرافے برابر۔

بیت

رُپے ہر ایک دکان میں ہیں کھنکتے — کٹورے رات بھر ہیں گے جھنکتے
لگے ہیں ہر طرف پھولوں کے انبار — گلی کوچہ ہر ایک ہے رشکِ گل زار
فواکہ کا وفور اس درجہ ہوگا — ملے ہے تازہ میوہ اصفہاں کا
طعام اقسام کا جو کوئی منگوائے — بہ قدر ایک فوج کے بازار سے آئے
جو ٹھاٹھ ایک سلطنت کا ہووے درکار — تو حاضر کر دے وو نہیں ایک دکاں دار
اگر اسباب چاہے ایک لشکر — تو ہاتھ آجائے بس ایک دن کے اندر
نہیں ہے اہل حرفہ کوئی بے کار — ہے نت بیع و شرا کا گرم بازار
جو ادنا وہاں ہے دکانِ جواہر — وہی ہے بے گماں کانِ جواہر
گر ایک اقلیم کا آجائے وہاں مال — تو لے لے ایک مہاجن اس کو فی الحال
کوئی بیپاری ہو کا ہے کو فکری — کہ وہاں ہر شے کی نت رہتی ہے بکری

فی الواقع اس مقام فرحت انجام کو جتنا سراہیے بجا ہے لیکن اردوئے معلا کا عالم ہی جُدا ہے فضا اُس کی نہایت پاکیزہ و وسیع عمارات وہاں کی بہ مرتبہ اسلوب دار و رفیع صحن اُس کا رشکِ صحن گل زار دکان ہر ایک بازار کی بہار اہل حرفہ

اس کے سبب مرفہ احوال کوٹھے اُن کے نقد و جنس و جواہر سے مالا مال نہ کسی چیز کی وہاں کمی نہ کوئی بشر اُس آبادی میں غمی۔

بیت

ہے دروازہ اس کا گلستاں کا باب۔ بیاضِ جہاں کا ہے وہ انتخاب
فضا اُس کی دیکھے اگر ایک نظر تو دل تنگ ہوئے نہ پھر عمر بھر
بھلاتی ہے ایک لخت غم اس کی سیر خوش آتی ہے بس دم بہ دم اس کی سیر
سماں وہاں کا دیکھے اگر ایک ذرا تو مانی نہ لے نام ارژنگ کا
بہت میں نے یوں اس کی تعریف کی ہے اردو کی بولی کا ماخذ وہی

اور نخاس کے بازار کی طرز ہی جُدی فضا اُس کی فضائے عالم سے بھی بڑی صحن اس کا اقسام کے چار پاؤ سے مالا مال زمین اُس کی نہایت صاف ٹپا ڈھال ہر ایک طرف خلق کا ایک دنگل جا بہ جا چہل پہل چابک سوار قسم قسم کے گھوڑوں کو پھیر رہے ہیں خریدار دلالوں کو گھیر رہے ہیں سودا وہاں کا دست بہ دست ہر ایک دلال کوڑیالا مال مست کوئی گھوڑے کے مول تول کے لیے ہاتھ لاتا ہے کوئی کھرا ٹٹو ہی چکاتا ہے ایک طرف سپاہی پیشہ بھلے آدمی چبوتروں پر اپنے اپنے زین پوش بچھائے حقے لگائے بیٹھے ہیں کسی طرف بانکے ٹیڑھے اپنی مجلس جمائے بیٹھے ہیں ایک طرف کئی شہدے تکستے شلفے کے دم مارتے ہیں کہیں دو چار کنجے پنجے زیادہ گو اپنے اڑھائی چاول جُدے ہی بگھارتے ہیں غرض میلے کی سی دھوم اور چھڑیوں کا سا ہجوم ہر روز سوائے جمعے کے دو پہر ڈھلے تلک رہتا ہے۔

بیت

خلق کا رہتا ہے ازبس ازدحام — رہتی ہے نت میلے کی سی دھوم دھام
جنس ہر ایک قسم کی واں خوار ہے — گھوڑوں کی یہ گرمی بازار ہے
اسپ ہر ایک ملک کے ہیں بے شمار — مانگو اگر ایک تو لا دیں ہزار
گو کہ بہ کثرت ہے پہ قیمت گراں — سستا اگر چاہو تو پاؤ کہاں
بس کہ وہاں رہتی ہے نت لاد لاؤ — بڑھتا ہی جاتا ہے سدا ان کا بھاؤ
گھوڑے کا مت پوچھیے کچھ مول تول — ٹٹو ہے کنکائی کا ترکی کے مول
گھوڑا ہر ایک شخص کو درکار ہے — پیر و جواں جو ہے خریدار ہے
بلکہ یہ احوال ہے ہر طفل کا — دائی سے کہتا ہے کہ گھوڑا ہی لا
کوئی کھلونا اسے کیسا ہی دے — گھوڑے سوا یہ نہیں ملنے کے لے
دیکھا کمہاروں نے یہ کچھ سبھاؤ — مٹی کے گھوڑے کیے نقرے کے بھاؤ

الغرض اس ملک مبارک بنیاد کا ہر ایک محلہ خوش سواد اور ہر مقام آباد بنا بر اس کے مسجدیں خانقاہیں مدرسے پاکیزہ و دلچسپ کثرت سے ہیں اور خانہ باغ بھی بہتایت سے لیکن سن ایک ہزار ساٹھ ہجری میں مطابق چوبیسویں سال شاہ جہانی کے ناف شہر میں ایک جامع مسجد سنگ سرخ کی ایسی بنی کہ اگلوں نے نہ ویسی دیکھی نہ پچھلوں نے سنی نیو اس کی تا بہ سمک ستارے اس کے سر بہ فلک گنبد چرخ بالا گرداں اس کے گنبدوں کا عالم بالا تک جلوہ اس کی برجیوں کا۔ زینہ اس کے منبر کا پایہ عرش سے اونچا ستون کہکشاں اس کے ستونوں سے نیچا محراب اس کی محل اجابت دعا

نمازی وہاں کا مقبول درگاہِ کبریا دیواریں سدِ سکندر سے بلند تر۔ صحن اس کا صحنِ فردوس کے برابر۔

بیت

حوض ہو ایک صحن میں اس کے لطیف | پاتے ہیں فیض اس سے وضیع و شریف
سنگ ہر یک اس کا بہ از ریشم ہو | چشمۂ حیوان کا وہ ہم چشم ہو
جو کہ نمازی کرے اُس سے وضو | حشر میں محشور ہو با آبرو
ایک بھی بوند اس کی اگر جس نے پی | اس کو ہوا تصفیۂ باطنی
اس سے طہارت ہو سراپا نجات | ہو وہ گنہ گاروں کو آبِ حیات
جو کوئی ایک قطرہ بھی اس کا پیے | پیاس نہ ہو حشر میں بھی گر جیے
غسل جو ایک بار بھی اس میں کرے | سایے سے پھر اس کے جہنم ڈرے

ہر چند مسجد و باغ اور مسافر خانے کی بنا سے بھی فائدہ لاکلام ہو کیوں کہ بنانے والے کا دنیا میں نام اور خلق کو بلاشبہ آرام ہو لیکن حمام کی تعمیر ہر پیر و جواں کی راحت کا موجب ہوتی ہو اور ہر شخص کے دل کی کلفت کھوتی ہو چناں چہ بادشاہی حمام سے اس شہر میں ایک فیضِ عام ہو کوئی بشر محروم نہیں۔ ساخت میں وہ فلاطون کے حمام سے خوب تر در و دیوار اس کے خوش اسلوب سراسر سطح اس کے گنبد کی کرۂ نار سے ملی ہوئی اور دیواروں کی نیو مرکزِ زمین سے لگی ہوئی جامہ خانہ اس کا بہترین مکانات۔ حوض وہاں کا خشک مزاجوں کے لیے آبِ حیات سطح اس کا مخزنِ آتشِ سوزاں کا ماہِ آئینہ اس کے تاب وان کا حرارت اس کی حرارت غریزی کو بھڑکائے

اور رطوبت اس کی رطوبتِ اصلی کو بڑھائے۔

ابیات

پاتے ہیں یہاں چین سبھی خاص و عام
بس یہی حمام ہے خیر المقام

تیل ملے اس میں گر ایک بار ہی
اُس کو یبوست کا مرض پھر نہ ہو

یہیں جو کوئی چاہے کہ دل کی چھڑائے
حوض میں بس اس کے وہ غوطہ لگائے

اس میں نہاوے جو کوئی ایک دم
قلب میں اس کے نہ رہے گرد غم

وصف کرے اس کا سخن داں اگر
پھر نہ کہے شعر بجز شعر تر

اس کی جو تعریف میں کھولے دہن
گرم رہے اس کا ہمیشہ سخن

القصہ اس شہر کا ہر مکان لاثانی ساتھ اس کے عمارات کی فراوانی ہر بستی کے اندر جیسے مکانات کی کثرت ہو ویسی ہی باہر قبروں کی بہتایت اکثر بادشاہوں وزیروں امیروں کے مقبرے اطراف میں ہیں پر مشہور تر مقبرہ ہمایوں بادشاہ کا۔ کیقباد کی کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے پر ہے سوائے اس کے وہ علما فضلا فقرا کہ اپنے عہد میں مشہور آفاق تھے ان کے مزار بھی اس کثرت سے ہیں کہ ایک شہر خموشاں بستا ہے چنانچہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بن خواجہ کمال الدین موسیٰ کی درگاہ شہر سے تین کوس پر ہے وطن اس بزرگ کا فرغانہ جذبہ الٰہی نے لڑکائی ہی میں اُسے اپنی طرف کھینچا اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات سے تصفیۂ باطنی حاصل ہوا پھر بارہ برس کی عمر میں خواب کے بیچ خواجہ معین الدین چشتی سے اجازت حاصل کرکے سفر کو نکلا جب بغداد میں پہنچا بہت دنوں

سے فیض یاب ہوا وہاں سے ملتان میں آیا اور مخدوم بہاءالدین زکریا سے بھی ملا بعد اس کے سلطان شمس الدین التمش کی سلطنت میں اپنے مرشد کے دیدار کا مشتاق ہوکر دلّی کی طرف روانہ ہوا اس بزرگ نے بھی کشفِ قلب و صفائی باطن سے اس کے ارادے کو پاکر اسی دیار کی طرف کوچ کیا حاصل یہ ہے کہ دونوں برگزیدۂ حق جیسے ملاقات باطنی سے آپس میں شاد تھے ویسے ہی وصال ظاہری سے بھی مسرور ہوئے اور چندے ایک جا رہے آخر خواجہ معین الدین چند روز کے بعد اجمیر کو تشریف لے گئے اور وہیں اسی شہر میں مقیم ہوئے۔ اکثر اشخاص ان کی بہ دولت فیض کو پہنچے بعد ایک مدت کے چودھویں ربیع الاول کو سن چھ سو تیس ہجری میں دنیائے فانی کو چھوڑ کر عالمِ جاودانی میں جا بسے اور قریب اس کے مزار سلطانِ مشائخ نظام الدین اولیا بن احمد بن دانیال کا ہے تولد تو اس بزرگوار کا سن چھ سو تیس ہجری میں غزنین کے بیچ ہوا جب سنِ تمیز کو پہنچا اتفاقات سے بداؤں میں آیا اور وہیں علم ظاہری سے فراغت حاصل کی از بس کہ مباحثے میں طالب علموں پر اکثر غالب ہوتا تھا بہ سبب اس کے نظامِ محفل شکن اس کا نام ٹھہر گیا بعد اس کے بیس برس کی عمر میں قصبہ اجودھن میں پہنچ کر شیخ فریدالدین شکر گنج کا مرید ہوا اور علمِ باطنی ان سے بہ خوبی سیکھا پھر رخصت ہوکر ہدایتِ خلق کے لیے دلّی میں آیا وہاں بہت سے طالبانِ حق نے اس سے فیض پایا چناں چہ شیخ وجیہ الدین

یوسف چنابیری میں اور شیخ نصیرالدین چراغ دہلی و امیرخسرو دلّی میں اور شیخ علاءالحق و شیخ رجی سراج بنگالے میں اور شیخ یعقوب و شیخ کمال مالوے میں مولانا مغیث و مولانا غیاث اُجین اور دھار میں شیخ حسام الدین گجرات کے بیچ اور شیخ برہان الدین و خواجہ حسن دکھن میں سوائے ان کے اور بھی خلفا شیخ ممدوح کے اکثر بلاد میں مشہور و معروف تھے غرض اورنگزیب کے وقت تلک اولاد اس کی اور خلفا انھیں ملکوں میں موجود تھے اور رہ نمائی خلق میں مشغول اب کا احوال معلوم نہیں۔ لیکن صاحب تاریخ فرشتہ یوں لکھتا ہے کہ باپ اس بزرگ کا غزنیں سے ہندوستان میں آیا اور بلدۂ بداؤں میں مقیم ہوا وہیں یہ عارف باللہ چھ سو چونتیس ہجری میں ماہِ صفر کے بیچ متولد ہوا جب پانچ برس کی عمر ہوئی تب اس کے پدر عالی قدر نے رحلت کی پھر والدہ نے شیخ مذکور کو پالا جب کہ سِن تمیز کو پہنچا اپنی ماں سمیت دلّی میں آیا اور علم رسمی وہیں تحصیل کیا آخر سن سات سو پچیس ہجری میں ربیع الاول کی اٹھارھویں کو بدھ کے دن وہ خدا کا پیارا جنت کو سدھارا فی الجملہ ہندوستان میں جمیع اولیا سے اس مردِ خدا کی شہرت رتبۂ ولایت میں بیش تر ہے سلسلہ اس کی بیعت کا شیخ عبدالقادر جیلانی کو پہنچتا ہے اور شیخ ممدوح کی ارادت کا سررشتہ بعد چار واسطوں کے شیخ شبلیؒ سے ملتا ہے وطن اس بزرگ کا قریۂ جیل بغداد کے قریب اور تولد چار سو اکہتر ہجری میں علم درسی وہیں میں بے مثل

نقا پر خرقہ ولایت کا شیخ ابوسعید مبارک کے ہاتھ سے پہنا کیفیت
اس کے حال قال کی اور حقیقت کرامات و کمالات کی اظہر من الشمس
ہے ایک عالم اس کے دائرۂ بیعت اور احاطۂ عقیدت میں در آیا اور
ہزاروں نے رتبۂ تصوف اس کی توجہ سے پایا بلکہ اب تک بھی ایک
خلق اس کی ولایت کی قائل ہے اور یہ دل اس کی طرف مائل پر
شیخ اس کو بہ سبب علم و فضل کے کہتے ہیں ورنہ قوم کا حسینی سید
ہے نوے برس اس دار فنا میں رہا آخر سن پانسو اکھتر ہجری
میں دارالبقا کا راہی ہوا سرکار نارنول ایک قدیم قصبہ ہے دہلی
سے پچاس کوس کے فاصلے پر آباد ہوا وہاں کی نہایت خوب
سواد اس کا ہر ایک صاحب طبع کا مرغوب عمارتیں اس میں اکثر
پختہ و سنگین مہندی وہاں کی مشہور رنگین کھیت اس کے بستی کے
قریب اکثر اوقات لڑکے وہاں کے باشندوں کے کھیلتے کھیلتے کھیتوں
پر جا نکلتے ہیں اور گھر کو آتے ہوئے مہندی کے پتے اپنی جوتیوں
میں بھر لیتے ہیں غرض گھر پہنچتے پہنچتے پاؤں ان کے لال عنابی
ہو جاتے ہیں شکار بھی ہر قسم کا بہتایت سے چنانچہ چڑیمار
پیسے کے چار چار تیتر بیچ جاتے ہیں پھر گوشت اور ترکاری کس
کو غرض ہے کہ منگوائے اور کھائے مگر بہ ضرورت یا بہ سبب
عادت سوائے اس کے پھول پھل ہر ایک موسم کے خوشنما لذیذ
خوش ذائقہ بہ افراط میسر آتے ہیں اور خواہش مندوں کے دل و
دماغ کو راحت و آرام پہنچاتے ہیں متوطن وہاں کے سنجیدہ شرفا
ہر قسم کے پر شیخ سید اکثر بلکہ فضلا علما بھی شہنشاہ

فردوس آرام گاہ کے وقت تلک شہر مذکور خوب آباد تھا اور عالم فاضل یہ غالب تھے کہ ماہ رمضان میں مقدور نہ تھا کہ دوپہرہ ڈھلے تلک نان بائی یا بھٹیارہ تنور گرم کرے یا بھڑبونجا بھاڑ جھونکے یا کوئی بازار میں دن دیے حقہ پیے احیاناً اگر کسی سے ایسی حرکت ہو جاتی تو محتسب کے ہاتھ سے اس کی آب رو جاتی شہر کے اندر باہر درگاہیں اکثر کیوں کہ ہزاروں بزرگ صاحب کمال اس سرزمین میں آسودہ ہیں لیکن صاحب ولایت سید محمد ترک مزار اس بزرگ کا بستی کے اندر ہے سال ہائے سال گزرے کہ کفار کے ہاتھ سے وہ بزرگوار شہید ہوا عجیب و غریب حکایات و خرق عادات اس کے مزار سے وہاں کے باشندے منسوب کرتے ہیں اور اپنی مرادوں کے لیے جمعرات کو جاکر وہاں چوکیاں بھرتے ہیں لیکن بت خانہ دیہرا اس وقت تلک قصبہ مذکور کی اطراف میں کوئی ہندو بنا نہ سکا تھا چناں چہ ایک اتیت نے نواب مظفر خاں خان دوراں کے بھائی کو بہت سے روپے نذرانہ دے کر چاہا تھا کہ ایک بت خانہ وہاں بنا کے اور بنیاد کفر کی قائم کرے اتفاقاً اس وقت نواب مرحوم کا قصبہ مذکور سے سات کوس کے فاصلے پہ ڈیرا تھا علاوہ اس کے سرکار مذکور اس کی جاگیر بھی تھی۔ غرض اس اتیت نے آبادی کے قریب بت خانہ کی نیو ڈالی بلکہ تھوڑی سی دیوار بھی اٹھائی کہ شاہ عبدالباقی پیرزادے کو یہ خبر پہنچی سنتے ہی سوار ہوا اور سیکڑوں اشخاص خواص عوام سے اس کے ساتھ ہو لیے آخر آن کر دیہرے کی بنیاد ڈھائی

اور اہیت کو خوب سزا دی اُس نے جاکر نواب سے فریاد کی۔
نہایت غصہ ہو اور کئی سرداروں کو معہ فوج بھیجا کہ پیرزادے کی
حویلی ڈھاویں اور گھر لوٹ لیں لیکن شیخ اپنے مکان میں بہ استقلال
یادِ الٰہی میں بیٹھا رہا مطلق نہ ڈرا یہاں تک کہ وہاں کے لوگوں
کو منع کیا کہ کوئی میری مدد کو نہ آئے اور اپنے تئیں اس بلا میں
نہ پھنسائے کہ سوائے قادر لایزال اس وقت کسی سے یاری و
مددگاری منظور نہیں کیوں کہ جنگ و جدل فقیروں کا دستور نہیں
القصّہ وہ لوگ جو بہ ارادۂ پرخاش آئے تھے یہ سوچے کہ دنیا
کے واسطے ایمان کھونا اور عاقبت سے ہاتھ دھونا عبث ہے چارو
ناچار ہر ایک شیخ سے بہ ارادت پیش آیا اور نقد ایمان اپنا دنیا
کے لالچ پر کسی نے نہ گنوایا نواب نے بھی اس ماجرے کو سُن کر
انفعال کھینچا اور اُس کارِ ناشایستہ سے ہاتھ اُٹھایا جب احمد شاہ
کی بادشاہت ہوئی ملک و معاش وہاں کے نجبا کی گھٹنے لگی
جماعت میں ان کی تفرقے نے راہ پائی جس نے بہتا اپنا
جدھر دیکھا ادھر کی راہ لی آخر شہر مذکور ویرانہ بن گیا اور جس نے
چاہا وہاں عمل کر لیا اب تلک تو یہی حالت ہے آگے دیکھیے کیا ہو
الغیب عنداللہ اور شاہ جہاں آباد سے تیس کوس کی مسافت پر
پانی پت ایک قدیم قصبہ ہے شیخ شرف بوعلی قلندرؒ وہیں پیدا ہوا
اور چالیس برس کا ہو کے دلّی میں آیا پھر خواجہ قطب الدینؒ کی
خدمت میں مشرف ہوا لیکن بیس برس تک علوم ظاہری کی تحصیل
میں رہا جب نورِ ربانی کی تجلی اس کے آئینۂ باطن میں ہوئی

ساری کتابیں جمنا میں ڈبو دیں اور مسافرت اختیار کی جس وقت
روم میں پہنچا شمس تبریزؒ و مولوی رومؒ سے استفادہ اٹھایا سوائے
ان کے بھی وہاں کے اکثر اولیا سے بہت سا فائدہ پایا ناداں اپنے
وطن کو پھرا جب کہ وہاں پہنچا کنج عزلت میں بیٹھا یہاں تلک کہ
جہان سے اٹھ گیا اس کے بھی کشف و کرامات کا ایک عالم گواہ ہے
اور مزار ایک جہان کی زیارت گاہ۔ سرہند قدیم شہر ہے سامانے کے
متعلقات سے فیروز شاہ نے اپنی سلطنت میں سن سات سو ساٹھ
ہجری کے بیچ اسے جدا کرکے ایک علاحدہ پرگنہ مقرر کیا آبادی اور
رونق اس کی پھر دن بہ دن بڑھتی گئی اگرچہ وہاں کی زمین میں بھی اکثر
خدا رسیدہ سوتے ہیں لیکن شاہ جہاں کے عہد میں شیخ فرید ثانی اور
شیخ معصوم کابلی اپنے معاصرین میں نہایت غنیمت و صاحب کیفیت
تھے سیکڑوں ان کے مرید ہوئے اور ہزاروں بھولے بھٹکے ان کے
وسیلے سے منزلِ مقصود کو پہنچے وے بھی وہیں آسودہ ہیں اور ساڈھورے
میں شاہ قمیص مدفون ہیں یہ بھی اپنے وقت کے فقرا میں نہایت
صاحبِ رتبہ تھے اور سنام میں شیخ نبوی کی درگاہ ہے وہاں بھی
ایک خلق پھول ریوڑی چڑھاتی ہے اور اپنے اعتقاد میں مراد انھی
کے وسیلے سے پاتی ہے اور ہانسی میں مزار شیخ جمال الدین کا ہے یہ
مردِ خدا شیخ فرید شکر گنجؒ کے خلفا سے ہے سوائے اس کے صوبہ
مذکور میں اور بھی صاحبانِ حال و قال کے مزار بے شمار ہیں لیکن
منظور اختصار تھا بنا بر اس کے احوال مفصل ان کا نہ لکھا اب
تھوڑے سے مکان ہنود کی پرستش کے جو اس صوبے میں ہیں ان

کا احوال لکھتا ہوں - سرہند سے بیس کوس کے فرق پر بھوانا گھاٹ ایک معبد ہے بشن نرائن اس کو مہادیو کہتے ہیں ہندوؤں کی قدیم پرستش گاہ ہے لیکن فدائی خاں کہ امراے عظام سے تھا اس نے عالمگیر کے سن چار جلوسی میں وہیں رہنا اختیار کیا نام اس کا بجنور رکھا وہاں کے راجا کو کہ کئی پشت سے راج کرتا تھا حسب الحکم بادشاہ کے نکال دیا اور ایک باغ نہایت مطبوع خوش قطع پانچ درجے کا بنایا عمارتیں اس کی نپٹ الوٹھی اور بیٹھکیں نہایت لگوٹھیں جی اگر کیسا ہی اداس ہو تو وہاں لگ جائے بلکہ دل پر اداسی پھر کبھو نہ آئے سوائے مکانات کی صنعت کے یہ عجب کام کیا کہ دامن کوہ کی آب جو کو اس باغ میں اس حکمت سے لایا کہ وہاں جتنے حوضوں اور نہروں میں فوارے تھے اسی کے پانی سے چھوٹنے لگے محتاج خزانے کے نہ رہے اور گلاب بھی اس کثرت سے اس میں پھولتا ہے کہ موسم میں ہر روز ان گنت پھول خوش رنگ و پاکیزہ اترتے ہیں چناں چہ خلاصۃ التواریخ کا راقم لکھتا ہے کہ میں موسم بہار میں جس دن اس گلزار سراپا بہار کی سیر کو گیا تھا اس دن چالیس من گلاب کے پھول اتر کر گلاب خانے میں گئے تھے۔

بیت

روش پر بھی اس کی تھے پھولوں کے ڈھیر
نہ ہوتے تھے پر سیر سے اس کی سیر

غرض سال بہ سال پھولوں کی وہاں ترقی اور بہار کی زیادتی تھی تھانیسر ایک پرانی بستی ہے سرہند سے تین کوس پر جنوب رو

قریب اس کے کورکھیت نام ایک بڑا تالاب ہو ہندی کتابوں میں
اس کو ناف زمین لکھا ہو اور پیدائش کی ابتدا بھی ہندوؤں کے
نزدیک اسی مکان میں ہوئی ہو۔ حاصل یہ ہو کہ اس کو بڑا تیرتھ
جانتے ہیں اور نہاتا اس میں ثواب عظیم خصوصاً سورج گہن میں
کیوں کہ اس روز دور دور سے گروہ گروہ رنڈی مرد عام خاص بلکہ
سب چھوٹے بڑے آن کر وہاں جمع ہوتے ہیں اور نقد و جنس انواع و
اقسام کے ظاہر و مخفی خیرات کرتے ہیں ہرچند کہ ان میں کوئی کیسا ہی
بخیل یا مفلس ہو پر اپنی قدر و طاقت سے زیادہ دان پن کرتا ہو بلکہ
سوائے تالاب مذکور کے اڑتالیس کوس تک جتنی جھیلیں تالاب اور
حوض کوئے اطراف شہر کے اور وے مکانات جن کے نزدیک
سرستی ندی بہتی ہو بلکہ وہ بیٹھکیں تھیں کہ اگلے منیوں کے نام سے
مشہور ہیں اور قدیم کتابوں میں مسطور ان سب کو تیرتھ جانتے ہیں اسی
سبب پانڈو اور کورو کہ پیشوا ہندوؤں کے تھے آپس میں لڑ کر وہیں
مارے گئے اور چالیس کوس دلّی سے پرے شمال رو سنبھل ایک
قدیم شہر اس میں ہر مندر ایک پرانی پرستش گاہ ہنود کی ہو کہتے ہیں
کہ دور آخری میں ایک اوتار وہیں سے نکلے گا قریب اس کے نانک متا
بابا نانک کے چیلے اور سیوک وہاں اکثر جمع ہوتے ہیں اور جپ تپ
میں مشغول رہتے ہیں۔ اتّر طرف اس کی کماؤں کا پہاڑ سونے
رُپے تانبے شیشے رہے گندھک سہاگے کی کان ہو سوائے اس کے
باز و شاہین اور جنگل گیر پرندے وہیں سے آتے ہیں بلکہ سرہ گائے
مشک کے ہرن ریشم کے کیڑے پہاڑیے ٹانگن اکثر وہیں ہوتے

ہیں اور سفید شہد بھی بہتات سے وہیں ملتا ہے از بس کہ بستی اس کی محفوظ اور بے لگاؤ ہے بہ سبب اس کے اڑتلے کے زمین دار وہاں کے بادشاہوں سے نہیں دبتے ہمیشہ بغی رہتے ہیں راقم ایک ایک مرتبہ ہم راہ نواب آصف الدولہ مرحوم کے حسن رضا خاں بہادر مغفور کی رفاقت میں نانک متے تلک گیا ہے لیکن پہاڑ کی گھاٹی میں اتفاق جانے کا نہیں ہوا بلکہ کوئی شخص لشکر کا وہاں نہیں جا سکا فی الواقع راہ اس پہاڑ کی نہایت سخت اور کڈھب ہے لیکن پہاڑیے وہاں کی جنس میوہ اکثر لا کر لشکر میں بیچ جاتے تھے خصوصاً اخروٹ بہتات سے اور نہایت سستے الغرض اس صوبے میں دو دریا بڑے ہیں ایک جمنا کہ سرچشمہ اس کا معلوم نہیں اکثر سیاح جہاں گرد خصوصاً وہ کہ چین سے پہاڑوں کی راہ آتے جاتے ہیں ان کی زبانی یوں سنا ہے کہ یہ دریا چین میں سے ہوکر پہاڑوں کو کاٹتا ہوا بشن بھیر میں پہنچا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس ملک میں سونا بہت ہوتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اکثر سنگ ریزے وہاں کے تاثیر پارس کی رکھتے ہیں لوہا تانبا ان کو لگ کر سونا ہو جاتا ہے لیکن پہچانے نہیں جاتے اس واسطے وہاں کے باشندے گھوڑے ٹٹو گائے بیل کے پانو میں نعل باندھ کر چرنے کو وہاں کے پہاڑ پر چھوڑ دیتے ہیں بسا اوقات ان کے نعل سونے کے بن جاتے ہیں اور اس ملک کے حاکم کے یہاں نقارے بھی سونے کے ہیں پھر اور اشیا اور ظروف کا تو کیا شمار ہے۔ القصہ دریاے مذکور اس دریا میں سے ہوکر سرمور میں آیا ہے چناں چہ وہاں کے زمین دار سلاطینِ ہند کو بلکہ وہاں کے وزرا امرا

تلک دریا کی راہ سے برف کشتیوں پر بھیجتے تھے اسی سبب عوام الناس
وہاں کے راجا کو برفی راجا کہتے تھے پھر وہاں سے پہاڑ پر ہوکر اُس
زمینِ مسطح پر پہنچا ہو کہ شاہ جہاں نے وہیں اس کے کنارے پر ایک
قصرِ عالی شان بنایا ہو بلکہ ہر ایک امیر صاحبِ منزلت نے سوائے
ان کے بعضے بعضے اور بادشاہی بندوں نے بھی موافق اپنی قدر و
حوصلے کے عمارتیں ستھری ستھری دل چسپ بنائی ہیں اسی جہت سے وہاں
ایک معمورہ مختصر سا لگونہان وہاں بن گیا اور مخلص پور اس کا نام ہوا چناں چہ
بادشاہ اکثر وقت وہاں سیر کو جاتے اور ایک حظ اُٹھاتے تھے۔ اُسی مقام سے
شاہ نہر کہ آدھی جمنا برابر ہو شاہ جہاں آباد میں کاٹ کر لے گئے
ہیں اور دریائے مذکور پہاڑ سے اُتر کر اکثر محال کی تازگی کا باعث
ہوا ہو چناں چہ قلعۂ ارک اور کتنے مکان بادشاہی امیروں کے اسی
کے کنارے ہیں۔ پھر وہاں سے متھرا اور گوکل اور بندرا بن میں
پہنچا یہ دار الخلافت سے پندرہ فرسخ کا عرصہ رکھتے ہیں۔ پھر
اکبر آباد کے تلے گیا چناں چہ وہاں بھی اکثر عمارات بادشاہی اور
امیروں کی حویلیاں لبِ دریا ہیں۔ بعد اس کے اٹاوے کے شہر و
قلعے کے نیچے جا نکلا پھر کالپی کے متصل گیا اس کے بعد اکبر پور
میں چناں چہ عمارتیں راجا بیربل کی اُسی کے کنارے پر ہیں اور
راجا مذکور شہرِ مسطور ہی میں پیدا ہوا اور اسی شہر کے تلے دریائے
چنبل اور تیوہ اور استان سوائے ان کے اور بھی دریا گونڈوانے
کی طرف سے جُدا جُدا آکر اُس میں ملے ہیں۔ پھر جمنا ملکو سے
میں ہوکر الہ آباد کے قلعے کے نیچے گنگا سے آملی اور دوسرا دریا

گنگا اُس کے بھی سر چشمے سے کوئی واقف نہیں لیکن ہندوؤں کے عقیدے میں یوں ہو کہ گنگا بیکنٹھ سے اُتری شرح اس کی ہنود کی قدیم کتابوں میں ہو اور کیلاس پربت پر جو چین کے متصل جانکی چناں چہ فردوسی کے شاہ نامے میں ہو کہ پیغمبر کی عبارات سیاؤش بن شاہ کیکاؤس کی لب گنگ ہیں پھر وہاں سے کوہستان بدری میں آئی وہیں ایک احاطہ برف کا ہو کہ ہمانچل اس کو کہتے ہیں ہندو اپنی کایا کو اسی میں گلانا باعث آخرت کی نجات کا جانتے ہیں چناں چہ پانڈوں نے جاکر اپنے بدن اس میں گلائے لیکن کنارے اس دریا کے اس پہاڑ میں اس قدر بلند ہیں کہ پانی بہ دقت دکھائی دیتا ہو ناؤ پر آدمی پار نہیں جا سکتے اس واسطے گزارے کی جگہ بڑے بڑے موٹے رسّے دونوں کناروں کے درختوں سے مضبوط باندھتے ہیں اور چھینکوں پر ان کے سہارے سے پار اترتے ہیں غرض بدری ناتھ کی پرستش کو خلائق شہر شہر سے آتی ہو لیکن اس طرح کا طور گزارے کا جو کسی آدمی نے نہیں دیکھا بہ سبب اس کے آتے جاتے اس پر نہایت ڈرتے ہیں بعد اس کے دریائے مذکور بدری ناتھ کے پہاڑ سے بہتا ہوا سری نگر تلے آیا اور وہاں سے رکھی کیش میں جاکر ہردوار کے پہاڑ میں جا نکلا ہو اگرچہ گنگا سرتاسر ہندوؤں کے مذہب میں پوجنے کے قابل ہو علی الخصوص اس مقام کے بیچ چناں چہ ہر سال بیساکھی کے نہان کو ہر طرف سے ایک خلقت آکر وہاں جمع ہوتی ہو پر جس سال کہ مشتری دلو میں آتی ہو زبان ہندی میں اُسے کنبھ کہتے ہیں اس برس دور دور کے لوگ کثرت سے آتے

ہیں اور وہاں نہاتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ وہاں کا نہانا دان پُن اور ناخن لینا سر مُنہ کے بال مُنڈانا بڑا ثواب جانتے ہیں بلکہ مردوں کی ہڈیوں کو بھی اس جگہ گنگا میں ڈالنا وسیلہ نجات کا سمجھتے ہیں۔ اور پانی وہاں کا بہ طور تحفے کے بہنگیوں میں ملک بہ ملک پہنچاتے ہیں لُطف یہ ہے کہ مدتوں پانی اُس دریا کا اگر باسنوں میں رہے مطلق نہیں بگڑتا کیڑا اس میں کبھی نہیں پڑتا ساتھ اس کے میٹھا اور ہلکا سارے دریاؤں کے پانی سے ہے۔ اس پر خوبی یہ کہ ہر ایک کے مزاج کو راس آتا ہے یہاں تک کہ بعضے بیماروں کو شفا بلکہ کتنی مزمن بیماریوں کو فائدہ دوا کا بخشتا ہے باوجود اس کے تن درستوں کو توانائی تازگی معدے کو صفائی قوتِ ہاضمہ کو ترقی دیتا ہے سوائے ان باتوں کے رطوبتِ غریزی کو بڑھاتا ہے بھوک زیادہ لگاتا ہے رنگ لال کرتا ہے اور مزاج بحال۔ اسی واسطے ہندستان کے بادشاہ اور اکثر امرا کہیں ہوں یہ اسی کا پانی پیتے ہیں قصہ مختصر یہ دریا و ہردوار سے سادات باڑھہ کی بستی میں ہوتا ہوا ہستنا پور کے متصل جا پہنچا پھر وہاں سے گڈھ مکتیسر و انوپ شہر و کرناس و سورون اور بدآؤں کے قریب اور وہاں سے قنوج کے متصل ندان شیوراج پور اور کھجوئے و مانک پور میں ہوتا ہوا قلعے الہ آباد کے تلے جا نکلا ہے وہیں جمنا بھی کئی دریاؤں سمیت اُس میں آ ملی پھر گنگا جمنا چنار گڑھ اور کئی محالوں کے تلے ہوتی ہوئی بنارس کے نیچے جا پہنچی۔ غرض پٹنے کے تلے پہنچتے پہنچتے بہتر دریا اتر اور دکھن کے پہاڑوں سے جُدا جُدا آکر اس میں ملے پہ نام اسی کا باقی رہا مگر پاٹ بہت بڑھ گیا کہ کنارا وہاں بہ وقت نظر آتا ہے اور برسات میں

تو دکھائی ہی نہیں دیتا پھر وہاں سے راج محل و مرشدآباد و میرداد پور و ہجرا ہٹی میں ہوتی ہوئی جہاں گیر نگر کے تلے پہنچی ڈھاکہ بھی اسی کا نام ہے۔ بعد اس کے کئی فرسخ جاکر دو حصے ہوئے ایک تو شرق رُو جاکر چاٹ گام میں شور دریا سے مل گیا نام اس کا پدماوتی ٹھہرا دوسرا جنوب کی طرف جاکر تین ٹکڑے ہوا ایک کو سرستی کہتے ہیں دوسرے کو جمنا تیسرے کو گنگا۔ پھر اُس کے چھوٹے چھوٹے ہزار سوتے ہوکر بندر چاٹ گام کے نزدیک دریائے عمل میں مل گئے بات اس کے سرستی اور جمنا بھی اس میں آمیں ہے تحقیق یہ ہے کہ گنگا راج محل سے آگے بڑھ کر متصل قاضی ہٹے کے جب پہنچی نام اس کا پدا ہوا وہیں سے ایک سوتا جدا ہوکر مرشدآباد کی طرف گیا پھر ندیا میں پہنچ جلنگی سے مل کلکتے کے نیچے ہو دریاے شور سے جا ملا اسی کا نام بھاگیرتی ہے اور پدا کہ اصل گنگا ہے وہ چاٹ گام میں جاکر سمندر سے ملی لیکن ڈھاکے سے یہ دریا تین کوس پر ہے متصل اس کے بوڑھی گنگا۔ قصہ کوتاہ چاٹ گام کے دریا تک پہنچتے پہنچتے گنگا جمنا سرستی کے ہزار سوتے ہوگئے اور اکثر سیاحوں کی زبانی سننے میں یوں آیا ہے کہ گنگا کے کنارے پر ابتدا سے انتہا تلک بیش تر مٹھ مرد چور مفسد راہ زن بستے ہیں وجہ اس کی ایک نُطفت سے صاحب خلاصۃ التواریخ نے یہ لکھی ہے کہ از بس کہ اس میں نہانے سے گناہ لوگوں کے جسم سے دور ہوتے ہیں۔ اغلب کہ وہی ہی بہ طور تناسخ پیکرِ انسانی میں جنم لے کر خلق کو یہاں اذیت دیتے ہیں۔ فی الجملہ صوبۂ مذکور کی آب و ہوا قریب اعتدال کے ہے

اور زراعت اُس میں بارانی و سیلابی اور کہیں کہیں کنوؤں سے بسہ فصلہ ہوتی ہے۔میوہ بھی ایران و توران تک کا گوناگوں کثرت سے اور پھول خوش بودار اور رنگین طرح بہ طرح کے بہتایت سے ہر فصل میں ہوتے ہیں عمارتیں بھی بڑی بڑی پختہ سنگین و خشتی افراط سے بنتی ہیں۔صوبہ اکبرآباد اس کے مشرق کی طرف صوبہ لاہور مغرب کی طرف صوبہ اجمیر جانب جنوب کماؤں کا پہاڑ جانب شمال اور پٹول سے اکبرآباد لے کر تا لدھیانہ کنارہ دریائے ستلج طول ایک سو ساٹھ کوس کا اور سرکار ریواڑی سے کماؤں کے پہاڑ تک عرض ایک سو بیالیس کوس۔غرض شاہ جہاں آباد و سرہند و حصار فیروزہ سہارن پور و سنبھل و بداؤں و ریواڑی و نارنول آٹھ سرکاریں متعلق ان کے دو سو انتیس محال آمدنی اس صوبے کی چوہتر کروڑ تریسٹھ لاکھ تیس ہزار دام اور یہ اصطلاح میں متصدیوں کی پچیس واں حصہ پیسے کا ہے ؁

صوبہ مستقر الخلافہ

اکبرآباد آگرہ ایک گانو پرگنہ بیانہ کے متعلقات سے تھا۔سلطان سکندر لودی نے اس مکان کو پُر فضا دیکھ کر تخت گاہ مقرر کیا اور ایک شہر نہایت خوب بسایا اس کے بعد بادل گڑھ مشہور ہوا پھر شاہ جلال الدین اکبر نے ممالک محروسہ کا بیچوں بیچ سمجھ کر ایک قلعہ نہایت مستحکم بنایا ساتھ اُس کے شہر بھی نہایت وسیع و خوش اسلوب پُر عمارت بسایا سچ تو یہ ہے کہ کسی جہاں دیدہ نے قلعہ

اس متانت کا اور شہر اس وسعت کا نہیں دیکھا جمنا چار کوس تلک شہر کے درمیان بہتی ہے دونو طرف عمارتیں عالی شان اور رنگ بہ رنگ کے مکان خدا کی قدرت کا تماشا دکھاتے ہیں باوجود اس کے اشخاص ہر قوم کے اور باشندے ہر ملک کے کثرت سے مجتمع۔ علاوہ القیاس اجناس و اشیا بھی ہر ہفت اقلیم کی جیسی چاہیے ہر وقت بہتایت کے ساتھ موجود بھانت بھانت کے میوے ہر شہر و ولایت کے اور برنگ بہ رنگ کے پھول ہر فصل میں بہ خوبی بہم پہنچتے ہیں پر وہاں کے خاص میووں میں خربوزہ نہایت شیریں و خوش مزہ و خوش بو دار ہوتا ہے لیکن کچھ چھوٹا اسی واسطے اکبرآباد کی جالی مشہور ہے پان بھی وہاں کا نازک تر ساتھ عطریت کے۔ سوائے اس کے اشیا بھی انواع و اقسام کی لطیف و اعلا بنتی ہیں۔ کاری گر بھی اپنی اپنی صنعت میں کامل موجود خصوصاً کارچوب یہاں کا سنہری روپہلی نہایت چوکھا اور جگمگا ہوتا ہے بنا بر اس کے اکثر سوداگر کارچوبی تھان اور چیرے خرید کر ملک بہ ملک لے جاتے ہیں اور انتفاع اکثر اٹھاتے ہیں وقصہ مختصر شہر مذکور نہایت آباد اور بارونق ہے مزار بھی اس میں علما و اولیا کے اکثر ہیں اور مقبرہ محمد اکبر بادشاہ و شاہ جہاں کا غریب اس کے نہایت اسلوب و نمود کے ساتھ ہے۔

بیانہ

قدیم زمانے میں ایک بڑا شہر تھا اور قلعہ بھی اس کا

نہایت مضبوط و محفوظ اگلے وقت میں گنہ گار بندی والوں کو وہیں رکھتے تھے مہندی وہاں کی نپٹ رنگین اور آم بھی بہت بڑا وزن میں قریب ایک سیر کے۔

سیکری

ایک گانو ہی اسی کے علاقے کا اکبرآباد سے بارہ کوس پر اکبر بادشاہ نے شیخ سلیم چشتی کے فرمانے سے وہاں ایک قلعہ سنگین بنایا ساتھ اس کے عمارتیں اچھی اچھی خانقاہیں خوب خوب مسجدیں پاکیزہ پاکیزہ بنائیں پھر فتح پور اس کا نام رکھ کر دارالسلطنت مقرر کیا متصل اس کے ایک بڑا تالاب ہی دو کوس کے پھیر میں کنارے پر اس کے ایک بڑا ایوان و ایک منارہ عالی شان علاوہ اس کے ایک مکان ہاتھی لڑانے کا بہت بڑا اور چوگان گاہ نپٹ پر فضا قریب اس کے سنگ سرخ کی کھان چناں چہ ستون اور چٹانیں سوائے ان کے عمارات کے لوازم جس قدر اور جتنے اندازے کے درکار ہوں وہاں سے نکل سکتے ہیں۔

گوالیار

نامی قلعہ ہی آب و ہوا اس کی نہایت خوب استواری مضبوطی بھی نپٹ مشہور باسلوب سلطنت کے جو زندانی قابل حفظ کے ہوتے تھے اُن کا ٹھکانا وہیں تھا۔ باشندے وہاں کے ہرزہ زبان آور گویّے نہایت بااثر اور محبوب دل ربائی میں خوب چالاک

اور قیامت کے بلے باک ہوتے ہیں۔ مزار شیخ محمد غوث کا بھی وہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ مذکور اپنے عہد کے صاحب کمالوں میں ممتاز تھا اور تسخیر مریخ اس کے عمل میں تھی۔

کالپی

ایک شہر ہے جمنا کے کنارے بہت سے صاحب کمال درویش اس سرزمین میں بھی آسودہ ہیں۔ ساتھ اس کے مشہور ہے کہ جھیم کے تودے کے غار میں وہاں فیروزے اور تانبے کی کھان ہے لیکن مداخل و مخارج اس کے برابر ہیں پر گرمی اپنے موسم میں وہاں حد سے زیادہ پڑتی ہے یہاں تک کہ اس کے اطراف میں بیشتر بادِ سموم چلتی ہے۔ اکثر راہ رو اس کی حدت سے تونس کر اذیت پاتے ہیں بلکہ بعضے تو مر ہی جاتے ہیں۔ اسی ڈر سے وہاں کے باشندے اس رُت میں بیشتر گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں پھرتے چلتے نہیں مگر بہ ضرورت گرمی کا وقت ٹال کر۔ مصری بھی وہاں کی بلادِ ہند میں مشہور ہے متھرا قدیم بستی ہے اسی دریا کے کنارے پر کنھیا کی پیدایش وہیں ہوئی ہے اور ہندوی کتابوں میں بزرگی اور برتری اس طبقے کی بہت لکھی ہے۔ فی الواقع ہندوؤں کا بڑا تیرتھ ہے، آغازِ آفرینش سے اس کو پرستش گاہ جانتے ہیں۔ ٹھاکر وہاں کا عالمگیر کے وقت میں کیشو رائے تھا چناں چہ بادشاہ نے اس کے مندر کو توڑ کر وہیں ایک مسجد بنائی ہے اور عبد النبی خاں فوج دار نے وسط شہر میں ایک مسجد عالی شان بناکر دنیا میں نام کیا اور عاقبت میں ثواب لیا۔ سوائے اس کے

بسرانت میں دریا کے کنارے سے اندر تلک کئی سو سیڑھیاں سنگین و پختہ بنائیں چناں چہ جیٹھ بیساکھ میں بھی کچھ اوپر سو پانی میں ڈوبی رہتی ہیں بہ سبب اس کے زینت گھاٹ کی بڑھ گئی اور نہانے والوں کو راحت حد سے زیادہ ہوئی۔ حاصل یہ ہو کہ ہندوؤں کو بھی راضی کیا اور شہر مذکور میں نیک نام ہوا۔

قنوج

قدیم شہر ہو گنگا کے کنارے نپٹ خوش آب و ہوا میوہ بھی وہاں کا اکثر خوب و بامزہ ہوتا ہو۔ بلہور کہ ایک پرگنہ سرکار مذکور کا ہو اس کے تعلقے کا ایک قصبہ مکن پور درگاہ سید بدیع الدین عرف شاہ مدار کی وہیں ہو اکثر لوگ ان کو مانتے ہیں خصوصاً عوام بیش تر ارزال اور فقیر بھی۔ اس گھرانے کے ایسے ہی کچھ اکثر جاہل سلسلہ اُن کا آزادوں کے نزدیک درست نہیں اور بانا اس بزرگ کا انھی سفیہوں نے سیاہ مقرر کیا چناں چہ سنہری علموں میں سیاہ پٹکے باندھ کر دوم دوم کرتے ہوئے گلی گلی لیے پھرتے ہیں خصوصاً جمادی الاول میں تو نہایت شورش مچاتے ہیں سوائے اس کے ہر سال دور دور کے لوگ زن و مرد کثرت سے لیکن بیش تر پاجی رذالے مداریے فقیروں سمیت ہاتھوں میں ان کے وہی علم ربانے بجاتے ہوئے بڑی دھوم سے قصبہ مذکور کو چلتے ہیں اسی مجمع کا نام چھڑی ہو اور میدنی بھی اسی کو کہتے ہیں۔ دھر جا پیئے یا نہ جا پیئے قصہ کوتاہ ماہ مسطور میں اس بزرگ کے مزار پاس کئی

دن جمع رہتے ہیں قسم قسم کی نذریں نیازیں چڑھاتے ہیں جب سترھویں
تاریخ قل ہوچکتا ہے تب اپنے اپنے وطن کو روانہ ہوتے ہیں اور اس
امر کو حج و عمرہ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ ہر چند کہ یہ چلن ایک مدت سے
چلا آتا ہے پہ بانی اس کا سوائے بھٹیہے اور بنگلیے کے کوئی نہیں
ٹھیرتا۔ ساتھ اس کے جاہل و پاجی بھی وہ مقرر ہوگا آثار اس ڈنگل کے
اس پہ دال ہیں اگرچہ شیخ مذکور کی نیکی بدی ان امور سے ثابت نہیں ہوتی
لیکن قاضی نوراللہ سوستری رحمۃ اللہ علیہ نے مجالس المومنین میں امامیہ مذہب
اس کو لکھا ہے۔ العلم عند اللہ قصہ مختصر اس صوبے میں بھی دریا دو ہی عمود
کے ہیں ایک تو جمنا جس کا احوال سابق لکھنے میں آیا دوسرا چنبل کہ
اکبرآباد سے آٹھ کوس کے فرق سے ہوتا ہوا بھدا ورو سرکار ایرج کے
محال سے گذرتا ہوا اکبرپور کہ متعلق کالپی کا ہے وہاں پہنچ کر جمنا سے جا ملا
لیکن دریاے مذکور کی برآمد کا مقام مالوے کے متعلقات سے ہے یعنی
خاص پور عرض گھاٹم پور اس صوبے کے پورب طرف گنگا اتر رخ
چندیری دکھن طرف پلول پچھم رخ طول صوبہ مذکور کا گھاٹم پور الہ آباد کے متعلق
سے لے کر تا پلول کہ شاہ جہاں آباد کے عملے سے ہے ایک سو ستر کوس
اور عرض قنوج سے تا بہ چندیری کہ وہ مالوے کے مضافات سے ہے
سو کوس القصہ سرکار اکبرآباد و باڑی و الور و تجارہ و ایرج و کالپی
و کوسا نولان و قنوج و کول و نروده منڈلاور گوالیار وغیرہ چودہ سرکاریں
متعلق ان سے دو سو اڑسٹھ محال آمدنی آٹھ کروڑ اٹھارہ لاکھ پینسٹھ
ہزار آٹھ سو دام لیکن برسوں سے سرکار قنوج صوبۂ اودھ
میں داخل ہے۔

ڈیک کمنبھیر

بھرت پور بھی گویا صوبہ اکبر آباد کے متعلقات سے ہیں اٹھارہ اٹھارہ یا اُنیس اُنیس کوس کا فاصلہ ان سے اور شہر مذکور سے ہی قلعے ان کے نہایت محفوظ و کلاں ساتھ اس کے اسباب جنگی اور ذخیرے ہر ایک میں اس بہتات کے ساتھ کہ سال ہا سال قلعے والے محتاج ان امور کے نہ ہوں خصوصاً بھرت پور میں بالفعل وہی رنجیت سنگھ کا مسکن ہے قلعہ مذکور سب سے زیادہ مضبوط و محکم چناں چہ اس کے گرد کی کھائی ایک چھوٹی سی ندی ہے کہ ناؤ اس میں چلے سوائے اس کے اور اسباب اور آثار حفاظت کے بہت سے ہیں پر وسعت میں ڈیک کا قلعہ اس سے زیادہ ہے لیکن مستحکم و محافظ ایسا نہیں چناں چہ ذو الفقار الدولہ نجف خاں میر بخشی نے بھی نول سنگھ کی لڑائی مار کر اس کو چھین لیا تھا لیکن بھرت پور کا ارادہ نہ کیا بلکہ ٹال دیا ریاست ان کی راجا بدن سنگھ سورج مل جاٹ کے باپ سے شروع ہوئی اور اس امر کی ترغیب راجا جے سنگھ جے پور والے نے اس کو دی بلکہ موجب اس کی ترقی کا بھی کچھواہوں میں کا خاندان ٹھہرا۔ چناں چہ ایسری سنگھ نے محمد شاہ فردوس آرام گاہ سے ایک لاکھ چالیس ہزار روپے پر میوات کا بھی اس کو اجارہ کروا دیا سوائے اس کے ملکی مالی ہر امر میں اس کا مددگار تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جے نگر کے راجاؤں نے جاٹوں کو اپنا سد راہ ٹھہرایا تالیف قلوب کے لیے آپ بھی ان سے بہ سلوک پیش آتے تھے اور حضور اعلا سے بھی رعایتیں

کرواتے تھے۔ پھر تو دولت اُن کی دن بہ دن بڑھنے لگی اور ریاست
رونق پکڑنے لگی بدن سنگھ نے اپنے بیٹے جی سورج مل کو مختار کیا اور
آپ الگ ہو بیٹھا اس نے اس سے زیادہ گڑھوں کی تیاری کی اور
شہروں کی آبادی کو ترقی بخشی سپاہ کو احوال پر بہت متوجہ ہوا ہر ایک
رسالے دار سردار سے بیش تر سلوک کیا تھا ہر اس کے اکثر کار ہائے عمدہ
اس کے ہاتھ سے نکلے بلکہ بعضے بت باہری کام اس نے کیے چناں چہ
نواب ذوالفقار جنگ سید صلابت خاں میر بخشی پہ غالب ہوا اور نواب
حکیم خاں شاہ بہادر اس معرکے میں مارا گیا۔ غرض ان کی ریاست کو جو ایک
مدت رہنا ہو بہ سبب اس کے سوائے راجا رتن سنگھ کے جو ہوا ہو مدبر اور
شجاع پر راجا مذکور کچھ بودا نہ تھا مگر عیاش اور غافل اسی سبب سے
رو پا نند کیمیاگر کے ہاتھ سے کُشتہ ہوا۔ قصہ مختصر شورشیں اور شرارتیں
تو یہ اورنگ زیب کے وقت سے کرتے تھے چناں چہ زور آور سنگھ
اکبرآباد و شاہ جہاں آباد کے قافلے اکثر لوٹ لے جاتا تھا اور مسافروں
بےچاروں کو اقسام کی ایذائیں پہنچاتا تھا۔ سینسنی کی نواح میں ایک
گڑھی بھی اس نے اپنے حفظ کے لیے نہایت مستحکم بنائی تھی اُس کے
اڑنے سے فوج بادشاہی سے بھی کتنے دنوں لڑا چناں چہ اکبرآباد کے
ناظم نے ہر چند اس کے لینے کا قصد کیا پہ کچھ نہ ہو سکا لاچار دست بردار
ہوا۔ آخر شاہ زادۂ بیدار بخت نے آ کر تین مہینے تک اس کا محاصرہ کیا
جب ذخیرہ نبڑ چکا تب زور آور سنگھ شاہ زادے کی خدمت میں دست
بستہ حاضر ہوا بلکہ ہم راہ اس کے دکھن گیا اورنگ زیب نے کہ اُس
کے ہاتھ سے بہ تنگ تھا توپ کے منہ دھر کے اُڑا دیا پھر جاٹوں نے

اپنا رئیس راجا رام کو مقرر کیا قصہ کوتاہ بنیاد ان کی عالمگیر کے وقت سے بندھی پھر جوں جوں سلطنت ضعیف ہوتی گئی یہ قوت پکڑتے گئے چناں چہ اب تلک کہ شاہ عالم کا اڑتالیس واں سن جلوسی ہی راجا رنجیت سنگھ سورج مل کا بیٹا اسی قوت و تسلّط کے ساتھ اپنے ملکوں پر محیط ہی۔

صوبۂ خوش سواد الہ آباد

ہندی نام اس کا پراگ ہی اکثر ہندو تربینی بھی کہتے ہیں۔ جلال الدین محمد اکبر نے گنگا جمنا کے بیچ ایک قلعہ سنگین و محکم مکانات بھی اس میں متعدد و دل چسپ و مستحکم بناکر ایک شہر بھی خوش سواد وہاں بسایا نام اس کا اللہ باش رکھا پھر شاہ جہاں نے مسمی یہ الہ آباد کیا ان دونوں دریاؤں نے قلعے کی جانب شرقی کے متصل اتصال پایا ہی اور ایک سوتا بھی قلعے سے نکل کر ان میں آ ملا ہی بنا بر اس کے نام اس کا تربینی ٹھیرا اور اس سوتے کو ہندو سرستی کہتے ہیں لیکن کتب ہندی میں یہ نہیں لکھا ہی کہ سرستی یہاں سے نکلی ہی سوائے اس کے قلعے میں ایک درخت ہی اس کو اکھے بڑ کہتے ہیں معنی اس کے پایے دار اور ہندی کتابوں سے یہ بھی دریافت ہوتا ہی کہ قیام درخت مذکور کا قیامت تلک ہی چناں چہ نورالدین محمد جہاں گیر نے اس کو کٹوا کر ایک توا لوہے کا بہت بھاری اس مقام پر رکھوا دیا تھا چند روز کے بعد وہ درخت پھر پھبکا اور اس توے کو توڑ کر باہر نکلا حاصل یہ ہی کہ ہندو اس کو بڑا تیرتھ بلکہ پرستش گاہوں کا بادشاہ جانتے ہیں جب کہ سورج مکر کا ہوتا ہی یعنی جادی میں آتا ہی گروہ گروہ زن و مرد نزدیک دور سے

آکر وہاں جمع ہوتے ہیں ایک مہینے تلک روز نہاتے ہیں اور اپنی مقدور کے موافق دان پُن کرتے ہیں سوائے اس کے سرکار والا میں بھی ہر شخص کچھ کچھ داخل کرتا ہے علاوہ اس کے ہنود از بس کہ وہاں کے مرنے کو بہتر سمجھتے ہیں اسی سبب سے زمانہ سابق میں بعضے تو نجات آخرت کے لیے کتنے اس امید پر کہ کسی راجا راؤ کے یہاں جنم لیویں جیتے جی اپنے تئیں آرے سے چروا تے تھے۔ شاہ جہاں صاحب قران ثانی کے وقت سے یہ عمل موقوف ہوا لیکن قلعہ شاہ عالم بادشاہ کے چوالیس سن جلوسی میں صاحبان انگریز نے توڑ کر اس اسلوب کے ساتھ بنایا کہ اس کا نقشہ ہی اور ہو گیا سچ تو یہ ہے کہ آگے قابل بزم تھا اب لائق رزم ہوا لیکن یہ معمورہ آگے نہایت آباد تھا چنانچہ اس میں بارہ سرائیں اور بارہ دائرے تھے اب تلک بھی کئی موجود ہیں لاکن وہ عالم کہاں شرف المکان بالمکین اور دائرہ وہاں کے باشندے خانہ فقرا کو کہتے ہیں یہ اس کے محوطے میں مکانات متعدد ہوتے ہیں بلکہ بیشتر مسجد و خانقاہ بھی اس میں دیکھی ہیں چنانچہ شاہ خوب اللہ کا دائرہ نہایت وسیع دکلاں اور مشہور یہاں تہاں ہے پس معلوم ہوا کہ علما و مشائخ بھی یہاں مدت سے رہتے ہیں لیکن خلاصۃ الہند کے مؤلف نے جو احوال اُن کا قلم انداز کیا اور مطلق نہ لکھا اغلب کہ اس کو خبر نہ ہوئی کہ یہاں بھی اہل اللہ موجود ہیں کیوں کہ اکثر صوبوں کے فقرا و مشائخ کا احوال اس نے ثبت کیا ہے پھر صوبہ مذکور کے فقرائے مشاہیر کے حالات کی تحریر سے کیوں کر ہاتھ اٹھاتا چنانچہ حاوی فضائل صوری و معنوی شیخ محمد افضل الہ آبادی و عباسی و نقش بندی کی وفات گیارہ سو چوبیس ہجری میں ہوئی اور

تالیف اس کتاب کی گیارہ سو سات میں قصہ مختصر شاہ صاحب مرحوم شیخ مغفور کا حقیقی بھتیجا اور داماد تھا بعد اس کے سجادہ نشین بھی ہوا نہال استعداد تو اس کا بارہ ہی برس کی عمر میں عم بزرگ وار کے آب تربیت سے سر سبز ہو چکا تھا اور بحث حال کا فیہ سے اس صاحب حال نے رنگ کچھ اور پکڑا تھا غرض انتہائے تحصیل تک شیخ کی خدمت میں رہا اور اس کی صحبت سے فائدہ اٹھایا آخر نعمت کثیر اس کے ہاتھ آئی اور شان عظیم بہم پہنچائی یہاں تک کہ لآلی پند و نصائح طالبوں کو ہمیشہ عنایت کرنے لگا اور جواہر کلام سے دامن خواہش مندوں کے بھرنے لگا اکثر علوم میں کتابیں اس نے تصنیف کیں اور بہت سے رسالے لکھے طلبہ بھی اس سے بہرہ مند ہوئے آخر سن گیارہ سو چالیس میں اس سرائے فانی کو تجا اور رستا دارالبقا کا لیا مدفون بھی شہر مذکور کے بیچ چچا کے پہلو میں ہوا بعد اس کے اور بھی اشخاص اس بزرگ کے اقربا اور فرزندوں میں صاحب کمال علم ظاہری و باطنی سے مالامال ہوئے چناں چہ خلاصہ محققین شاہ غلام قطب الدین جامع معقولات و منقولات تھا بلکہ شاعر غرا و سخن دان بے ہمتا دیوان فارسی اس کا نہایت مربوط و مضبوط ہے ساتھ اس کے کتنی مثنویاں بھی علا غیر القیاس خصوصاً نان و حلوے کے جواب میں وہ مثنوی کہ مسمی بہ نان و قلیہ ہے مزا اس کا ذائقۂ فہمیدہ جن کا درست ہے وہ جانتے ہیں اور رتبہ بھی اس کا وہ ہی پہچانتے ہیں فی الواقع جیسے نان و حلوے کے اشعار سراسر شیریں ہیں ویسی ہی اس کی ابیات سر تا پا بامزہ و نمکین۔ قصہ مختصر یہ بزرگ جن دنوں شاہ عالم بادشاہ شہر مذکور میں رونق افزا

تھا انھی دنوں حج کو گیا آخر اماکن مشرفہ کے اہل قبور سے سن گیارہ سو شاسی ہجری میں واصل ہوا فقیر نے بھی صغیر سن میں اس بزرگ کو دیکھا ہے فی الواقع کہ جمیع صفات سے موصوف تھا بلکہ اس خاندان میں اکثر اشخاص صاحب اخلاق و علم فضل میں برگزیدہ آفاق ہوئے لیکن تعصب جناب ائمہ اطہار رضی اللہ عنہم سے ہر ایک کو بہ درجۂ انتہا الا تا ہذا اہل اللہ کمل شاہ محمد اجمل کہ بالفعل سجادہ نشین ہے اس کو مطلق نہیں بلکہ محبت حضرات کی اس کے اطوار سے ہویدا ہے اور اشعار سے پیدا حق تعالی اس کو سلامت رکھے کہ اہل کمال کا ہونا اس عصر میں نہایت غنیمت ہے اور طالبوں کے لیے ایک نعمت غرض یہ ممدوح صاحب دیوان فارسی و ہندی ہے اور وہ دونوں فصاحت کے مخزن اور بلاغت کے معدن ہیں ہر چند کہ دیوان ریختہ چھوٹا ہے پر رتبے میں کہیں بڑا مؤلف کو اس سراپا امتیاز کی خدمت میں ایام طفلی سے نیاز دلی و رسوخ قلبی ہے اور وجہ معاش اس کی وہی ہے جو اس کے بزرگوں کی گزران کے واسطے سلاطین و حکام نے معین کی تھی بلکہ بہت دنوں سے کچھ کم ہو گئی مگر صاحبان عالی شان نے جتنی تھی اس کو جاری رکھا۔

بیت

غنیمت ہے جو کچھ اب بھی ہے دن گزارے فراغت کے
کرو گے یاد ایک دن تم یہی ایام عسرت کے

اور انھی میں سے ایک دائرہ سید شاہ ظہور محمد کا ہے ہر چند کہ محوطہ اور مکانات اس کے کچے ہیں ساتھ اس کے چھوٹا بھی ہے لیکن وہ مرحوم اپنے کام کا پکا اور درویشی کے چلن میں بہت بڑا بلکہ یکتا تھا

ریاضت میں کامل مدام شاغل نماز معکوس بھی اکثر پڑھا کرتا سوائے اس کے اور بھی کڑی کڑی عبادتیں کیا کرتا تھا کہ اپنے معاصرین میں بے نظیر وہ صاحب تاثیر تھا چناں چہ فقیر نے بھی ایک نقل اس کی کرامت کی اپنے والد سے سنی اور وہ یہ ہے کہ جب نواب عمدۃ الملک امیر خاں بہادر مرحوم کو محمد شاہ فردوس آرام گاہ نے صوبۂ مذکور عنایت کیا اور وہ عالی منش بعد نادر شاہی کے وہاں رونق افزا ہوا تھوڑے دن گزرے تھے کہ نواب مغفور کو مرض خناق کا عارض ہوا اور اس نے طول کھینچا ساتھ اس کے بلغم اس قدر متعفن دہن سے نکلنے لگا کہ دماغ ہم نشینوں کا اس کی باس سے سڑنے اور جلنے لگا بلکہ جس کپڑے یا رومال کو وہ لگ جاتا تھا بعد دھونے کے بھی تعفن اس سے آتا تھا حکمائے حاذق معالج شام و سحر تھے۔ پر مشوش حد سے ادھر تھے کہ شاہ صاحب مرحوم کی کسی مصاحب نے حضور میں بہت تعریف و توصیف کی بلکہ ملاقات کی بھی تقریب۔ نواب صاحب کو نہایت اشتیاق ہوا یہاں تک کہ بہ صد منت و آرزو اس بزرگ کو طلب کیا آتے ہی اس عارف باللہ نے زبان مبارک سے فرمایا :- دعائے فقیراں رحم اللہ قدم درویشاں ردِ بلا دونھیں بیماری ضعیف ہوئی اور نواب کو اسی وقت سے تخفیف ہوئی آخر چند روز میں اس بزرگ کی دعا سے شافی مطلق نے شفائے کلی بخشی اور طبیعت حالتِ اصلی پر آگئی۔

بیت

یہ غلط ہے کہ فقط ہے گی دوا میں تاثیر اس سے بہتر ہے دعائے فقرا میں تاثیر

پھر تو عمدۃ الملک کو شاہ صاحب کی خدمت میں اعتقاد زیادہ ہوا اور
ان کی وجہ معیشت پر کچھ اپنی طرف سے بھی بڑھا دیا چنانچہ آج
تلک بھی اُن کی آل و اولاد کو قدرے قلیل ملتا ہے اور ان کا خرچ روزمرہ
اسی باعث چلتا ہے مذہب اس بزرگ کا امامیہ تھا اور سلسلہ چشتیہ
آبائے کرام بھی اس کے اہلِ کمال تھے اور صاحب حال و قال خصوصاً
سید شاہ فتح محمد علوم ظاہری و باطنی میں فی الواقع یگانہ تھا اور من جملہ
مشاہیر زمانہ اکثر اشخاص اس کی کرامات کے قائل اور خرقِ عادات کے
ناقل ہیں چنانچہ راقم نے بھی ایک آدھ نقل ایسی ہی اس بزرگ کی
شاہ ظہور محمد کے خلف الرشید میاں شاہ غلام رسول کی زبانی سُنی ہے
اغلب ہے کہ وہ صحیح ہو کیوں کہ وہ بزرگ بھی باخدا و صاحب صدق و صفا
تھا ان دنوں معلوم نہیں کہ قید حیات میں ہے یا اس سے آزاد اس واسطے کہ
برسوں سے اس کے احوال کی اطلاع نہیں بلکہ یہ بھی دریافت نہیں کہ اس
خاندان میں سجادہ نشین اب کون ہے کیوں کہ ایک شخص کا وجود قیام دوام
نہیں ہمیشہ سے تبدل اشخاص کا چلا آتا ہے اور ایک کے بعد جاگہ اس
کے دوسرا پاتا ہے۔

بیت

جز اس کی ذات اور کسی کو نہیں ثبات ہے قابلِ صفات یہ ہستی ہے کائنات

لیکن ان دونوں خاندان سے بلکہ اکثر مشائخ سے قدامت بود و باش
کی شہر مذکور میں شاہ منور صاحب کی ثابت ہے کیوں کہ بعض ثقات
سے سنا ہے کہ وہ برگزیدہ حق نہایت معمر تھا چنانچہ اس وقت کے
بڈھے کہتے تھے کہ ہمارا تولد اس بزرگ کے رو برو ہوا ہے اور ہم

نے ایسا ہی اس کو دیکھا ہے وہ بھی اپنی زبان سے فرماتا تھا کہ اکثر پیرانِ کہنہ سال میرے سامنے کے لڑکے ہیں میری تین سو برس کی عمر ہوئی ہے اور میرا سِن تمیز تھا کہ اس قلعے کی نیو پڑی اکثر اشخاص اس کو صادق جانتے تھے اور اس بات کو دل سے مانتے تھے ہرچند کہ عقل سے باہر ہے لیکن خدا قادر ہے شاید ایسا ایک شخص نادر الوجود امتِ پیغمبر آخر الزماںؐ میں بھی موجود اس نے کیا ہو اور یہ سِن و سال اس کو دیا ہو۔ غرض عمدۃ الملک جن دنوں صوبہ مذکور میں ہے ان دنوں تک وہ نیک ذات خرقۂ حیات پہنے تھا چناں چہ راقم کے والد نے بھی اسے دیکھا ہے بلکہ بارہا اس کی خدمت میں مشرف ہوا سوائے اس کے اس حق پرست کی کرامات کا قائل اور اس کی حرزوں کی تاثیر کا اکثر ناقل تھا۔ حاصل یہ ہے کہ وہ طالبِ مولا کیفیت سے خالی نہ تھا اور اس کا خرقۂ فقر ہرگز جعلی نہ تھا آخر شہر مذکور ہی میں اس نے رحلت کی اور اس کی قبر وہیں بنی۔

بیت

ست جگ میں کوئی کب رہا آخر فنا آخر فنا اس زندگی سے فائدہ آخر فنا آخر فنا

لیکن اس بزرگ کا مذہب و نسب یہ سلسلۂ بیعت نہ کسی سے سنا اور نہ پوچھا والا لکھنے میں آتا اور تیس کوس صوبہ مذکور سے پرے بنارس ہے ہندی کتابوں میں نام اس کا بارانسی لکھا ہے اس لیے کہ یہ بستی درمیان دریائے برنہ اور آنسی کے واقع ہے کاشی بھی اس کو کہتے ہیں اور مہادیو سے منسوب کرتے ہیں غرض شہر مذکور نہایت قدیم ہے عمارات اس کی سنگین و پختہ و بلند اکثر لبِ دریا لیکن حویلیوں میں انگنائی ندارد سوائے اس کے اندر باہر بستی کے ہزاروں بت خانے ان گنت

شوالے سیکڑوں کنڈھ۔ اور ٹھاکر یہاں کا بیسرناتھ چناں چہ اس کا بڑا مندر تھا عالمگیر نے تڑوا کر وہاں ایک مسجد بڑی عالی شان بنائی شہر کے لوگ اس کو بیسر کی مسجد کہتے ہیں سوائے اس کے اور بھی کئی نامی بت خانے توڑے اور مسجدیں اُن کی جگہ بنائیں قصہ کوتاہ شہر مذکور اب بھی آباد ہے لیکن کوچے اس کے نہایت تنگ و تاریک و بدبودار بلکہ بعضی گلیوں میں تو دھوپ کا بھی گذر نہیں ہوتا اسی باعث زمین وہاں کی سیلی رہتی ہے پر دریا کنارے کی عمارتیں سب کی سب دلچسپ قابلِ سیر اور باغات بھی شہر کے پچھم طرف نپٹ سہاونے لگو نہیں کہ انسان کا جی وہاں کبھو اُداس نہ ہو ہرچند اس کے کوئی پاس نہ ہو حسن بھی وہاں کا نہایت چمک نمک کے ساتھ اگر فرشتہ بھی دیکھے تو دیوانہ ہو جائے پری زاد تو کس شمار و قطار میں چناں چہ ایک دن کا ذکر ہے کہ راقم ساون میں ایک باغ بے در و دیوار کے بیچ سرِ راہ ایک بلندی پر بیٹھا تھا اور میر چراغ علی مرحوم ضعیف تخلص بھی میرے ساتھ تھے دن اس وقت دوپہر سے کچھ کم ہوگا کہ ایک جھنڈ کا جھنڈ پریوں کا اس باغ کے دیہرے میں پرستش کو تھفیا را ادھر آ نکلا اُن میں ایک کھترانی چمپئی رنگ نہایت چالاکی و بے باکی سے پیش قدمی کر رہی تھی اور ایک انداز و ناز سے پاؤں دھرتی تھی سراپا اس کا گویا سانچے میں ڈھلا تھا ہر ایک عضو حسن و ادا سے بھرا تھا۔

بیت

ہلال ابرو منہ چاند جثہ سڈول   خوش اسلوب چھب پنڈلیاں گول گول
مکھڑے کی رنگت کے آگے کندن زرد بلکہ پکھراج بھی گرد سونا تو

کیا مال ہی جو اُس کے روپ کے منہ چڑھ سکے غرض تماشائیوں کا دیکھتے
ہی جی سنسنا گیا اور آنکھوں تلے اندھیرا آگیا میر مرحوم کے بھی دل پر دیر
تلک اس کا صدمہ رہا لیکن وہ چمکو چھم کڑا دکھاتی ہوئی نہ جانئے کدھر گئی
پھر نہ پھری تا شام راہ دیکھی ندان سمجھے کہ تجلّی کو تکرار نہیں اب بیٹھنا
بے فائدہ ہی ہر ایک نے گھر کی راہ لی غرض معمورۂ مذکور کیفیت سے خالی
نہیں دید کے قابل ہی ساتھ اس کے علم ہندی کا بھی گھر ہی کیونکہ بڑے
بڑے پنڈت اچھے اچھے برہمن بید کے پڑھانے والے شاستر کے
بھیدوں کے جاننے والے اور جوت کے نجومی گنی ہر فن کے بہ کثرت
اس شہر میں رہتے ہیں اسی واسطے برہمن برہمن زادے دور دور سے
تحصیل کو آتے ہیں اور مدتوں پڑھتے پڑھاتے ہیں چنانچہ اب تک بھی
مدرسہ ہندی کا موجود ہی صاحبان عالی شان نے بھی اخراجات اس کے
بدستور جاری رکھے ہیں اور اکثر آزاد منش عباقی بہشتی اس لحاظ پر کہ مرنا
وہاں کا باعث نجات کا ہی اپنے وطن چھوڑ دنیا سے ہاتھ اٹھا رام سے
لو لگا وہیں رہنا اختیار کرتے ہیں بہتیرے بوڑھے کہنہ سال کتنے
آزاری جینے سے مایوس ہوکر وہاں آتے ہیں اور دنیا سے اٹھ جاتے
ہیں ازبس کہ لوگوں کی آہر جاہر ہر ایک سمت سے رہتی ہی اسی
سبب اس کی آبادی کم نہیں ہوتی۔ کپڑا بھی وہاں ریشمی و زربافی خوب
بُنا جاتا ہی خصوصاً تاش بادلہ نہایت جگمگا اور مشروع و کمخواب
تو واقعی بعد گجرات کے بنارس کے برابر ہند میں کہیں نہیں بنتا اگرچہ
مشروع مؤو میں اب تیار ہونے لگا ہی لیکن یہ قماش و ملائمت کہاں
پاچی اور شجیب کا سا فرق ہی پچھم طرف شہر کے اورنگ آباد کی سرائے

پختہ اور نہایت کشادہ داہنے اس کے پچاس موچن کا تالاب اس سے
کچھ آگے بڑھ کر بستی سے باہر قدم شریف اکثر وضیع و شریف پنجشنبہ
کے دن وہاں جاتے ہیں شام تلک صحبت اور لوگوں کی کثرت رہتی ہے
ہر چند کہ نشست گاہیں اور خانقاہیں کم ہیں لیکن لطف سے خالی نہیں
علاوہ اس کے اس قطعے میں اکثر مسلمانوں کی قبریں ہیں چنانچہ مزار
شیخ محمد علی حزیں گیلانی کا بھی وہیں ہے اس مرحوم نے اپنے عین حیات
میں اسے بنوایا تھا بلکہ کبھو کبھو وہاں جا کر بیٹھتا اور کچھ خیرات بھی کرتا۔

بیت

جو بقا اپنی فنا سمجھے وہ دکھ بھرتے نہیں مر مٹے جو زندگی میں وہ کبھو مرتے نہیں

فی الواقع شیخ ممدوح علوم ظاہری و باطنی سے مالا مال تھا شعر و
سخن تو اس کا ایک ادنا کمال تھا استادِ متاخرین و افتخارِ متقدمین
اسے کیوں کر نہ کہیے کہ نظم و نثر اس کی ظہوری و نظیری کے
برابر اور قصیدے قصائد عرفی سے بالاتر ہندستان کے بیچ محمد شاہ
کے وقت میں آیا کئی برس دلی میں رہا پھر بنارس میں آکر گوشہ نشین
ہوا کسی امیر فقیر کے گھر نہ گیا اور کسی سے کچھ نہ لیا بلکہ محتاجوں کو
موافق مقدور آپ ہی دیا کیا گزران اس کی ہمیشہ اچھی رہی احتیاج
کسی امر کی بجز خالق کے نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ تسخیر آفتاب اس کے
عمل میں تھی یا کوئی اور دعوت غرض کشف و کرامات سے وہ
روشن ضمیر خالی نہ تھا۔ مشہور ہے کہ نواب شجاع الدولہ بہادر کو لڑائی
کا مشورہ مطلق نہ دیا بلکہ منع کیا کہ بگاڑ صاحبانِ انگریز سے حد
برا ہے اور مصالحہ سر تا پا بھلا۔ زنہار اے فرزند سوائے صلح کے

کچھ نہ کرنا اور لڑائی پر دھیان ہرگز نہ دھرنا کیوں کہ صلح میں حصولِ مراد ہے اور جنگ میں فساد۔ غرض بعد ہنگامہ یک سر وہ عارف بے ریا سن گیارہ سو اسّی ہجری میں بہشت نصیب ہوا۔

چنار گڑھ

ایک قلعہ ہے پہاڑ پر سنگین و بلند و محفوظ لیکن نشیب و فراز اس میں بہت ہے گنگا اس کے نیچے بہتی ہے قریب اس کے ایک قوم عالمگیر کے وقت تلک سر و پا برہنہ جنگل میں رہتی تھی اور تیراندازی و شمشیرزنی میں اپنی اوقات بسر کرتی تھی یعنی کتنے صحرانشین یا پہاڑیے اس وقت میں رہزنی کرتے تھے لیکن بالفعل بلکہ سالہا سال سے اس کے متصل ایک معمورہ ہے کہ اکثر ہندو مسلمان اس میں بستے ہیں اشیا و اسباب بھی ضروری موافق اُن کے بہم پہنچتے ہیں اور قلعہ مذکور ہرچند آگے بھی بارونق تھا پر جب سے صاحبانِ عالی شان کے قبضے میں آیا ہے خوب تیار سجا سجایا رہتا ہے قریب اس کے قاسم سلیمانی کی درگاہ ہے نہایت خوش عمارت پُر کیفیت مکانات اس میں سنگین و پختہ و متعدد اپنی وضع کے اسلوب دار و با قرینہ خصوصاً وسط میں ایک مسجد بہت بڑی پاکیزہ و استوار جیسے انگوٹھی میں نگینہ جنگلا بھی اس کے اطراف کا نہایت سہاؤنا ہرا مرضِ خفقان کی دوا۔

بیت

ہے شاداب و سرسبز وہاں کی زمین — وہ جنگل ہے گلشن سے بہتر کہیں

اور چنار سے دکھن کی طرف آٹھ کوس کے فاصلے سے گنگا کے کنارے

پہ مرزا پور ہے ہر چند کہ بستی اس کی چھوٹی ہے لیکن خوب آباد و خوش سواد عمارتیں پکی بیشتر لیکن اکثر بیوپاریوں کے گھر۔ سفید پونڈا وہاں کا مشہور ہے اگرچہ ہگلی کا بھی گنا نپٹ نرم اور میٹھا ہوتا ہے لیکن وہ ساتھ ان خوبیوں کے کلانی اور گندگی رکھتا ہے۔

گڑھہ کالنجر

سنگین قلعہ ہے نپٹ بے لگاؤ ایک بڑے اونچے پہاڑ پر اس کی ابتدا سے کوئی واقف نہیں چشمے اکثر اس میں جوش کھاتے ہیں اور تالاب بڑے بڑے آب زلال سے بھرے ہوئے ایک لطف دکھاتے ہیں۔ بھیروں کا بت خانہ وہیں ہے اور قریب اُس کے گھنے درختوں کا ایک جنگل ہے بیشتر اس میں آبنوس کے پیڑ۔ لوگ وہاں سے ہتھی بھی پکڑ لاتے ہیں اور پاس اُس کے لوہے کی کھان بلکہ بعضی بعضی جاگہ سے الماس کی ٹکڑیں بھی ہاتھ لگتی ہیں اور باشندے وہاں کے سود مند ہوتے ہیں۔

جون پور

بڑا شہر ہے گومتی اُس کے اندر ہو کر نکلی ہے فیروز شاہ نے اس کو اپنے عہد سلطنت میں فخرالدین محمد جونان کہ اس کا چچا تھا انھی کے نام پر آباد کیا از بس کہ شہر مذکور شور پشتوں اور سُتھڑ مردوں میں واقع ہوا تھا فوج دار اس کے بیشتر خوں ریزی و سفاکی میں مشغول رہتے تھے لیکن آب و ہوا اس کی باشندوں مسافروں کے

مزاج کے موافق ۔ فضا اس کی فضائے گل زار سے خائق حویلیاں اس میں اکثر پختہ و سنگین چھپر کے مکان کہیں کہیں اگرچہ آبادی اس کی اب بستی نہیں لیکن غنیمت ہو کیوں کہ باغ خزاں رسید کا ایک آدھ چمن دید کے قابل رہ جاتا ہو اور اہل نظر کو ایک لطف دکھاتا ہو خصوصاً جامع مسجد وہاں کی اپنی ساخت میں لاثانی ہو فی الواقع پختہ کاروں کی ایک نشانی ہو عمارت اس کی تمام و کمال سنگین اینٹ گارے کا اس میں نام بھی نہیں۔

بیت

بنا دے کوئی ایسی اب کیا مجال ... مرمت بھی ہو اس کی امر محال

تعمیر اس کی سلطان شرق ابراہیم شرقی نے آٹھ سو باون ہجری میں کی اور دارین میں نیک نامی لی ۔ تاریخ اس کی بنا کی مسجد جامع الشرق ہو پل بھی وہاں کا اقلیم ہند میں بے مانند ہو دیرپائی اور پختگی اس کی اظہر من الشمس سیکڑوں برس گزرے ہیں لیکن معلوم یہ ہوتا ہو کہ آج بنا اور ابھی تیار ہو چکا ہو۔ بنا اس کی منعم خان خان خاناں نے اکبر بادشاہ کی سلطنت میں کی اور مہتمم اس کا نواب مرحوم کا فہیم غلام تھا قطعہ اس کی تاریخ کا یہ ہو۔

قطعہ

خان خاناں خاں منعم اقتدار ... بستہ ایں پل را بہ توفیق کریم

نام او منعم از آں آمد کہ ہست ... بہر خلائق ہم رحیم و ہم کریم

رہ بہ تاریخش بری گر افگنی ... لفظ بد را اند صراط المستقیم

حق تو یہ ہو کہ یہ تاریخ اس کی بجا ہوئی کہنے والے کی طبیعت خوب لگی خدا اس کے تعمیر کنندہ کو مستغرق دریائے مغفرت کرے اور

پل پر اس کی دست گیری و معاونت ۔

بیت

ہی دریا دلی کا یہ اس کی نشاں
خدا اس کو قائم رکھے جاوداں

سرائیں بھی کئی تھیں لیکن بالفعل ایک پختہ پل کے جنوب رُخ اور دو کچی شمال رُخ لیکن کچھ ایک فاصلے سے پھلیل و عطر بھی وہاں کا نہایت خوشبو ہوتا ہی چناں چہ اکثر بلاد بہ طریق تحائف بھجواتے ہیں اور خوشبو ساز سوداگر بھی اطراف میں اس کو لے جاتے ہیں غرض سنگھلدیپ راے اور بیلے کا تیل تو وہاں کا سا کہیں نہ ہو تا گلاب خجالت سے اسی کے آگے پانی ہو جائے اور سہاگ کے عطر کی باس کبھی اس کے ہوتے خوش نہ آئے ۔

بیت

بدن میں ملے اس کو جو مرد و زن
تو بن جائے ہر ایک دولھا دلہن

چنبیلی کا بھی علیٰ ہذا القیاس لیکن مشہور یوں ہو کہ چنبیلی باڑھ کی اور بیلا جون پور کا پر اپنے تئیں اس میں شک ہو اور وہاں کے نجبا اکثر ذہین و صاحب علم و دانش مند ہوتے ہیں چناں چہ شفابہت میں ملّا محمود کیسا ایک صاحب کمال و فاضل گزرا ہو کہ اپنے وقت میں یکتاے عصر تھا اس زمانے میں تو اس سا ہونا معلوم شمس بازغہ اس نے علم حکمت میں ایسا لکھا ہو کہ اسفار اربعہ اس کی فصاحت و بلاغت کو نہیں پہنچتی اور شفا اس کی عبارت کی خوبی کو نہیں ملتی باوجود اس کے مسائل حکمیہ کا بھی جامع بالفعل کتب درسیہ سے ہو فضلا اس میں جوں جوں غوض کرتے ہیں کیفیتیں پاتے ہیں اور طلبا درس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور متاخرین

میں بھی مولوی میر عسکری و مولوی ابو الفضل و مولوی ابو الخیر واقعی
کہ ہر ایک ان بزرگواروں میں علم و فضل میں یگانہ و افتخار زمانہ تھا پر
طریقہ سید مرحوم کا اثنا عشری اور نسب اس بزرگ کا حسینی اولاد
زید شہید علیہ الرحمۃ کی۔ کہتے ہیں کہ ظاہر اس عالی نژاد کا رندانہ تھا
اور باطن عارفانہ بہتیرے طلبا اس کی بہ دولت فاضل ہوئے اور
اکثر فضلا اس کے فیض صحبت سے کامل۔ آخر سن گیارہ سو تیرہ ہجری
میں دار البقا کا راہی ہوا اور اپنے اجداد کرام کا قدم بوس بنا۔
مزار اس کا شہر مذکور میں اب تلک برقرار ہے اور بعد مردن یادگار۔

بیت

قبر بھی ہو چند روزہ نت کہاں ایک دن مٹ جائے گا یہ بھی نشاں

تاریخ اس کی وفات کی

"بردہ اللہ مضجعہ" سے نکلتی ہے اور وہ دونوں مغفور نسب میں
شیخ فاروقی اور مذہب میں حنفی تھا کہ دونوں صاحب کمال اور دولت
علم سے مالا مال تھے خصوصاً علوم ادبیہ میں تو ہر ایک بے نظیر و عدیل
اور اپنے وقت میں ممتاز مثل سیبویہ و خلیل اُن سے بھی سررشتہ تحصیل
کا ایک مدت جاری رہا اور سیکڑوں اشخاص نے رتبہ فضیلت کا
حاصل کیا آخر بہ حکم آیہ کل من علیہا فان ہر ایک نے لباس فنا پہنا
اور دار البقا کا رستہ لیا لیکن مولوی ابو الخیر صاحب جس برس کہ
نواب علی ابراہیم خاں مرحوم کو بنارس کی عدالت ہوئی تھی قید حیات میں
تھے چناں چہ گورنر ہسٹنگز بہادر نے چاہا کہ عدالت کے سررشتے میں

روزگار اختیار کریں لیکن انھوں نے نہ مانا اور دل پہ یہی ٹھانا کہ بدولت دنیا سے منہ بوڑنے اور گنج قناعت کو ہرگز نہ چھوڑے غرض جو ارادہ کیا تھا اس سے نہ پھرے یہاں تک کہ دنیا سے اٹھ گئے۔ وفات انھوں نے سن گیارہ سو اٹھانوے میں پائی اور نعمتِ عقبیٰ کی لذت بہ خوبی اٹھائی۔ حاصل یہ ہے کہ شہر مذکور بھی ایک دار العلم ہے اس گئے گزرے پن پہ بھی سررشتہ علم کا کچھ نہ کچھ چلا جاتا ہے اب بھی ایک آدھ فاضل مستعد نظر آجاتا ہے چناں چہ مجمع فضائل خفی و جلی مولوی روشن علی آرائش دوداں شریعت و ضیائے محفلِ فضیلت بالفعل وہاں کے سکنہ میں موجود ہے اکثر طلبا اس کی بہ دولت فیض پاتے ہیں اور درجۂ فضیلت کو پہنچ جاتے ہیں۔ نسب اس بزرگ کا بھی فاروقی و مذہب حنفی ہے اور مولوی ابو الخیر مرحوم سے نسبت خویشی۔ فی الواقع کہ اکثر علوم میں مہارتِ کلی اور دست گاہ کما ینبغی رکھتا ہے خصوصاً علم و ادب و ریاضی میں تو اب جون پور میں ایسا شخص دوسرا معلوم بلکہ اکثر بلاد میں ثانی اس کا معدود ہے۔ غرض جب سے مدرسہ صاحبان کمپنی کا کلکتے میں بنا تب سے یہ بزرگ بھی عربی کے سررشتے میں میر منشی گری کی خدمت پہ سرفراز ہوا۔ حق تعالیٰ اس کو اور جتنے اہل کمال کہ اس وقت میں ہیں ان کو سلامت باکرامت رکھے اور قدر دانوں کو بہ اقبال و حشمت۔ قصہ کوتاہ صوبہ مذکور کی آب و ہوا نہایت خوب ہے میوے بھی اقسام کے ہوتے ہیں خصوصاً انگور نہایت رسیلا خوش مزا میٹھا بڑا بہ کثرت بکتا ہے اور پھول بھی ہر فصل میں دیکھنے سونگھنے کے بہ نہایت کے ساتھ خصوصاً موگرا بہت بڑا و گندہ نہایت خوش بودار ہوتا ہے ایک پھول اس کا حکم عطر دان کا رکھتا ہے۔

زراعت بھی بہتایت کے ساتھ ہوتی ہے لیکن موٹھ کم یاب جوار باجرہ کم تر اور کپڑے کے اقسام سے جھونا اور مہرگل خوب بُنا جاتا ہے اور دریاؤں میں بڑے دریا اس صوبے میں گنگا جمنا سرجو طول اس کا منجھولی جون پور سے لے کر اُتّر کے پہاڑ تک ایک سو ساٹھ کوس اور عرض چونسا جو گنگا کا ایک گزر ہے اسے کھاتم پور تلک ایک سو تیس کوس صوبہ بہار اسی کے پورب طرف اکبرآباد پچھم رُخ صوبہ اودھ اُتّر طرف باندھو گڑھ دکھن طرف الہ آباد غازی پور بنارس جون پور چنار کالنجر کڑا مانک پور وغیرہ سولہ سرکاریں متعلقات ان کے دو سو سینتالیس محال اور آمدنی سات کروڑ ساٹھ لاکھ اکسٹھ ہزار دام ۔

صوبۂ اودھ

ہندی کتابوں میں نام اس کا اجدھیا راجا رام چند کا مولد و تخت گاہ ہے اسی جہت سے ہندو اس کو بڑا معبد جانتے ہیں کیوں کہ راجا مذکور عالی نژاد و نیک نہاد تھا ساتھ اس کے دولت ظاہری و باطنی سے بھی مالا مال عجائب غرائب افعال اُس سے وقوع میں آئے اور بہت سے امور نادر اُس نے دکھائے چناں چہ شور دریا پہ پل باندھا اور ان گنت بندر ریچھ کی فوج لے کر لنکا پہ چڑھ گیا پھر راون کو مار کر اپنی جورو کو قید سے چھڑا لایا اسی قبیل سے اکثر حالات اُس کے رامائن میں لکھے ہیں غرض شہر مذکور ایک سو اٹھتالیس کوس کے طول اور چھتیس کوس کے عرض میں بستا تھا اور اس کے سواد میں جو کوئی خاک چھانتا سونا پاتا ایک کوس پرے اُس کے گھاگھرہ سرجو سے مل کر قلعے کے

تلے جا نکلی ہے اور قریب شہر کے دو بڑی بڑی قبریں ہیں طول اُن کا سات سات آٹھ آٹھ گز سے کم نہیں عوام ان کو حضرت شیثؑ و ایوبؑ سے منسوب کرتے ہیں بنا بر اس کے پنج شنبہ کو اکثر لوگ وہاں جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور بعضے لوگوں کے نزدیک رتن پور میں کبیر جلاہے کی قبر ہے۔ شخص مذکور سلطان لودھی کے وقت میں تھا بنارس کے بیچ مدتوں جپ تپ کرتا رہا فقرا کے نزدیک بڑا موحد و صاحب کمال تھا چناں چہ اس کے طبع زاد اکثر دوہے اہل مذاق کے ورد زباں ہیں سچ ہے کہ محبت و معرفت ان سے ٹپکی پڑتی ہے۔

فیض آباد

عرف بنگلہ تین کوس اودھ سے مغرب رُخ ایک آبادی نواحات ہے نہایت پُر فضا و دل کشا سرزمین وہاں کی نپٹ خوب و مرطوب مہندی بھی وہاں کی قیامت رنگین ہوتی ہے انگور بے دانہ شہتوت اور سوائے ان کے اور بھی بعضے میوے ترکاریاں پھول خوش بو رنگین افراط سے ہوتے ہیں خصوصاً چنپا و لالہ پر خربوزہ حد بڑا اور پھیکا صورت حرام وجہ اس کی بنیاد کی یہ ہے جب صوبے داری ملک مذکورہ کی انتقال پا کر محمد شاہ فردوس آرام گاہ کی سلطنت میں نواب برہان الملک سعادت خاں بہادر کے نصیب ہوئی بعد ان کی وفات کے قائم مقام ان کا داماد نواب وزیر الممالک ابو المنصور خاں صفدر جنگ بہادر مغفور ہوا کیوں کہ فرزند نرینہ ان کے نہ تھا اسی بزرگ نے بنیاد اس کی ڈالی لیکن بہ طور چھاؤنی کے جب نواب شجاع الدولہ بہادر ابن صفدر جنگ

وزیر الممالک کو ریاست پہنچی بعد ہنگامہ بکسر کے مزاج اس کا اس کی آبادی پر آیا چناں چہ کتنے محل اور باغ پاکیزہ و خوش عمارت اس نے لب دریا بنائے اور ایک ترپولیا بھی نہایت بلند و دل کشا متصل قلعہ اور چوک کے قریب بنایا بلکہ اپنی بود و باش بھی وہیں مقرر کی بہ سبب اس کے اکثر سرداروں مصاحبوں نے عمارتیں تعمیر کیں یہاں تک کہ ہر ایک چھوٹے بڑے نے موافق اپنے مقدور کے حویلی بنائی چناں چہ ایک معمورۂ معقول ہوگیا پر کھپریلیں اکثر تھیں اور پختہ عمارتیں کم لیکن معمار قدرت کے ارادے میں جو اس کی آبادی کو پائے داری نہ تھی بلکہ خرابی منظور تھی کہ سن گیارہ سے اٹھاسی میں بعد نواب حافظ الملک حافظ رحمت خاں کی شکست کے نواب موصوف کا واقعہ ہوا اور مقبرہ اس کا وہیں بنا پھر مسند حکومت پر اس کا خلف الصدق نواب آصف الدولہ بہادر وزیر ابن وزیر بیٹھا اس نے دار الحکومت لکھنؤ کو بہ دستور سابق مقرر کیا بلکہ عمارت و باغات بھی خوش قطع و دل چسپ وہاں بنائے آخر اس کی آبادی بہ مرتبہ گھٹی اور اس کی بستی نہایت بڑھی چناں چہ بالفعل کہ سن بارہ سو بیس ہجری ہیں اور نواب سعادت علی خاں بہادر وزیر ابن وزیر دام اقبالہ کی حکومت کا آٹھواں سال دونوں شہر اسی نہج پر ہیں۔

بہرائچ

ایک قدیم شہر ہے سرجو کے کنارے نہایت وسعت و کیفیت کے ساتھ انبرائیاں اس کی گرد و نواح میں اکثر اور پھلواریاں جا بہ جا بیش تر تربت رجب سالار کی اور درگاہ سالار مسعود غازی کی وہیں

ہے۔ سنتے ہیں کہ رجب سالار تغلق شاہ کا بھائی تھا اور سالار مسعود غازی کے احوال میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں قوم کا سید لیکن سلطان محمود غزنوی سے بھی قرابت قریب رکھتا تھا اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ ایک پٹھان تھا لیکن شہید ہوا غرض درگاہ اس کی ایک عالم کی زیارت گاہ ہے سال میں ایک بار دور دور سے لوگ میدنی کے ہمراہ چلتے ہیں کتنے سیاح اکثر بے پاری ہر پنچ قوم لال لال نیزوں سمیت ہزاروں ڈفالی گاتے بجاتے ساتھ لے کر اپنی اپنی بستیوں سے نکلتے ہیں غرض جیٹھ کا پہلا اتوار اس کے عرس کا دن ہے یہ دو تین دن پہلے وہاں آ پہنچتے ہیں اور اعتقاد ان کا یہ ہے کہ وہی اس کے بیاہ کا روز تھا چنانچہ سہانے کپڑے اس کے گلے میں تھے کہ مارا گیا اسی تہمت سے ایک تیلی ردولی کا ساکن پلنگ پیڑھا کچھ اسباب عروسی سمیت اس کے مزار پر بھیجتا ہے اپنے زعم میں ہر برس اس کا بیاہ کرتا ہے برسوں سے یہ رسم اس کے خاندان میں چلی آئی ہے بلکہ اب تک بھی جاری ہے غرض رجالے کے اعتقاد سے بھی خدا پناہ میں رکھے کہ رسوائی سے خالی نہیں اور گرد و پیش اس کے گنبد کے جتنے درخت ہیں اُن میں رسیاں ڈال کر کوئی اپنا ہاتھ باندھتا ہے کوئی پاؤں کوئی گلا القصہ انواع و اقسام کے سانگ لاتے ہیں اور اپنے گمان میں اسی سبب سے مرادیں پاتے ہیں سوائے اس کے کوئی رجالا اس بزرگ کو گاجنا دولھا کہتا ہے اور کوئی رجالی سالار چھنلا وجہ اس کی یہ ہے کہ جو رنڈی اس کے گنبد میں جاتی ہے بدحال ہوکر آتی ہے پر وہ مردار یہ سمجھتی ہے کہ صاحب قبر نے مجھے چوس لیا اور یہ احوال کردیا تف اس کی سمجھ پر اور لعنت اس کی

پر حقیقت اس کی یہ ہو کہ گنبد اس کا نہایت چھوٹا اور دروازہ نپٹ تنگ تس پر لوگوں کی آمد و شد متصل علاوہ اس کے ایک بہت بڑا چراغ قبر کے سرہانے جلتا ہو بہ سبب اس کے ایسی گرمی اس میں ہوتی ہو کہ آدمی کی چربی پگھلتی ہو مرد بھی وہاں سے جو نکلتا ہو سو عرق ناک پھر عورت تو نازک ہوتی ہو وہ پسینے میں ڈوبی ہوئی حالت غش میں نکلتی ہو سوائے اس کے کذب و افترا یہ سچ ہو کہ اگر مدار سالار دنیا میں پیدا نہ ہوتے تو رجالوں کے یہاں مال خوب جمع ہوتا بلکہ ایک ایک کنجڑا قصائی لکھ پتی بن جاتا۔

دیوکن

مدت سے پیسوں کی ٹکسال ہو اُتّر کے پہاڑوں سے سونا روپا تانبا سرب سہاگہ شہد چوک کچور سونٹھ پیپل باوبڑنگ لون ہینگ موم پشمینہ ٹانگن باز جرہ شاہین وغیرہ سوائے اس کے اور بہت سی چیزیں پہاڑ کے پہاڑیے لاتے ہیں اور بیچ جاتے ہیں بہ سبب اس کے لوگوں کا ہجوم اور خرید و فروخت کی دھوم رہتی ہو۔

نکھار مصرک

ایک نامی جگہ اور ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہ ہو گومتی اس کے قلعے کے تلے جا نکلی ہو نزدیک اس کے ایک حوض ہو بہ محاورت کنڈھ اس کو کہتے ہیں پانی اس کا اندر ہی اندر جوش کھاتا ہو ساتھ اس کے ایسا چکر مارتا ہو کہ آدمی کی قدرت نہیں جو اس میں غوطہ لگا سکے بلکہ

جو چیز کہ اس میں گرے فی الفور نکل پڑے ہنود کے نزدیک بڑا تیرتھ ہے مشہور ہے کہ جتنی کتابیں ہندی کہ گردشِ فلکی سے اور انقلاب دہری سے گم ہوئیں تھیں تپشیوں اور منیوں نے اپنی طبیعت کی جودت اور ذہن کی حدت سے اُس کے کنارے پر نئے سر سے انھیں درست کیا اور لکھا ہر ایک اُن کے مطالب سے فیض یاب ہوا قریب اُس سے ایک سرچشمہ چھوٹی سی ندی کا ہے کہ وہ گومتی میں ملی ہے ایک گز کا چوڑا چار انگل گہرا جب اُس کے کنارے برہمن بید خواں منتر پڑھتے ہیں اور وقت پرستش جس قدر چانول وغیرہ اس میں ڈالتے ہیں پھر اُن کا نشان بھی نہیں پاتے۔

لکھنؤ

بہت بڑا شہر ہے گومتی کے کنارے آگے بھی دار الحکومت تھا لیکن نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم نے بعد بکسر کے ہنگامے کے یہ رتبہ فیض آباد کو بخشا چناں چہ انتقال بھی اس سرائے فانی سے وہیں کیا پھر نواب آصف الدولہ بہادر مغفور نے اسی کو نوازا اور دار الامارت ٹھہرایا۔ آبادی اس کی بہت بڑھ گئی کہیں سے کہیں جا پہنچی اب بھی بہ دستور حاکم نشین یہیں ہے لیکن بیہٹر پہ جو بستا ہے اس سے نہایت نشیب و فراز اس میں واقع ہے۔

بیت

کسی کا گھر ہے ٹیلے پہ ہوا میں کسی کا جھونپڑا تحت الثرا میں

غرض شہر مذکور میں کئی سرائیں اور بہت سے کٹرے ٹولے محلے آباد

ہیں جس محلے میں شیخ مینا کی درگاہ ہے اسے مینا نگری کہتے ہیں اکثر لوگ
پنج شنبے کو فاتحہ کے واسطے وہاں جاتے ہیں اور بیشتر عوام الناس فاتحہ
ان کی گڑ پٹّی پر دلاتے ہیں اور بیرونِ شہر شرق کی طرف لکھ پیڑے
کے قریب مزار پیر جلیلا کا ہے لیکن اس کی قبر کا چبوترہ قدِ آدم بلند و
بے زینہ ہے اس باعث کوئی متصل اس کے جا نہیں سکتا دور ہی سے فاتحہ
پڑھ جاتا ہے ہر جمعے کو وہاں اکثر تماش بین جوان برائے سیر اور اکثر جہلا
بواج عقیدے سے جاتے ہیں اور ماش کی کھچڑی اور کڑوا تیل چڑھاتے
ہیں ۔ گستاخی معاف سوائے کشف و کرامت کے یہ دونوں بزرگ خوش ذائقہ
بھی کتنے تھے کہ بعد رحلت ایسی نذر قبول کی اور کس چیز پر روح کو ان
کی رغبت ہوئی ۔ شہر کے اُتر رُخ گومتی کے کنارے شاہ پیر محمد کا
ٹیلہ ہے آگے وہی دار العلم تھا اکثر طلبہ و علما وہاں پڑھتے پڑھاتے تھے۔
اور اپنی اوقات بہ خوبی بسر کیے جاتے تھے ۔ سنا ہے کہ شیخ موصوف کو
سوائے نعمتِ فقر کے دولت علم بھی تھی فی الجملہ مردِ صاحب کمال و
صاحب حال و قال تھا زندگی میں وہ مقام اُس کا مسکن تھا بعد مرگ
مدفن ہوا اور مسجد بھی اس پر ایک نہایت عالی شان و وسیع گنبد اس
کے بہ مرتبہ بلند و رفیع اور مینار اس کے گومتی کے اس پار پچھم اور اُتر
کے آنے والوں کو تین چار کوس سے نظر آتے ہیں کلس ان کے اب تک
ویسے ہی جگ مگاتے ہیں اور قریب اس سے پورب طرف پنچ محلہ ہے
کثرتِ استعمال سے نون اس کا حذف ہوگیا ہے اور جیم چے سے عوض
چناں چہ اکثر لوگ پچ محلہ کہتے ہیں مکان مذکور نواب ابوالمکارم خاں
کا دیوان خانہ تھا اور یہ بزرگ لکھنؤ کے شیخوں سے ہے مگر امیر تھا اور

وجہ تسمیہ مکان مسطور کی یہ ہے کہ زمانۂ سابق میں یہاں دو منزلے مکان
کو دو محلے اور سہ منزلے کو سہ محلہ کہتے تھے شاید یہ پنج منزلہ تھا اس
سبب نام اس کا پنج محلہ ہوا۔ قصہ مختصر جب نواب برہان الملک سعادت خاں
مرحوم قبائل سمیت اس شہر میں رونق افزا ہوئے اس مکان کو پانسو روپے
کرائے کو لیا چناں چہ کرایہ نامہ اس کا نواب مرحوم کی مہر سے آج تک
ان کی اولاد کے پاس موجود ہے لیکن کرایہ چند روز ہی دے کر موقوف کر دیا
تھا اور اس کے بدلے کوئی گاؤں یا جاگیر بھی مرحمت نہ کی۔ غرض نواب وزیر الممالک
صفدر جنگ ابو المنصور خاں بہادر مرحوم کے عہد حکومت تک بنا اس کی
جوں کی توں رہی جب وقت نواب وزیر اعظم شجاع الدولہ بہادر مغفور مسند ریاست پر
بیٹھے تب مکانات اور شیخ زادوں کے بھی لے کر اس مکان کے شامل کیے
بلکہ ایک آدھ بارہ دری اور بنوائی کچھ عوض اس کے اور وہ مکان جو آپ
لیے تھے دو گاؤں گانو مالکوں کی جاگیر کر دیا چند روز کے بعد وہ بھی سرکار
میں ضبط ہو گیا لیکن یہ شیخ زادے نواب ابو المکارم خاں مرحوم سے نسبت
قرابت کی نہ رکھتے تھے مگر ہم وطنی کی کچھ نواب وزیر ابن الوزیر آصف الدولہ
بہادر خلد مکان کا جب دور آیا انھوں نے مکان مسطور نئے سر سے تعمیر
کیا نقشہ ہی اور کر دیا بلکہ بہت سی حویلیاں لوگوں کی جو اس کے اطراف و
جوانب میں تھیں شیخا دروازے سمیت وہ گروا دیں اور ان کی جاگہ عمارتیں
نئی نئی وضع کی خوش قطع و دل چسپ بنوائیں چناں چہ سنگی بارہ دری اور
باؤلی والا مکان انھی میں سے ہے سوائے ان کے بھی بہت سے مکانات
و باغات بنائے کہ ہر ایک اپنی وضع میں بے نظیر اور نقش و نگار و
صفائی میں بہ از صفحۂ تصویر ہے خصوصاً دولت خانہ کہ اشرف المکانات ہے

اس واسطے اس جنت مکان کی اکثر آرام گاہ وہی تھا۔تاریخ اس کی بنا کی دولت خانہ عالی مؤلف کے نتائج طبع سے ہو لیکن خیر العمارات امام باڑا ہو واقعی کہ ایسا استوار و پایےدار کوئی مکان نہیں اور کسی عمارت میں اس شان کا دالان نہیں۔

بیت

حضیض اس کی اوج فلک سے بلند ۔ نہ پہنچے جہاں وہم کی بھی کمند

مسجد بھی وہاں کی تمام شہر میں نمودار عمارت اس کی نہایت استوار ہر ایک برج اس کا وسعت میں مسجد جامع کی برابر اور رفعت میں برج فلک سے ہم سر۔

بیت

ملائک زمیں پر ہوں ساکن اگر ۔ عبادت کریں بس وہیں بیٹھ کر

اب نواب آصف الدولہ بہادر مغفور کے بعد نواب یمین الدولہ ناظم الملک سعادت علی خاں بہادر وزیر ابن وزیر نے جو مسند حکومت پر اجلاس فرمایا اور افضال الٰہی سے ملک موروثی اپنا پایا علیٰ ہذا القیاس متوجہ تعمیر پر ہوا چناں چہ کیا کیا مکان عالی شان دل کشا بلکہ ایک رمنا بھی نہایت پر فضا بنایا اور جتنے باغ تھے ان کی رونق کو دونا کر دکھایا۔ خصوصاً وزیر باغ اور موسیٰ باغ میں ایسی عمارات انگریزی دل چسپ بنائی کہ بہار وہاں سے نہیں جاتی اور خزاں ہرگز آنے نہیں پاتی

بیت

طلسمات کا سا ہو اس میں سماں ۔ کوئی جا کے وہاں پھر جاوے کہاں

فی الواقع ہر ایک عمارت قابل تعریف و لائق توصیف ہو لیکن بہترین

عمارت بنائے مکان علم مجازی حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہے کہ نواب
رفیع المکان نے خلوص و عقیدت سے سن بارہ سو سترہ میں از سرنو
کس خوبی سے اس کو بنوایا اور ہزار ہا روپیہ اس کی تعمیر میں اٹھایا
تاریخ اس کی بنا کی مرزا قتیل شاعر کے اس مصرعے سے نکلتی ہے

مصرعہ   این گنبد جدید بنائے سعادت ست

الٰہی اس کے بنانے والے کی بنیادِ دولت کو مستحکم رکھیو۔ اور
توفیقاتِ نیک کو اس کی زیادہ کیجیو پچھم طرف بائیں اس کے
لب دریا مرزا ابو طالب خاں کا امام باڑا ہے بنا اس کی تمام شہر کے
امام باڑوں سے مقدم ہے چنانچہ اس کی بنیاد کو ساٹھ برس تخمیناً
گزرے ریاست اس وقت نواب صفدر جنگ بہادر مرحوم کی تھی لیکن
مکان مذکور کے مالک پہلے کلب علی خاں مرحوم تھے خان مغفور نواب
سرفراز الدولہ حسن رضا خاں مرحوم کا نانا تھا غرض اس بزرگ نے
اس مکان کو اپنے اقربا کے مدفن کے لیے بنا کیا تھا چنانچہ اس
کی صینِ حیات میں ایک آدھ قبر بھی وہاں بن چکی تھی بعد اس کے
مرزا علی مرزا ابو طالب کے باپ نے تھوڑی سی زمین اس [illegible] سے
امام باڑے کے واسطے مانگی اس بزرگ وار سعادت وار نے بجان کر
نذر کی بلکہ جس مکان میں وہ قبر ہے مجاوری بھی وہاں کی اس کو
دی کیوں کہ وہ بیچارا مرد غریب و گمنام تھا پھر جب تک جیتا رہا
مکان مذکور اس کے قبضے میں رہا اور دالان امام باڑے کا بنایا ہوا
اسی کا ہے بعد اس کی وفات کے مرزا ابو طالب خاں سپوت ہوا اس
نے نام و نشان روزگار میں پیدا کیا اس واسطے امام باڑا اسی کے

نام سے مشہور ہوا تین گانو بھی اس کے اخراجات کے لیے نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم کے عہد حکومت سے معین ہوئے تھے لیکن نواب آصف الدولہ کے دور میں تصفی ہو گئی تھی بالفعل نواب یمین الدولہ سعادت علی خاں بہادر دام اقبالہ کے وقت میں وہ بھی ضبط ہوئی پر مرزا مہدی علی خاں دام ثروتہٗ سال بہ سال وہاں کے اخراجات کے لیے قدر قلیل اپنی طرف سے گزرانتے ہیں فی الحقیقت یہ بھی وزیر ہی کی سرکار سے ملتا ہے کیوں کہ خان موصوف بھی اس سرکار کا ایک ملازم مقرر ہے حق تعالیٰ توفیقات کو اس کی زیادہ کرے اور نواب وزیر کے دربار میں بہ عزت و آبرو رکھے بعد اس کے نواب وزیرالممالک شجاع الدولہ بہادر کے عہد دولت میں جوہری محلے کے متصل باقر خاں نے ایک امام باڑا بنایا اور دونوں جہان میں فائدہ اٹھایا۔ خان مرحوم مغل ولایت زا عمدہ روزگار تھا کئی سو سوار مغل وغیرہ اس کے رسالے میں تھے اب آغا فتح علی خاں خلف الصدق اس کا قید حیات میں ہے لیکن محض بے کار و تکالیف میں گرفتار ہے پر مکان مسطور پہ قابض ہے ایک گانو بھی اس مبارک بنیاد کے اخراجات کے لیے آصف الدولہ بہادر نے دیا تھا لیکن دو برس بعد اہل کاروں نے کسی حیلے سے ضبط کر لیا غرض یہ خجستہ بنا فی الواقع محل قبولیت و مقام تعزیت ہے مجلس ہیں یہاں کی شائبہ ریا کا نہیں سوائے گریہ و زاری اہل مجلس کو کام دوسرا نہیں

بیت

غلط ہے خلق کی کثرت کہیں نہیں ہوتی ولے بکا کی یہ شدت کہیں نہیں ہوتی

خوشا حال اس کے بنانے والے کا کہ دنیا میں نام کیا اور عقبیٰ میں ثواب

لیا قبر بھی اس مرحوم کی اسی میں ہے بلکہ اکثر مومنین اغنیا و مساکین اسی
کے مکانات و صحن میں آسودہ ہیں۔

بیت

یہی قبریں ہر ایک سوئے حسین کے ساتھ   بہ روز حشر ہو محشور پھر حسین کے ساتھ

اور اس سال اس کی بھی تعمیر کا از روئے تاریخ نظم و نثر دیکھنے میں نہیں
آیا مگر بعضے اکابر و آغا فتح علی کی زبانی معلوم ہوا کہ اس کی بنیاد کو اکتالیس
یا بینتالیس برس گزرے ہیں العلم عنداللہ اور چوک سے متصل دکھن
طرف فرنگی محل۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اکبر بادشاہ کے عہد سلطنت
میں اس مکان کے بیچ ایک فرانسیسی سوداگر اترا تھا چونکہ بے اذن
حضور اعلا کے یہ امر وقوع میں آیا ملازمان حضور کو گوارا نہ ہوا آخر اس کو
اخراج کیا۔ پھر اورنگ زیب کے وقت میں حسب الحکم بادشاہی مکان
مسطور ملا قطب الدین شہید کے فرزندوں کو ملا چنانچہ اب تک بھی ان
کی آل اولاد کی سکونت وہیں ہے لیکن وجہ معاش جو ان کی بند ہوگئی
یہ صرف قصور طالع کا ہے و الا آج نواب وزیر کی سرکار سے ہزاروں
پرورش پاتے ہیں وارد صادر یہاں سے بہتیرا کچھ لے جاتے ہیں پھر
یہ تو استحقاق زیادہ رکھتے ہیں کیونکہ آبا و اجداد سے اس خاندان
عالی کے نمک خوار و شکر گزار ہیں جس وقت مزاج جناب عالی کا
ٹک ایک متوجہ ہوا یہ قابل تو کیا چیز ہے مادرا اس کے نعمائے کثیر
پائیں گے اور مدت العمر کو بے نیاز ہو جائیں گے لیکن کل اچیں
صرھون یا دو تا تھا۔

بیت

تا در نہ رسد وعدہ ہر کار کہ ہست   سودے نہ کند یاری ہر یار کہ ہست

حاصل یہ ہے کہ مکان مذکور قدیم مدرسہ ہے بڑے بڑے فاضل مدرس وہاں گزرے ہیں بلکہ اب تلک بھی سررشتہ درس و تدریس کا جاری ہے چناں چہ سوائے شہر کے طلبا اطراف و اکناف سے وہاں تحصیل کے واسطے آتے ہیں اور فیض ان سے اٹھاتے ہیں حق تو یہ ہے کہ اس شہر میں چرچا علم وفضل کا بہ نسبت اور بلاد کے زیادہ ہے کیوں کہ فریقین کے فاضل یہاں موجود ہیں لیکن سنّیوں کے فرقے میں مشتشنا مولوی مبین صاحب اور فرقۂ ناجیہ امامیہ میں مولانا سید دل دار علی سلمہ اللہ تعالیٰ وحیدِ عصر ہے تبحر اس بزرگ کا اس کی تحریر سے ہویدا ہے اور خوش بیانی اس کی تقریر سے پیدا سیکڑوں اشخاص اس کی بہ دولت گم راہی سے نکلے اور منزلِ ہدایت کو پہنچے مذہب امامیہ کو ترقی کامل اس نے بخشی اور ہندستان میں نماز جمعہ و جماعت اسی نے کی۔ شعرا بھی جتنے اس شہر میں ہیں کیا فارسی گو کیا ریختہ گو کہیں نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد برہم ہونے شاہ جہاں آباد کے اکثر غریب امیر میرزایان ہندستان سے نواب صفدر جنگ و شجاع الدولہ بہادر کے عہد میں آکر اس شہر میں بہ سکونتِ دائمی ساکن ہوئے پس شہر تو عبارت اشخاص سے ہے یہی دلّی ہوگیا اور باشندے بھی اس کے بہ سبب کثرت صحبت و متبع زبان تلفظ صحیح کرنے لگے یہاں تک کہ جنگی طبع موزوں تھی شاعر ہوگئے باوجود اس کے بھی لہجے میں تفاوت بہت رہ گیا لیکن محاورے میں کم کہ زباں داں ہی اس کو سمجھے اور اس کی طبیعت اس پہ لگے۔

بت خانے بھی اندرون و بیرون شہر کے ہیں لیکن لعل دروازے کے پچھم طرف کالکا کا بت خانہ قدیم ہے ہر پیر کو وہاں ہنود جمع ہوتے

ہیں اور اس کی پرستش کرتے ہیں پر ہولی کے بعد کئی دن رات کو روشنی افراط سے وہاں رہتی ہے اور دکھن طرف شہر کے باہر بھوانی کا مٹھ ہے وہاں بھی اٹھوارے میں ایک مرتبہ ہندو پوجا کو جاتے ہیں اور پکوان وغیرہ بھی چڑھاتے ہیں مگر ہولی کے آٹھویں دن بڑا میلا ہوتا ہے تمام شہر کے ہندو بلکہ مسلمان تماش بین اور رنڈیاں بھی اسی قبیل کی ہزاروں جاتی ہیں اور جھمکڑے اپنے خواہش مندوں کو دکھاتی ہیں تا شام اسی کے مندر کے گرد و پیش ایک دنگل جمع رہتا ہے بلکہ اس کے قریب جتنے باغ ہیں وہ بھی آدمیوں سے معمور رہتے ہیں غرض اس طرح کا میلا شہر مذکور میں دوسرا نہیں ہوتا نام اس کا آٹھوں ہے سورج کنڈھ ایک تالاب ہے شہر سے چار کوس پچھم دکھن کے درمیان وہاں بھی ہر برس برسات کے اخیر ہندو زن و مرد لاکھوں نہانے جاتے ہیں بلکہ دور دور کے باشندے بھی وہاں اپنے تئیں پہنچاتے ہیں ساتھ اس کے مسلمان بھی ہزاروں نظر باز سجے سجائے ادھر ادھر اور کسبیاں بھی تمام شہر کی اپنے تئیں بنائے چنائے جدھر تدھر جلوہ گر غرض تا شام وہاں بھیڑ بھاڑ رہتی ہے ۔

بلگرام

ایک بڑا قصبہ ہے اکثر وہاں کے لوگ قابل و شاعر و صاحب طبع ہوتے ہیں قصبہ مذکور میں ایک کنواں ہے جو کوئی چالیس دن متصل اس کا پانی پیئے خوب گانے لگے سوا اس کے اکثر اہل کمال یہاں گزرے ہیں چنانچہ سید جلیل القدر عبدالجلیل بلگرامی بڑا شاعر

علم عربی و فارسی میں خوب ماہر فرخ سیر کے وقت میں گزرا ہو بلکہ سندھ کی وقائع نگاری بھی اس کو حضور اعلا سے مقرر تھی اتفاقاً سرکار مذکور میں ایک بار اسی عہدِ فرخ میں مینہ کے ساتھ مصری برسی تھی اس بزرگ وار نے اس خبر نادر روزگار کو بھی حضور پر نور میں لکھ بھیجا حضرت اس خبر کو خلاف قیاس سمجھ کر نہایت برہم ہوئے کہ افترا کرنا اور بادشاہوں کے حضور لکھنا ہرگز نہ چاہیے یہ شخص لائق اس امر کے نہیں غرض خدمت سے اس بے چارے کو تغیر کیا روزگار اس کا ناحق جاتا رہا تب میر مذکور خبر مسطور کی صداقت کے لیے وہاں کے قاضی مفتی بلکہ اکثر اشراف ثقات کی مہروں سے ایک محضر کروا کر حضور میں لے آیا اور موردِ الطاف ہوکر اسی خدمت پر پھر سرفراز ہوا یہ رباعی حسب حال اس کی طبع زاد ہے۔

رُباعی

فرخ سیر آں پادشہ با برکات　　چرخ از آب او شدہ شیریں حرکات
در سندھ ز یمن عہد دولت منشش　　باراں بارید ریزۂ قند و نبات

بعد اس بزرگ کے میر غلام علی آزاد بھی شعر و سخن و علم و فضل میں اپنے معاصرین کے بیچ لاثانی تھا بلکہ اشعار عربی تو اس فصاحت و بلاغت و بہتات کے ساتھ کہ اہلِ ہند میں کسی نے اس سے آگے بھی نہیں کہے۔ قصائد اس کے اس بات پر دال ہیں اور اس کی تعریف میں فصیحانِ عرب کی زبانیں لال۔ پیدایش اس کی گیارہ سے چودہ ہجری میں اور وفات اس کی سن بارہ سو دو میں۔ پوتا بھی اس کا مفتی میر حیدر اس وقت میں مغتنم زمانہ اور اپنے معاصرین میں یگانہ تھا علوم عربیہ میں مہارت تمام اور

فنونِ فارسی میں دست گاہ مالاکلام اس کو تھی نثر کی جمیع اقسام پر قادر تھا
اور نظم کے تمام اسراروں سے ماہر صاحبان کمپنی دام ظلہم کی سرکار میں
مفتی گری کی خدمت پر برسوں سرفراز رہا اور صاحبانِ عالی شان کے
نزدیک اپنے ہم چشموں میں ہمیشہ ممتاز اتفاقاً سن بارہ سے سترہ میں
قبائل اس کے بلگرام کو روانہ ہوئے میر موصوف اُن کے پہنچانے
کے لیے آپ بھی تا عظیم آباد ساتھ ہوا مرشد آباد تلک پہنچا تھا کہ
مرض الموت نے آگھیرا آخر منزلِ مقصود تلک جانے نہ دیا مگر اول
منزل پہنچایا۔ حاصل یہ ہو کہ یہاں کی زمین قابل خیز ہو ایک نہ ایک
صاحب کمال یہاں پیدا ہوتا رہتا ہو قصہ مختصر صوبہ مذکور کی آب و ہوا
نہایت خوب ہو اور اناج اکثر قسم کا یہاں پیدا ہوتا ہو خصوصاً استعمالی
اور جھنڈال چانول نہایت خوش ذائقہ وسفید و پاکیزہ و خوش بو بہ اندو
ہوتے ہیں اور ہندستان کے اکثر متعلقات سے اس صوبے کے کتنے ہی
محالوں میں کھیتیاں تین مہینے پہلے بوئی جاتی ہیں اور بعضے مقاموں میں
دریا جیٹھ کے مہینے میں چڑھتے ہیں اکثر قطعے زمین کے پانی میں
ڈوب جاتے ہیں پر جوں جوں پانی زیادتی کرتا ہو دھان زیادہ بھیگتا ہو
اور بڑھتا اگر بال لگنے سے پہلے پانی کی طغیانی ہو جائے تو دھان اس
کھیت کے بال نہیں لاتے اور جنگلوں میں یہاں کے ارنے شیر کثرت
سے ہوتے ہیں خصوصاً گورکھ پور بہرائچ کے اطراف میں سوائے ان
کے ہاتھی گینڈے وغیرہ جانور صحرائی بافراط نظر آتے ہیں اگرچہ دریا اس
صوبے میں بہت ہیں لیکن بڑے تین گھاگرا سرجو ڈاسنی طول اس
کا سرکار گورکھ پور سے قنوج تلک ایک سو تیس کوس اور عرض کوہ شمالی

سے تا سدھور تاولج الہ آباد ایک سو پندرہ کوس شرق کی جانب اُس کے بہار شمال کی طرف پہاڑ جنوب کی سمت مانک پور مغرب کی طرف قنوج اودھ بہرایچ خیرآباد لکھنؤ گورکھپور پانچ سرکاریں متعلق ان کے ایک سو ستانوے محال آمدنی چھو کروڑ پانچ لاکھ چالیس ہزار دام -

صوبہ سرا پا بہار

بہار دار الحکومت اس کا عظیم آباد عرف ٹپنہ ہے نہایت خوش سواد و خوش آب و ہوا گنگا کے کنارے اور اس مقام میں دریاؤ کو اٹھارہ گنڈے ندی بھی کہتے ہیں طول آبادی کا بہت بڑا اور عرض چھوٹا عمارتیں سابق میں کھپریل کی بیش تر تھیں اب پختہ بھی ہیں کیوں کہ آبادی و رونق شہر مذکور کی صاحبان انگریز کی ریاست میں بڑھ گئی ہے۔ چناں چہ باقی پور تین کوس شہر سے پرے پچھم طرف اور اس سے تین کوس آگے داناپور یہ دونوں معمورے معقول آباد ہوئے ہیں اکثر صاحبوں کی کوٹھیاں حویلیاں باغ وہاں ساتھ ایک لطف و ترتیب کے ہیں غرض شہر سے تا باقی پور اور وہاں سے داناپور تلک بستی ہی بستی ہے فاصلہ نہیں شہر پناہ اس کی خام مگر دریا کی طرف البتہ خشتی ہے اور قلعہ وہاں بہ نام ہے فی الحقیقت ایک عمارت کلاں خشتی ہے لیکن اب پرانی ہوگئی مکانات اس میں متعدد ہیں اور قریب اس کے پچھم کی طرف ایک مسجد و مدرسہ نہایت کشادہ و خوش عمارت اگرچہ عمارت اس کی اب پرانی ہوگئی ہے لیکن شہر مذکور میں لاثانی ہے گو کہ مسجدیں کہنہ و نو بہت سی ہیں یوں سنا ہے کہ بنا اس کی نواب سیف خاں مرحوم

نے ڈالی تھی پر تعمیر نواب ہیبت جنگ نے کی بالفعل نواب سراج الدولہ کی
نواسیوں کے قبضے میں ہے پورب دروازے کے آگے ایک مسافت بعید
پر جعفر خاں کا باغ ہے اور پچھم دروازے سے ایک کوس کے فاصلے
پر شاہ ارزاں کی درگاہ سواد اس کا سہاؤنا ہر ایک مکان لگو نہا
ہر پنجشنبہ کو شہر کے لوگ بہ کثرت وہاں جمع ہوتے ہیں اور کنچنیاں
کسبیاں بھی تمام شہر کی ... ہیں ناچ کی صحبت تا شام بلکہ کچھ ایک
رات گئے تک رہتی ہے لیکن صاحبانِ عالی شان کی ریاست سے پہلے
ازدحام خلائق کا بہ کثرت ہوتا تھا اب اس قدر نہیں پر تھوڑا بہت مجمع
ہو ہی رہتا ہے کیوں کہ کوئی مزاحم و مانع نہیں جس کا جی چاہا گیا جس کا
جی چاہا نہ گیا دکھن رخ اس درگاہ کے ایک امام باڑا ہے ... کے
کنارے تعزیے تمام شہر کے عاشورے کے دن وہیں دفن ہوتے ہیں
صحن اس کا نپٹ کشادہ اور مصفا اور ہوا نہایت خوش آیند و پاکیزہ
خصوصاً برسات میں جو کوئی وہاں جائے نہایت حظ اٹھائے۔

بیت

جو چاہے کہ کھولے دلِ تنگ کو   کرے دید وہاں کے زرا رنگ کو

غلہ بھی اقسام کا بہ کثرت ہوتا ہے بیش تر ارزانی رہتی ہے اور دودھ
نہایت گاڑھا چکنا دہی بھی نپٹ خوش ذائقہ میٹھا بہتا ... سے بہم
پہنچتا ہے اور ترکاریاں ہر قسم کی بافراط اور سستی لیکن ترمیوے بعضے
بعضے خوب ہوتے ہیں خصوصاً انار نہایت خوش مزہ بہت بڑا دانہ بھی
اس کا گندہ نپٹ رسیلا اگرچہ ولایت کا سا تو نہیں لیکن ہندستان کے
اکثر بلاد کے اناروں پر شرف رکھتا ہے غرض جلال آباد کے انار سے

کلانی و خوبی میں کچھ کم نہیں۔ کپڑا بھی اقسام کا خوش قماش اس صوبے میں بُنا جاتا ہی خصوصاً ململ شیخ پُورے کی مشہور لیکن حقّے اور بعضے ظروف شیشے کے عظیم آباد سے بہتر کہیں نہیں بنتے توتا بھی امرت بھیلا اور لجلا کثرت سے ہوتا ہی اگر کوئی اس کو پالے اور پڑھائے تو جلد بولے اور بہ خوبی پڑھے۔ تین کوس شہر مذکور سے جنوب کی طرف دامن کوہ میں گیا ایک بڑا معبد ہنود کا ہی دور دور سے ہندو وہاں آکر اپنے جد و آبا کی ارواح کے لیے دان پن کرتے ہیں خصوصاً چلّے کے جاڑے میں جب آفتاب قوس میں آتا ہی ہزاروں اشخاص مرد و زن اس مکان میں نزدیک و دور سے آکر جمع ہوتے ہیں پھر منتر پڑھ پڑھ ترپن سرادھ سے اپنے مُردوں کی روح کو مسرور کرتے ہیں اور اس عمل کو ان کی نجات کا موجب اور اپنی بہترین عبادت جانتے ہیں قریب اس کے سنگ مرمر کی کھان ہی بیش تر وہاں ظروف و زیور سنگ مذکور کا بناتے ہیں اور اپنی دست کاری کی خوبیاں دکھاتے ہیں کاغذ بھی ارول اور بہار میں بہتر سے بہتر بنتا ہی۔

سرکار منگیر

خلاصۃ التواریخ کی رُو سے معلوم ہوتا ہی کہ عالمگیر کے عہد میں یا اس سے سابق ایک دیوار سنگین گنگا سے پہاڑ تلک بنا کر صوبہ بہار کی انتہا اس کو مقرر کیا تھا لیکن سال ہا سے سال سے الی الان کہ سن [illegible] لیس جلوسی شاہ عالم کے ہیں اس کا نشان بھی سننے دیکھنے میں نہیں آیا خدا جانے تھی یا نہ تھی بہ دریا کنارے ایک قلعہ پختہ البتہ تعمیر ہوا تھا۔ بالفعل بھی موجود ہی لیکن عمارت اس کی جا بہ جا سے گر پڑی ہی اندر

اس کے صاحبان انگریز نے بنگلے اور بعضے مکان پختہ بھی بنائے ہیں اور جھاڑ کھنڈ کے پہاڑ تلے بیج ناتھ ایک معبد ہے اس کو مہادیو کا مکان کہتے ہیں وہاں پیپل کا ایک درخت کہ اس کے اُگنے کا آغاز کسی کو معلوم نہیں وہاں کے مجاوروں میں جس کو احتیاج خرچ ضروری کی ہوتی ہے وہ کھانا پینا چھوڑ کر اس کے نیچے آ بیٹھتا ہے اور مہادیو سے التجا کرتا ہے دو تین دن کے بعد ایک پتا لکھا ہوا قلم غیب سے بہ خط ہندی اس کے پاس آن پڑتا ہے اُس سے رُپے جتنے کہ اس کی قسمت میں لکھے اور نام دینے والے کا بلکہ اس کے باپ دادا زن و فرزند کا بھی مع لک و سمت ہر چند کہ پان سو کوس پر کیوں نہ ہو ظاہر ہوتا ہے تب وہ اس کو اپنے سردار پاس لے جاتا ہے وہ مطابق اس کے ایک کاغذ لکھ دیتا ہے اسی کو ہنڈوی بیج ناتھ کہتے ہیں پھر طالب اس کو لے کر اس شخص کے پاس جاتا ہے فی الفور وہ زر مسطور حامل کاغذ کے حوالے کرتا ہے چنانچہ خلاصۃ الہند کے مؤلف نے لکھا ہے کہ ایک بامن وہاں کا میرے نام پرچی لایا تھا میں نے سعادت جان کر زرِ معلوم ادا کیا نادر تر اُس سے یہ ہے کہ اس معبد میں ایک غار ہے کہ مجاوروں کا رئیس سال میں ایک بار شیو برت کے دن اس غار میں جا کر خاک اٹھا لاتا ہے اور ہر ایک مجاور کو اس میں سے دیتا ہے بہ قدر اس کے نصیب کے وہ خاک سونا ہو جاتی ہے۔

ترہت

قدیم سے دار العلم ہندی ہے آب و ہوا وہاں کی نہایت خوب دہی وہاں کا چوکا اور نہایت خوش مزہ بہت تحفہ بلکہ خلاصۃ التواریخ کے مصنف

نے لکھا ہو کہ ایک برس تک نہیں بگڑتا اغلب کہ یہ مبالغہ ہو کیوں کہ عقل و نقل کے خلاف ہو اور دودھ بھی علاوہ القیاس کہتے ہیں کہ اہیر اگر پانی اس میں ملا دے وے تو غیب سے اُسے ایک صدمہ پہنچے اور بھینس بھی اس بستی میں اتنی بڑی اور قوی ہوتی ہو کہ شیر اس کو شکار نہیں کر سکتا علاوہ اس کے برسات میں ہرن بارہ سنگے شیر بہ کثرت اکٹھے ہو کر بستی میں آتے ہیں اور باشندے وہاں کے حظ ان کے شکار سے اٹھاتے ہیں۔

سرکار چنپارن

کی زمین قابل اگر ماش بکھیر دے ویں تو بے رنج کشت کاری اُگ اُٹھیں اور اس کے جنگل میں پیپلیں بہت پیدا ہوتی ہیں۔

رہتاس

قلعہ ہو ایک بلند پہاڑ دشوار گزار پہ چودہ کوس کے گھیر میں کھیتیاں اس میں اکثر ہوتی ہیں چشمے بھی بہت سے جوش مارتے ہیں اور جس جگہ وہاں چار گز کھو دیے پانی نکل آوے۔ آبشاریں بیش تر تالاب برسات میں دو سو سے کچھ اوپر القصہ اس صوبے میں گرمی بہ شدت جاڑا معتدل دو مہینے سے زیادہ لباس پشمی کی احتیاج نہیں ہوتی مینہ چھو مہینے آگے برستا تھا اب بھی پانچ مہینے سے کچھ کم و زیادہ برس رہتا ہو زمین یہاں کی تمام سال دریاؤں کی بہتات سے شاداب رہتی ہو باد بہ شدت نہیں چلتی گرد بھی نہیں اُڑتی کشت کاری

جیسی چاہیے ویسی ہوتی ہو خصوصاً وھان یہاں کے نہایت پاکیزہ اور چنندہ پر کساری ایک اناج کثرت سے ہوتا ہو نپٹ سستا بدمزہ مٹر کی مانند۔ مفلس تہی دست یا کمینے اُسے کھاتے ہیں گو کہ وہ سبب بعضے امراض کا بھی ہوتا ہو اگرچہ دریا اس صوبے میں بہت سے ہیں پر گنگا سون گنڈک کلان نہ لیکن سون جبال جنوبی سے آکر منیر کے نزدیک گنگا سے ملی کہتے ہیں کہ نربدا اور وہ ایک چشمے سے نکلی ہیں اور گنڈک شمال کی جانب سے آحاجی پور کے قریب۔ کرم ناسا ایک دکھن کے پہاڑ سے نکل کر چونسا گزر میں۔ اور پن پن جنوب کی طرف سے آ قنوج کی آبادی سے گزر عظیم آباد کے نزدیک۔ غرض بہتر دریاؤ ایسے کہ جن میں ناؤ چلے اور چھوٹے ان گنت۔ گنگا سے شہر مذکور تک پہنچتے پہنچتے ملے اکثر ہندو خاص کرم ناسا کو اترتے ہوئے یہ احتیاط کرتے ہیں کہ ایک قطرہ ان کے بدن تک نہیں پہنچتا نہانے کا تو کیا ذکر ہو پر خلاصۃ التواریخ کے مولف نے لکھا کہ جس مقام میں گنڈک گنگا سے ملی ہو جو کوئی وہاں کا پانی پیے اس کے گلے میں گھینگا نکلے رفتہ رفتہ ناریل کے برابر ہو جائے۔ اور سیر المتاخرین والا یہ لکھتا ہو کہ حاجی پور کی آب و ہوا کی یہ خاصیت ہو اکثر وہاں کے لوگ اس مرض میں گرفتار رہتے ہیں اور گھینگے ان کے گلوں کے ہار لیکن واقع میں اس کے خلاف ہو شاید چالیس پچاس برس آگے یہ بات ہو تو ہو اب تو نہیں ہاں بعضے بعضے اشخاص کے گلوں میں البتہ سو یہ کہاں نہیں اور پانی دریائے مذکور کا بہ شراکت گنگا بلکہ نرا ہزاروں آدمیوں نے پیا اب تک بھی پیتے ہیں لیکن گلا کسی کا سوجتا بھی نہیں

گھینگے، کا تو کیا ذکر ہے مگر ایک پوڑھی گنڈک مظفر پور کے تلے بہتی ہے اس کے پانی کا یہ اثر مقرر ہے بلکہ مبالغہ یہاں تک کرتے ہیں کہ چرند و پرند جو اس کا پانی پیے یہ بیماری اس کے گلے پڑے چناں چہ مظفر پور کے اکثر حیوان و انسان اس بلا میں مبتلا رہتے ہیں وہ جو سنا تھا کہ ایک سرزمین کی چڑیا کوّے کے بھی گلے میں گھیگا ہوتا ہے وہ یہی ہے اور سالگ رام ایک پتھر حاجی پور کے اطراف میں ہوتا ہے رنگ اس کا سیاہ مقدار میں چھوٹا گول روغنی فارسی میں سنگ محک اسے کہتے ہیں۔ راقم خلاصۃ التواریخ کا یہاں تک لکھتا ہے کہ چالیس کوس کے عرصے تک قصبہ مذکور کی نواح سے نکلتا ہے ہندو اس کو بھی ایک مظہر الٰہی سمجھ کر پرستش کرتے ہیں بلکہ برہمنوں کا عقیدہ یہ ہے جو بت کہ ٹوٹ جائے قابل پوجنے کے نہیں مگر یہ پتھر۔ قصّہ کوتاہ طول اس صوبے کا تیلیا گڑھی سے لے کر رہتاس تلک ایک سو بیس کوس اور عرض ترہت سے کوہ شمالی تلک ایک سو دس کوس مشرق رُو اس کے بنگالہ غرب رخ الہ آباد جانب شمال اودھ جنوب کی طرف ایک بڑا پہاڑ حاجی پور منگیر چمپارن سارن ترہت پٹنہ بہار آٹھ سرکاریں متعلق اس سے دو سو چالیس محال آمدنی اٹھائیس کروڑ سات لاکھ تینتیس ہزار دام۔

صوبۂ بنگالہ

جہانگیر نگر عرف ڈھاکہ ایک بڑا شہر آبادی و خوش سوادی میں بہ مراتب بہتر ہر ملک کی اشیا اس میں ہر وقت مہیا ہر قوم و اقلیم کے لوگ اس میں ہزارہا اصل نام اس کا بنگ تھا لفظ آل

کہ اس سے ملا وجہ اس کی یہ ہو کہ بنگلہ زبان میں آل بڑے پشتے
کو کہتے ہیں اور اُسے باغ و زراعت وغیرہ کے گرد پانی کی محافظت
کے لیے بناتے ہیں چناں چہ اگلے زمانے میں اس ملک کے زمین دار
دامنِ کوہ میں کہ زمین وہاں کی نیچی ہوتی ہو دس دس ہاتھ کے اونچے
اور آٹھ آٹھ ہاتھ چوڑے پشتے بناکر مکانوں کی بنیاد ان کے اندر ڈالتے
تھے اور کھیتیاں بھی اسی طور پر کرتے تھے بنا بر اس کے یہاں کے عوام
نے اس ملک کا نام بنگالا رکھ دیا گرمی اس دیار میں چالیس پچاس برس
سابق اعتدال سے قریب تھی اور جاڑا نہایت کم برسات جیٹھ سے شروع
ہوتی تھی اور چھ مہینے رہتی لیکن بالفعل بعضے ملکوں میں گرمی اس سے کہیں
زیادہ چناں چہ سال گزشتہ میں تو ایسی پڑی تھی کہ ایک عالم نے اذیت
کھینچی بلکہ اکثر حیوان انسان حرارت سے تلف ہوئے جاڑا بھی اتنا پڑتا ہو
کہ سیر بھر روئی کا بالا پوش انسان رات کو اوڑھ سوئے لیکن ٹھٹھر نہیں ہوتی
بلکہ پہر دن چڑھے سے لے کر دو تین گھڑی دن رہے تک رضائی کی حاجت
نہیں اور دو پہر سے سہ پہری تک ایک دوپٹا کافی ہو لیکن اس موسم
میں کوہرا اکثر پھوار کی مانند پڑتا ہو بلکہ کبھی کبھی تو آسمان دھنواں
دھار ہو جاتا ہو سورج پہر ڈیڑھ پہر دن چڑھے تک نظر نہیں آتا
اور برسات پانچ مہینے کی بلکہ کچھ کم شروع اس کا آدھے جیٹھ سے
اور آخر کاتک کا اوّل معہذا اگر جیٹھ کی ابتدا میں یا کاتک کی انتہا میں
کسی برس مینہ برسے تو کچھ مضائقہ نہیں کیوں کہ کبھی کبھی غیر موسم کیا
پچھم کے ملکوں میں نہیں برستے وھان اس ملک میں بیش تر ہوتا ہو
اقسام اس کے بہت ہیں اگر ایک ایک دانہ ہر قسم سے لیویں تو ایک

ٹھلیا بھر جائے لطف یہ ہے کہ ایک کھیت میں تین تین بار پیدا ہوئے ہیں
جس قدر پانی بڑھے زیادہ بھیکے بال اس کی پانی میں نہ ڈوبے ۔
کھیت والوں نے جو کبھو اس کو ناپا تو پچاس پچپن ہاتھ سے کچھ اوپر
پایا اور رعیت یہاں کی حاکم سے سرکشی نہیں کرتی زر واجبی ایک برس کا
آٹھ مہینے میں بہ طور اقساط کچہری میں آپ پہنچا دیتی ہے گھر اس بلاد میں
بیشتر چھپر کے اگرچہ کتنے دل دار مضبوط خوش اسلوب دیرپا ہوتے ہیں
بلکہ بعض بعض بنگلوں میں تو پانچ پانچ چار چار ہزار روپے لگ جاتے ہیں
پر دیواروں کی جگہ ٹٹیاں کیوں کہ کچی دیوار یہاں کی نہیں ٹھیرتی مگر خشتی
سو غریبوں کو کہاں میسر بلکہ اکثر صاحب مقدور بھی بہ سبب خست کے
نہیں بناتے اور باسن اُن اشخاص کے اکثر بگلی تھوڑے سے بیچی بستیاں بھی
بیشتر یہاں کی درختوں میں ہوتی ہیں یعنی ایسی جگہ گھر بناتے ہیں کہ ادھر
ادھر اس کے درخت ہوں خدا نہ خواستہ اگر ایک گھر کو آگ لگے تو گانو کا
گانو پھنک جاتا ہے پھر اپنے اپنے گھروں کے نشان کسی کو معلوم نہیں ہوتے
مگر ان درختوں کے آثار سے۔ بوریا بھی اس نواح میں بعضا بعضا ملائمت
میں ریشم کے برابر اور صفائی میں محمودی کی چاندنی سے کہیں بہتر بلکہ
گرمیوں میں فرش اُس کا اس کے آگے گرد اور یہ اس سے سرد
سیتل پاٹی اس کو سچا کہتے ہیں واقعی اسم با مسمی ہے خوراک خاص یہاں
کے لوگوں کی مچھلی خشکا کڑوا تیل دہی لال مرچ ترکاری ساگ بلکہ مچھلی
حضرت یونسؑ کے وقت کی بھی اگر پائیں تو کھا جائیں اور ترکاری کے
ناؤں کو بھی بتیا ہاتھ چڑھے ممکن نہیں کہ اُس سے ہاتھ اٹھائیں لون
بھی زیادہ کھاتے ہیں لیکن اس ملک کے بعضے بعضے مقام میں کم بہم پہنچتا

ہی پر روٹی گیہوں جو چنے کی اگر کیسی ہی خوب ہو نہیں کھاتے بکری کا گوشت مرغ گھی ان کے مزاج سے موافق نہیں بلکہ ریاض السلاطین کا مصنف لکھتا ہی کہ ان غذاؤں کو اکثر معدہ ان کا قبول نہیں کرتا اچانک جو کھا جائیں تو استفراغ کردیں پر اپنے دیکھنے میں نہیں آیا اور کسی ٹھیٹھ بنگالی سے صحبت بھی نہیں رہی شاید ان کی یہ عادت ہو تو ہو ہر کسی کی تو نہیں اور پہناوا عوام الناس کا خواہ وہ مال دار ہو خواہ مفلس موافق ستر کے کیوں کہ مرد سفید کپڑا جس کو دھوتی کہتے ہیں ناف کے نیچے سے باندھتے ہیں زانو تک اس سے ڈھکتا ہی اور دو تین پیچ کا ایک کپڑا سر کے گرد لپیٹ لیتے ہیں چندیا ساری کھلی رہتی ہی مگر جو اہل ہند یا کسی اور ملک کے باشندے یہاں آکر بسے اور دو دو تین تین پشتیں ان کی گزر گئیں یا جن کو ہندستانیوں سے اکثر صحبت رہی یا روزگار پیشہ اہل خدم جامہ نیمہ بھی پہنتے ہیں پر اپنے گھروں میں بیشتر اسی طور پر گزران کرتے ہیں لیکن خلاصۃ التواریخ والا لکھتا ہی کہ زن و مرد کپڑے نہیں پہنتے ننگے رہتے ہیں اس کی مراد بھی یہی ہی یعنی جس پر لفظ پہننے کا صادق آئے ویسی پوشش ان کی نہیں اور یہ جو تصریح کرتا ہی کہ کاروبار باہر کا بھی خاص عورات سے متعلق ہی خصوصیت اس امر کی بالفعل تو ثابت نہیں اس عصر میں شاید ہو پر لباس اکثر عورات کا بھی ایسا ہی کچھ ہی کیوں کہ ایک ہی کپڑے پر یہ بھی اکتفا کرتی ہیں نام اس کا ساڑی ہی اس طور سے کہ ایک ادھ واڑ اس کا ناف سے لے پنڈلیوں تک لپیٹتی ہیں اور دوسری سے پیٹھ گردن اگلا وچھلا سر لیا اوقات کھلا رکھتی ہیں بلکہ پانو بھی ننگے پاپوش نہیں پہنتیں اور سفر یہاں

بیشتر ناؤ پر خصوصاً برسات میں کیوں کہ کشتیاں اس ملک میں اقسام
کی بہتایت سے گھاٹوں پر چھوٹی بڑی مہیا رہتی ہیں جس وقت مسافر
چاہے سوار ہو بیٹھے اور جس شہر کو چاہے بہ آرام چلا جاوے اور گرمی
جاڑے کے موسم میں رتھیں گاڑیاں چوپہلے بلکہ پالکی تلک بہم پہنچتی ہے جس
پر چاہے اس پر سوار ہو لیکن اچھا گھوڑا ہاتھ نہیں لگتا مگر بڑے مول کو
پر ہاتھی بہ کثرت ہوتے ہیں اور موتی جواہر عقیق پشم مطلقاً اس سرزمین
میں نہیں مگر اور ملکوں سے آتا ہے پھل سوائے انگور و خربوزہ انواع و اقسام
کے یہاں ہوتے ہیں خصوصاً آم انناس کیلا کہ ہر ایک اس خوبی کے ساتھ
اور بلاد ہند میں نہیں ہوتا لیکن خاص اس نواح کے میووں میں ایک
گلابی جامن ہے اگرچہ میٹھی تو خوب نہیں ہوتی پر اس کے ہضم ہونے
تلک جب ڈکار آتی ہے گلاب کی باس آتی ہے پھول بھی سبھی طرح کے
ہوتے ہیں پر کیوڑا کثرت سے اور مادھولتا بلکہ یہ قسم خصوصیت اس ملک سے
رکھتی ہے اور بعضے مقاموں میں سونٹھ سیاہ مرچ بھی پیدا ہوتی ہے اور پان تو
اقسام کے بہ افراط ریشم بھی نپٹ بہتایت سے بلکہ کپڑا بھی ریشمی قسم قسم
کا یہاں خوب بُنا جاتا ہے کہ ویسا اور کہیں کم دیکھنے میں آتا ہے سچ تو یہ
ہے کہ کپڑا سفید بھی اقسام کا خواہ مہین ہو خواہ گڑھا وار اس مملکت کے
بعضے شہروں میں ایسا خوش قماش تیار ہوتا ہے کہ دیکھنے والا اس سے کیفیت
آب رواں کی اٹھاتا ہے اور پہننے والے کا تن سکھ پاتا ہے فی الواقع اس
کی بافت کی صنعتیں اور ساخت کی کیفیتیں کسی اور دیار کے باشندے
باریک بیں بھی پا نہ سکیں ہر چند ایک عمر ادھیڑ بن میں رہیں بُننے کا تو
ذکر کیا اس واسطے یہاں کے سردار اپنے ہم سروں کے لیے بہ طریق

سوغات بسا اوقات کپڑا اجناس اس قسم کی بھجوایا کرتے تھے اور سوداگر اکثر اپنے نفعے کے لیے ملک بہ ملک لے جایا کرتے تھے۔ چناں چہ طور ثانی تو یہ دستور جاری ہے لیکن اول میں بہ سبب انقلاب زمانہ بہ مراتب خلل پڑ گیا اور جیپے خانے جو یہاں کے ناظم حضور اعلا میں ارسال سال بہ سال کیا کرتے تھے وہ محمد شاہ کے بعد یک سر موقوف کر دیا بلکہ اپنی پگڑیاں پھیر رکھیں اور ہی سودا سروں میں سمایا۔ آداب کا طریقہ ایک لخت بھلایا شراب نخوت و رعونت میں سرشار ہوئے اور اداب کے طریقے سے یک لخت دست بردار لیکن خمار اس کا خوب ہی کھینچا۔ سو طرح کا صدمہ بہ جان و دل کو پہنچا۔

لکھنوتی

قدیم شہر ہے آباد کرنے والا اس کا لنگل دیپ احوال اس کا یوں مرہے کہ بنگالے کی سرحد میں کوچ ایک بستی ہے اس شخص نے اس کی نواح سے خروج کیا آخر صوبۂ بہار و بنگ کو لے لیا پھر اس شہر کو بسایا اور اپنی تخت گاہ ٹھہرایا چناں چہ دو ہزار برس تک شہر مذکور دار الحکومت صوبۂ بنگ کا رہا بعد اس کے ٹانڈا ہوا پھر جہاں گیر نگر بعد اس کے مرشد آباد بلکہ اب تک بھی صوبۂ مسطور کے ناظم کی بود و باش اسی میں ہے قصہ کوتاہ جس وقت ہمایوں بادشاہ لکھنوتی میں رونق افزا ہوا اس کی آب و ہوا کو جو اچھا دیکھا جنت آباد نام رکھا اب وہ ملک ایسا اجڑا ہے کہ ہزاروں درندے گزندے وہاں اپنے گھر بناتے ہیں فقط قلعے کے دروازے کا نشان اور مسجد طلائی کے کچھ آثار نظر آتے ہیں۔

ہزاروں ہی تھے جس جگہ بوستاں بہشت وہاں اب نہیں ایک گل کا نشاں

جہاں مسندیں بادشاہوں کی تھیں وہاں ایک گرا کا بچھونا نہیں
۔ مشرق طرف شہر کے چھتہ بھتہ ایک جھیل ہو باندھ اس کا اب
تلک قائم لیکن جب کہ آبادی کی بنیاد مستحکم تھی برسات میں پانی کا گزار شہر
میں مطلق نہ پڑتا تھا اب ایک سر سطح آب ہوجاتا ہو بلکہ کشتی بھی بہ آسانی
آتی جاتی ہو اور قلعے سے ایک کوس کے فاصلے پر ایک قدیم عمارت تھی
اس میں ایک حوض بھی نہایت متعفن نام اس کا پیانہ باڑی تھا جو کوئی
پانی اس کا پیتا اقسام کی بیماریوں میں گرفتار ہوکر مرجاتا کہتے ہیں۔
کے عہد سے پہلے گنہگاروں کو وہاں قید کرتے تھے کہ اس کا پانی پی کر
جلد ہلاک ہوجائیں سلطان ممدوح اس امر کا مانع ہوا اور اس دستور
کو اٹھا دیا ۔

مرشد آباد

ایک بڑا شہر بھاگی رتی کے کنارے اورنگ زیب کے وقت بسا۔
لیکن دریا کے دونو کناروں پر پہلے اس جگہ مخصوص خاں سوداگر نے ایک
سرائے بناکر مخصوص آباد نام رکھا تھا گنتی دوکانیں اس میں تھیں جب
جعفر خاں نصیری کو اصالتاً صوبہ داری بنگالے اور اڑیسے کی محمد عالمگیر
نے عنایت کی اور مرشد قلی خاں خطاب دیا تب اس نے وہیں شہر
آباد کیا اور مرشد آباد نام رکھا بلکہ دارالحکومت اسی کو ٹھہرایا چنانچہ
اب تلک بھی سنہ ۱۲۲۰ ہجری ہیں اور ریاست صاحبان کمپنی دام ظلہم کی
بود و باش ناظم کی اسی میں ہر طول اس کا چار کوس سے کچھ زیادہ چھوٹی
بوٹے دار اور ساڑی یہاں کی مشہور باغات و عمارات بھی فی الجملہ لیکن

ناقابلِ تحریر الّا موتی جھیل و گورتی بنگلے کی سو وہ خراب و مسمار ہوگئیں
زبانوں پر فقط نام رہ گیا۔ ہاں ایک نواب سراج الدولہ کا خلاصۂ عمارت
امام باڑا اب تلک قائم ہے ہیئت وضع اس کی بیان سے بے نیاز ہے
کہ اس ساخت کا امام باڑا بلادِ ہند میں کہیں نہیں ہر چند کہ تیاری اس
کی اب عشر عشیر سے کم ہے لیکن نمونۂ گلزار یادگارِ گلزار ۔

قطعہ

لطافت اور صفائی کی کیا کروں تقریر — عمارت اس کی تو رکھتی ہے حکم شیشے کا
جو روشنی کا سماں چار چند ہو اس میں — عجب نہ جان تو اس بات کا اچنبھا کیا

زبان بھی اس شہر کے لوگوں کی بہ نسبت یہاں کے اور بلاد کے باشندوں
کی درست وجہ اس کی ہم صحبت ہونا اکثر اوقات ہندوستان زادوں سے
کیوں کہ بعد شاہ جہاں آباد کی برہمی کے قبل از حکومت صاحبان عالی شان
بیش تر وہی اسی شہر میں وارد ہوئے تھے بلکہ سکونت بھی اختیار کی تھی
شہر مذکور البتہ لطف سے خالی نہیں لیکن دریا سے نشیب میں واقع ہے
اگر پشتہ دریا کا یا اکبر پور کی جھیل کا بندھ خدا نہ خواستہ برسات میں
ٹوٹے تو سارا شہر ہی ڈوبے چناں چہ ۱۲۱۶ھ کے اخیر میں طغیانی
آب سے بھگوان گولے کی طرف کا پشتہ جو ٹوٹ گیا محلے کے محلے غرق
ہوگئے یہاں تک کہ نواب مظفر جنگ مرحوم کے نو ساخت میں پانی گھٹنوں
سے کچھ اوپر تھا بلکہ اور عمارتوں میں بھی علیٰ ہٰذا القیاس کہتے ہیں کہ ایسی پانی
کی طغیانی ایک مرتبہ نواب مہابت جنگ کے عہد میں بھی ہوئی تھی حافظ
حقیقی اب اس آبادی کو محفوظ رکھے اور پشتوں کو پہاڑوں کا سا
استقلال بخشے ۔

بندر ہوگلی

اور سات گام آدھ کوس کا باہم فاصلہ رکھتے ہیں سات گام کی شہرت اور آبادی بہت بڑی اور پُر عمارت تھی حاکم وہیں رہتا تھا جب یہ مقام دریاؤں کی طغیانی سے اُجڑا ہوگلی کی آبادی نے کمال رونق پکڑی فوج دار یہاں کا علاقہ حضور اعلیٰ سے رکھتا تھا بنگالے کے ناظموں کا چنداں محتاج نہ تھا جعفرخاں نے فوج داری بندر مذکور کی بادشاہ سے درخواست کرکے نظامت میں لگالی اور ہر ملک کے سوداگروں تاجروں سے مراعات شروع کی محصول واجبی سے ایک دام زیادہ نہ لیتا بلکہ کچھ اس میں سے بھی چھوڑ دیتا پھر تو فرنگ و چین و ایران و توران و عرب و عجم سے اکثر تجارت پیشوں کی آمد و شد ہونے لگی بلکہ بہتیرے مالک جہاز نے بود و باش بھی اپنی یہیں ٹھہرائی لہٰذا شہر مذکور کی آبادی نہایت بڑھ گئی اگرچہ اکثر اقوام کے تاجر یہاں تھے لیکن مغلوں کا اعتبار بیش تر تھا اور اہلِ فرنگ کو قلعے اور بُرج کی بنیاد ڈالنے نہ دیتے مگر کوٹھیوں کی تعمیر کا حکم تھا جب فوج داروں نے سخت گیری اور زیادہ طلبی شروع کی شہر مذکور ویران ہوگیا اور صاحبان عالی شان کی رعایت و حمایت و آسانیٔ محصول سے کلکتہ زیادہ تر آباد کہ بالفعل دارالحکومت ہے۔

شہر کلکتہ

زمانہ سابق میں ایک گانو تھا وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ کالی نام

یہاں ایک بُت ہو اور بنگلہ زبان میں کتا صاحب کو کہتے ہیں اس سبب سے نام اس کا کالی کتا ٹھیرا پھر رفتہ رفتہ زبانوں کے تغیرات سے یے بھی گر گئی کلکتہ رہ گیا لیکن آباد ہونا اس کا اور صاحبان عالی شان کی کوٹھیوں کا بنا جس طرح ہوا بیان اس کا یہ ہو کہ نواب جعفر خاں کی نظامت تلک کمپنی بہادر کی کوٹھی ہوگلی میں گھول گھاٹ سے متصل مغل پورے کے قریب تھی ایک دن یکایک زوال کے وقت زمین وہاں کی دھسنے لگی اس وقت صاحبان انگریز کھانا نوش کر رہے تھے بارے سردار تو گرتے پڑتے نہایت جد و کد سے نکلے لیکن مال و اسباب تمام و کمال مع اکثر ذی روح اس مکان کے ساتھ پانی میں غرق ہوا بلکہ بعضے انسان بھی تلف ہو گئے پھر مسٹر چانک نے بنارسی باغ کو مول لے کر درخت اس کے کاٹے اور کوٹھی بنانی شروع کی پر دو منزلہ سہ منزلہ عمارتیں بنانے کا ارادہ کیا جب دیواریں اٹھ چکیں شہتیروں سے چھت پٹنے لگی وہاں کے شرفا نجبا خصوصاً مغلوں نے کہ تاجروں میں عمدہ تھے میر ناصر فوجدار سے کہا کہ جب نامحرم ایسے بلند کوٹھیوں پر چڑھا ہیں گے تو ہماری ناموس کی بے ستری ہوگی مطلق حرمت نہ رہے گی۔ فوجدار نے اس مضمون کی عرضی نواب موصوف کو لکھ بھیجی اور متعاقب اس کے ان سب کو روانہ کیا۔ پہنچتے ہی حضور میں وے فریادی ہوئے جعفر خاں نے فی الفور پروانہ تعمیر کی مناہی کا نہایت تاکید سے لکھ بھیجا فوجدار نے پڑھتے ہی اس کو حکم کیا کہ کوئی راج مزدور بڑھئی وہاں نہ جائے اور عمارت ناقص پڑی رہے صاحب موصوف اس حرکت سے نہایت آزردہ ہوا

بلکہ ارادہ لڑنے کا کیا لیکن سپاہ قلیل تھی اور جہاز بھی ایک علاوہ اس کے
مغلوں کی کثرت فوج دار کی حمایت اس ارادے کو ناسزا جان کر فسخ کیا
اور جہاز کا لنگر اٹھا لیا آخر کنارے کی بستی کو آتشی شیشے سے جلاتا ہوا
چل نکلا فوج دار نے ہرچند اس کے روکنے کا تدارک کیا لیکن پیش رفت
نہ ہوا اور جہاز سمندر میں جا پہنچا پھر وہاں سے دکھن کی طرف روانہ ہوا اُن
دنوں اورنگ زیب وہیں تھا اور غنیموں نے چار طرف سے رسد بند کی تھی
لشکر بادشاہی میں قحط عظیم تھا کرناٹک کی کوٹھی کے سرداروں نے بہت سا غلہ
جہازوں پہ لاد کر لشکر میں پہنچایا اور خدمت شایستہ بجا لایا مورد الطاف و
عنایات ہوا اقتضائے مطالب و مقاصد کو پہنچا جہاں پناہ اس سے بلکہ
فرقۂ انگریز سے راضی ہوئے یہاں تک کہ سند و فرمان محصول کی معافی کے
اور کوٹھی کی تعمیر کے عنایت کیے تب مسٹر چارنک بادشاہی احکام و فرمان
دکھن سے لے کر بنگالے کو پھر آیا اور وکیل مع نذر و پیش کش ناظم کے
پاس بھیجے آخر سند مطابق کوٹھی کے بنانے کی حاصل کر کے بنیاد ڈالی اور
شہر کی آبادی پر متوجہ ہوا تجارت کا بھی کاروبار بہ خوبی کرنے لگا اب تک
بھی وہ کوٹھی قائم ہے پرانا قلعہ اسی کو کہتے ہیں القصہ شہر مسطور بہا بیت
کلاں و معمور بھاگی رتی کے کنارے نہایت اسلوب کے ساتھ واقع ہے
آبادی اس کی دید کے لائق عمارت اس کی عمارات چین و صفاہان سے
فائق تعمیر کا طور ہی نیا نقشا ہر ایک مکان کا جدا حویلیاں پختہ گچ کی
برابر برابر سڑکیں ستھری ہموار سراسر فضا اُن کی رشک فضائے
باغ ارم اور ہوا غیرت نسیم صبح دم سبزی پر اُن کی زمرد زہر کھائے
اور سرخی سے مونگے کا جگر خون ہو جائے علاوہ اس کے مہ جبینوں کا

اژدحام حسن کی گزری کی ایک دھوم صبح و شام ۔

ابیات

جو اندر بھی اس وقت ادہر کو آئے	تو اپنی سبھا میں کبھو پھر نہ جائے
اگر دیکھے ٹک اس شبستان کو	پری چھوڑ دیوے پرستان کو
بشر کو کہاں پھر نظارے کی تاب	جگر برق کا یہاں تو ہوتا ہی آب
نہ کھو اپنا جی مفت او بے خبر	سمجھ کر زرا اس جگہ دید کر

ہر ایک محلے میں عالم طلسمات ہر کوچے سے ارژنگ مانی بات گھر ہر بیپاری کا ہر ملک کی اجناس متعدد سے بھرا ہوا صرافے کی ہر دکان میں رُپے اشرفی کا تودہ لگا ہوا بازار میں ہر طرف چہل پہل شیشہ آلات کی دکانیں رشک شیش محل ۔

ابیات

کھلا بازار اور رستے کشادہ	بیاض جدولی ہو جیسے سادہ
دو رستہ اہلِ حرفہ اور دکاں دار	لڑی موتی کی ہو جیسے نمودار
ادھر کو جوہری ادھر کو بزاز	ادھر صراف ادھر کو طلا ساز
رُپے اور اشرفی دیکھے ہر ستے	دھرے تختے پہ جوں نرگس کے دستے
کناری اور گوٹے اور مسلسل	مثالِ برق کرتے ہیں جھلاجھل
جو کچھ چاہو تم اسباب جہاں سے	بہم وہ جنس پہنچے ایک دکاں سے

فی الواقع آبادی اس کی اکثر آبادیوں سے دونی اور بستی اس کی بہت سی بستیوں سے بڑی کیوں کہ جیسا بازار خشکی میں دو رستہ ہی ویسا ہی ناو جہاز کی کثرت سے پانی میں بھی ایک شہر بستا ہی لیکن سبب آبادی کی ترقی کا یہ ہی کہ ہر ایک صاحب گورنر اس کی تعمیر کی افزایش

پہر متوجہ رہا اور لکھا روپیہ اس کام پہ اس نے سرکار دولت مدار کا خرچا خصوصاً نواب گورنر جنرل لارڈ ولزلی مارکوئس بہادر نے تو اٹ گٹ پیسا اٹھایا ساتھ اسی کے شہر کا اسلوب بھی نہایت خوب کر دکھایا چناں چہ ایک عمارت ایسی عالی شان بنائی کہ جس نے شہر کی رونق حد سے زیادہ بڑھائی تشبیہ اس کی کس سے دیجیے کہ جہاں میں اس کا نظیر نہیں ثانی اس کو کس کا کہیے کہ کسی عمارت کی ایسی تعمیر نہیں سچ تو یہ ہے کہ جیسی اس کے بنانے والے کی امارت میں آن بان جدی ہے ویسی ہی اس مکان کی عمارت کی شان جدی ہے۔

قطعہ

شفافی و صفائی یہاں تک ہے جس سے — نور صفائے صبح کو رہتا ہے انفعال
نقش و نگار اس پہ ہیں ایسے کہ حسن کا — اس سے نگار خانۂ چینی کرے سوال
اور ارتفاع یہ ہے اگر عوج ابن عنق — اُس پہ کرے نگاہ تو پگڑی کو لے سنبھال

جس قدر اُس مکان کی تعریف کیجیے بجا ہے اور جتنا اس شہر کو سراہیے روا ہے واقعی بلادِ ہند میں اب ایسی شہر عمارت آبادی کہیں نہیں۔ اور تاجروں سوداگروں کی کثرت بھی اتنی کہیں نہیں۔ صاحبانِ کمپنی کی مدت سے تجارت گاہ ہے اور سرداران انگریز کی قدیم عشرت گاہ بالفعل اکثر صنف کے اشخاص متمول اور صناع صنعت گری میں کامل یہاں بہ کثرت موجود ہیں اور اشیا و تحائف بھی انواع و اقسام کے علاہذالقیاس خرید و فروخت کا سررشتہ بہ خوبی جاری۔ خوش و خرم ہر ایک بیپاری لیکن رنگین کپڑے جلد بدرنگ ہو جاتے ہیں خصوصاً لال کا تو رنگ رہتا ہی نہیں اور اشیائے قوامی بھی مثل شربت و خمیرہ و معجون شتاب سڑ جاتی ہیں بلکہ خشک دوائیں بھی

بیش تر بگڑ جاتی ہیں سبب اس کا ہوا کی شوریت و عفونت و رطوبت چناں چہ گھروں کی زمین ہمیشہ نم ناک رہتی ہی بلکہ دو دو تین تین گز دیواریں بھی۔ نیچے کے مکان تو قابل بود و باش کے نہیں اگر دو منزلہ سہ منزلہ مکان نہ بنائیں تو یہاں کے باشندے مطلقاً آرام نہ پائیں اور پانی بیش تر تالاب کا پیتے ہیں یا مینہ کا کنوئیں تمام یہاں کے کھاری اور آب جاری دریائے شور کے قریب سے نپٹ بھاری خصوصاً جوار کے وقت مراد اس سے الٹا بہنا دریا کا اور بھاٹا مخالف اس کا بیان اس کا عجائب المخلوقات میں یوں لکھا ہی کہ ہر دریا میں یہ نہیں ہوتے مگر شور دریا میں یا وہی دریا جو اس سے متصل ہیں ساتھ اس کے ان کے عمق میں پتھر بھی نہایت سخت ہوویں پھر جس وقت ماہ محاذی ان کی سطح سے ہووے اور شعاع اس کی ان پتھروں پر پڑے پھر وہاں سے پلٹے پانی کھولنے لگتا ہی اور رقیق ہوتا جاتا ہی پس موجب زیادتی کا لطافت ہوتی ہی اور اس کو مکان وسیع چاہیے۔ ندان بعضے اجزائے آب بعضے دیگر کو تموج سے ٹکراتے ہوئے کنارے سے اُدھر کر دیتے ہیں لیکن یہ گھٹنا بڑھنا موافق حرکت قمر ہی غرض جس وقت چاند آسمان کے بیچوں بیچ پہنچتا ہی جوار کامل ہوتی ہی جہاں وہاں سے زائل ہوا بھاٹے کی ابتدا ہوئی یعنی پانی کا طغیان گھٹنے لگا آخر حالت اصلی پہ آجاتا ہی جب ماہ افق غربی پہ پہنچتا ہی پھر جوار شروع ہوتی ہی اور بڑھنے لگتی جہاں وتد الارض پہ آچکتا ہو کمال طغیانی اس کی ہوتی ہی جب وہاں سے سرکتا ہی بھاٹا شروع ہوتا ہی رفتہ رفتہ پانی پھر اپنے طور پہ بہنے لگتا ہی جس وقت قمر پھر افق شرقی پہ پہنچا جوار کا آغاز ہوا۔ لیکن

اس کی اور اس کی ابتدائے حقیقی ہرگز محسوس نہیں ہوتی مگر عرفی غرض
ہیجان بحر مانند ہیجان اخلاط بدن آدمی ہو جیسے اس کے گھٹنے بڑھنے کی
علت حکما کے نزدیک قمر ٹہرتا ہو ویسے ہی اس کی بھی غرض اسی
ساعت پانی یہاں کے دریا کا پینے والے کے حق میں سم ہو بلکہ آب
تیغ دو دم خدا نہ خواستہ جس نے اس کو پیا وہ بے چارا کب جیا ۔
پس اکل و شرب خلق کا تالاب پر ٹھیرا اسی واسطے بنا تالاب کے اس
ملک میں اکثر ہو اور ایک نام خاص بھی بعضے بعضے تالابوں کے ہیے
مثلاً لال ڈگی چورنگی وغیرہ اور سوائے اس جوار بھاٹے کے وسط ماہ
کی تین تاریخوں میں اور آخر ماہ کی ایک بار دن رات میں پانی بصورت
دیوار بلند ہو کر نہایت زور شور سے دریائے شور کی طرف سے آتا ہو
جہاز بھی اس کے تلاطم سے ہل جاتا ہو پھر ناؤ تو کیا چیز ہو اس وقت
اگر گہرے پانی میں ہوئی تو تو بچی اور جو کنارے سے متصل لگی تھی تو
اس کے صدمے سے خشکی میں جا پڑی اور ٹکڑے ہو گئی ۔ اسی واسطے
ملاح ایام مذکور میں چھوٹی بڑی نادیں بھاری بھاری لنگر ڈال کر
کنارے سے دور رکھتے ہیں بنگالا زبان میں اس طرح کی موج کا
ناؤں ہما ہو لیکن برسات میں اس قوت و شورش سے نہیں آتا
سبب یقینی اس کا بشر بتلا نہیں سکتا اور علم اس کی کوئی پا نہیں
سکتا مگر حکما کے نزدیک شعاع شمس ہو لیکن ایام معینہ اور
اوقات مقررہ میں سپہ بادہائے مختلف کو بھی اس میں مداخلت ہو
اور اس کی کمتی زیادتی میں فصول اربع کو ۔ فی الواقع شعاع آفتاب
میں حدت بہ مرتبہ ہو پھر غلیان بھی اس سے ایسا ہی کچھ ہوگا

آب و ہوا بھی یہاں کی بہ نسبت زمانۂ سابق کے بالفعل اچھی ہے چنداں
بد نہیں خصوصاً جاڑے کی رُت میں تو ہمیشہ اعتدال پر رہتی ہے لیکن
درد دکھ انسان کو کہاں نہیں ہوتا کونسا شہر ہے کہ بیمار جہاں نہیں
ہوتا۔ لیکن بواسیر کھجلی داد ضعف معدہ پورب میں بہ کثرت ہے اور
پچھم میں بہ قلت اور نکواسا نجر فیل پا گھینگا خاص اسی سرزمین میں
ہوتا ہے وہاں مطلق نہیں مگر کبھی کہیں کسی کو بہ سبیل ندرت اور
ارمنی محلے میں بڑے بازار و چینی بازار کے بیچ ارمنی گرجا ہے بہت
اونچا کشادہ مشہور بھی سب گرجوں سے زیادہ۔ تعمیر اس کی آغا ناظر
ارمنیوں کے سردار نے سنہ ۱۷۲۴ء میں کی اگرچہ اس شہر میں گرجے انگریز
و پرتگیش وغیرہ عیسائیوں کے بہت ہیں پر شہرت اسی کی بیش تر ہے
اور گھڑی بھی اس کی نہایت معتبر۔ مسجدیں بھی یہاں کثیر ہیں لیکن
نہ قابلِ تحریر مگر رمضانی درزی نے ایک مسجد پختہ مربع نو برج کی
متصل ہٹی میں بنائی ہے واقعی تعمیر اس کی اس کے حوصلے سے باہر ہے
اور یہاں کی سب مسجدوں سے بہتر۔ امام باڑے بھی علیٰ ہذا القیاس بہتیرے
کیونکہ کوئی سرکار و جمعدار خانساماں ناظر وغیرہ نہ ہوگا کہ جس نے
اپنی حویلی کے متصل نہ بنایا ہو لیکن ایک چھوٹا سا گنبد دو تین ہاتھ کا
اونچا اور چبوترا بھی اسی قدر لمبا چوڑا مگر بعضے بعضے چوب دار جمعدار
نے یا کسی صاحب کی ہندوستانی بی بی نے محوطہ اور مکانات کے ساتھ
بھی بنایا ہے۔ اور بہت سا پیسا اس کی تیاری میں اٹھایا ہے لیکن ایسے
اشخاص تعمیر کے سلیقے اور تعزیہ داری کے طریقے سے کیا واقف ہیں
تاہم اگر ایمان کے ساتھ ہے اور نیت بھی بہ خیر تو عقبیٰ میں کچھ رستگاری

ہوگی الّا دونوں جہان میں ذلت و خواری ۔ اور محرم کی ساتویں کو یہاں کے باشندے جتنے تعزیے دار ہیں شدے اور عَلَم اٹھا کر بیٹھک خانے تلک شیون کرتے ہوئے لے جاتے ہیں اور وہاں سے اسی ہیئت سے پھر اپنے گھر آتے ہیں رستوں میں خلائق کی کثرت سے راستہ کم ملتا ہے اور شانے سے شانہ چلنے والوں کا چھلتا ہے۔ سہ پہری سے رات تلک یہی عالم اور ہر ایک گلی کوچے میں ماتم رہتا ہے اسی کا نام یہاں کے لوگوں نے دوپہریا ماتم رکھا ہے اور اسی دن ہر ایک چھوٹے بڑے امام باڑے میں یہاں کے زن و مرد مرغ کا سالن اور روٹی یا پلاؤ پکا پکا لے جاتے ہیں ۔ اور اس پر فاتحہ امام کی دلاتے ہیں غرض مرغ اس قدر ذبح ہوتے ہیں کہ اس دن اگر شہر میں ڈھونڈے تو ایک پَر بھی نہ پاوے ۔ مگر اُن کے لہو کا ایک نالہ ہر گلی کوچے میں بہتا نظر آوے ۔ سوائے اس کے یہاں کے پوچ و ارزال اسی روز امام باڑوں میں جاتے ہیں اور عجیب عجیب سوانگ لاتے ہیں مثلاً جس شخص نے ایک امام باڑے میں عہد کیا تھا کہ میری یہ مراد اگر اس سال میں بر آئے گی تو میں یہاں بیٹھ کر اپنے سر پر چولھا رکھ کر کھیر پکاؤں گا وہ کھیر پکاتا ہے اور جس نے اپنی منت کے بر آنے پر قفل لگانے کا وہاں عہد کیا تھا وہ اپنے منہ میں قفل لگاتا ہے ہر چند کہ اس کے دونوں گال چھد جاتے ہیں کیوں کہ اس کے ادھر ادھر دو پٹریاں لوہے کی ہوتی ہیں اور بیچ میں ایک پتلا سا سینچہ شکل اس کی گھوڑے کے دہانے سے کچھ ملتی ہے غرض یہ شخص اس کو اپنے منہ میں لگا کر امام باڑے کے گنبد کے آس پاس پھرتا ہے اگر تین پھیرے

میں قفل کھل کر گر پڑا تو اُس نے جانا کہ میری نذر نہایت قبول ہوئی
اور اگر ساتویں پھیرے میں گرا تو فی الجملہ اور وہ جو کھپر سر پہ پٹکا تا ہو وہ
حالت اپنی ایسی بناتا ہو کہ لوگ جانیں اس کو ٹھنڈ لگتی ہو کچھ اوڑھ بھی
لیتا ہو گو کہ گرمی کی رُت ہووے غرض اس کی حالت کذائی کو اور قفل
کے خود بہ خود گر پڑنے کو چھوٹی امت کرامت سمجھتی ہو اور اجابت
کی علامت۔ طرفہ تر یہ کہ اس جاہل کا ساتھ اسی کے یہ بھی عقیدہ ہو
کہ اگر کسی اور امام باڑے میں سوائے امام باڑہ معہود یہ کام کریں تو
نہ کھپر پکے اور نہ قفل کھلے اچھا تا اگر کوئی عالم اس جاہل کو چاہے کہ
اس فعل ناشایستہ سے باز رکھے کیا مجال بلکہ جناب امام کے بھی مانع
ہونے سے ترک اس کا اس سے محال۔ مصرعہ

ہر کس بہ خیالِ خویش خبطے دارد

اور عشرے کے دن کوئی خاص طور یہاں نہیں دیکھا والّا لکھنے میں
میں آتا اور یہاں کے ہنود کی بھی بعضی بعضی پوجا کا طور جدا ہو۔
چناں چہ درگا پوجا میں اور کالی کی پوجا میں اور کاتک پوجا میں یہ اپنے
اپنے گھروں میں بڑے بڑے روغنی بت ہر ایک کی شبیہ معین
پہ بنوا کے رکھتے ہیں اور ان کو روز معہود بڑی دھوم دھام اور باجے
گاجے سے دریا میں لے جا کر ڈال دیتے ہیں عوام یہاں کے اس
کو بھسان کہتے ہیں غرض درگا پوجا بہت دھوم اور ہجوم کے ساتھ
ہوتی ہو اور اس کے لوازم میں یہاں کی خلقت بہت روپیہ پیسا
اپنا کھوتی ہو نام اس کا نوراتر ابتدا اس کی کوار سدی پروا سے
اور انتہا دسمی کو لیکن چھٹ سے سپتمی اشٹمی نومی تک تماشا کرتے

پوجتے ہیں یعنی ایک کورے گھڑے میں پانی بھر کر اسی کے آگے پرستش میں مشغول ہوتے ہیں اور دسمی کو بسرجن کرتے ہیں یعنے درگا کو دریا میں ڈال دیتے ہیں اور ایام مذکور میں خصوصاً چھٹی سے دسویں رات تلک اکثر ہندو بنگالی اپنے حوصلے اور مقدور کے موافق مجلس عیش کی جماتے ہیں اگرچہ بیش تر ان میں تھڑ دلے ہیں پر اس کام میں بہت سا روپیہ اٹھاتے ہیں چناں چہ یہاں کے اعزہ متمول مسلمانوں کی بھی دعوت کرتے ہیں بلکہ صاحبان عالی شان کی بھی۔ غرض اکثر قوم کے اشخاص اور سردار مجلس میں جاتے ہیں اور ایک حظ اٹھاتے ہیں فرش رنگ بہ رنگ کا ہر مکان میں اور شامیانے کے تلے نہایت پاکیزہ و مصفا شیشے کے جھاڑ فانوس قندیلیں متعدد روشن جا بہ جا پاندان عطردان نقرئی و طلائی قرینوں سے دھرے ہوئے سیکڑوں چنگیروں میں ہار پھول طرے بھرے ہوئے بھانڈ بھگتیوں اور کنچنیوں کے طائفے دس دس بیس بیس پوشاکیں بھی ان کے گلوں میں نفیس نفیس۔

ابیات

سلسل کناری بنت کی چمک   کڑے اور توڑے کی تس پہ جھنک
نظر چشم کی کس طرح تاب لائے   کہاں تک دل عاشقاں پہ نہ جائے

سطح فرش کی ہر دو جانب انگریزوں پرتگیشوں ارمنیوں کی بی بیاں اور مستی سائیں بزنکلت لباس پہنے ہوئے کرسیوں پر جلوہ گر حسن کا بازار لگا ہوا ادھر اُدھر۔

ابیات

جو یوسف بھی اس بزم دلکش میں آئے   تو دل ایک نظارے پر بیچ جائے

یہ ہر مہ کا چمکا ہوا رنگ ہے — کہ اندر کی بھی اچھا ڈھنگ ہے
ہر ایک اپنے جوبن سے مغرور ہے — قیامت ہے آفت ہے بس دور ہے
جو آوے پری اس شبستان میں — تو جاوے نہ ہرگز پرستان میں
پھر انسان ناچیز کا ظرف کیا — حواس اس کے کیوں کر رہیں یہاں بجا

سچ تو یہ ہے کہ ہر قوم کی مجلس اور خوب رُوں کی شان جدی ہے اور ہر گروہ کے گل رخوں کی آن بان جدی ۔ مصرعہ

ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است

قصہ مختصر ہر شب سحر تک ناچ راگ کا سماں بندھا رہتا ہے اور تماشائیوں کا ہجوم لگا رہتا پھر دسویں کو تیسرے پہر سے شام تک دریا پر بھی ایک کیفیت اور زن و مرد کی کثرت رہتی ہے سوائے اس کے اور بھی کئی میلے اپنے اپنے موسم میں یہاں ہوتے ہیں لیکن اس خوبی و کیفیت کے ساتھ بنا بر اس کے طور ان کا تحریر نہ کیا اور ان کی تفصیل میں فائدہ معتدبہ نہ دیکھا شہر سے اندک فاصلے پر جنوب کی طرف فورٹ ولیم قلعہ ہے بنا اس کی پلاسی کی فتح کے بعد کرنیل کلیو کے عہد میں ہوئی لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ گویا آج بنا ہے اور ابھی تیار ہوا ہے معہذا اسباب و لوازم جتنے کہ قلعے کو اور اس کے باشندوں کو درکار ہوں ہمیشہ مہیا رہتے ہیں بلکہ دن بہ دن ان امور کی ترقی و زیادتی ہے ساخت کا تو اس کی مذکور کیا ساخت ہی جدی عمارت کی طرز ہی نئی اس بلاد کے کسی قلعے سے نہیں ملتی چار دیواری باہر سے تو پشتے کے مانند اور اندر سے نہایت بلند کنج کاؤ اس کے کون پا سکے اور بچاؤ لگاؤ کس کی

جو بتا سکے واقعی ایک عالم کے لیے حکم طلسم کا رکھتا ہو دید اس کی حیرانی بڑھاتی ہو اور سیر عشرت بھلاتی ہو۔

ابیات

حصار اس طرح کا زمیں پر کہیں کوئی دوسرا ہم نے دیکھا نہیں
عجب کیا جو معمار قدرت لیے کہے ہو یہی ایک حصن حصین

اور قلعے کے پچھم دریا کے پار لیکن کنارے پر بعد ایک باغ کے قدرے فاصلے سے صاحبان کمپنی دام ظلہم کا باغ سراپا بہار ہو لیکن بے محوطے پر بہت بڑا اور کشادہ کہ عقل کے احاطے میں آ نہیں سکتا پھر محوطہ اس کے گرد کوئی کیوں کر بناوے اور فضا اس کی حد سے زیادہ کہ طائر وہم اُس کے باہر جا نہیں سکتا پھر بشر اس کے اُدھر کیوں کر جاوے سچ تو یہ ہو جیسے اس کے مالک ریاست و حکومت میں حکام زماں سے برتر ہیں ویسی ہی یہ لطافت و کیفیت میں باغ ہائے جہاں سے جس طرح ان کی حشمت کو زمانے میں ترقی ہو اُسی طرح اس کے درختوں کی کثرت کو۔ فی الواقع کہ اس کا ہر ایک چمن گل زار کے برابر۔ اور نقشہ باغ ارم کے نقشے سے کہیں بہتر زمین اس کی سراسر صاف و ہموار اور روش لال لال اس میں بہ خوبی نمودار سبزہ زاروں کے گرد انواع و اقسام کے سیکڑوں اشجار اور پتے اُن کے سبز زمرد وار۔

ابیات

ہر ایک خانہ اس باغ کا مثل گل گیا اس کے چمنوں کی سنبل سی کل
شگفتہ نہ ہو اس میں کس طرح دل ہوا اس کی رہتی ہو نت معتدل

ہیں رنگت میں بہتر جواہر سے پھول
جو دیکھے انھیں جائے سرت اپنی بھول
سنی وہاں کے طائر کی جس نے صدا
نہ طالب ہوا راگ کی تان کا

پھولوں پھلوں کے بھی درخت ہزار ہا بلکہ اکثر ایسے جن کا نام بھی کسی نے نہیں سُنا۔ اور بعضے ایسے کہ جن کو اکثر اشخاص نے نہیں دیکھا چناں چہ لونگ جائے پھل دار چینی کباب چینی کافور کے درخت اُس میں متعدد ہیں بلکہ جائے پھل کا درخت ایک آدھ پھلا ہوا بھی وہاں دیکھنے میں آیا ہے اور اس کے پتّے کو جامن کے پتّے سے کچھ مشابہ پایا لیکن جھمکا ایک پھول ہے کہ وہ خاص انھیں ملکوں میں ہوتا ہے اُس کے پتّے سے تو مشابہت کلّی اور لونگ کا پتّا بھی کچھ ویسا ہی۔ پر دار چینی کا بیر کے پتّے سے ملتا ہے اور کافور کا شفتالو کے پات سے تالاب بھی اس میں بہت سے ہیں اور نہریں بھی کتنی ہیں ناؤ وانیں ان کی دریا سے متصل چناں چہ جوار کے وقت جن دنوں شدت ہوتی ہے پانی انھی کی راہ سے تالابوں میں آتا ہے اور بھاٹے کے وقت نکل جاتا ہے۔ مکان بھی اس میں تین چار ہیں لیکن لب دریا ایک عمارت انگریزی نہایت دل چسپ پر مختصر۔ اور خوش اسلوب سراسر ساخت اس کی بڑی بڑی عمارت سے فائق ساتھ اس کے ہر موسم کے لائق ہوا اس کی ہر مزاج کو راس آوے ساکن اس کا لبا اوقات حظ اٹھاوے۔

ابیات

نہ گھبرائے تنہا بھی وہاں آدمی
کبھو ہو نہ ہرگز اُداس اس کا جی
طلسمات کا سا ہے اُس میں سماں
پھر انسان چھوڑ اس کو جاوے کہاں

اور چار روش کی وسط میں کرنیل گیٹ کا مقبرہ ہو محوطہ اس کا ہشت پہلو اور اس کے گبند میں آٹھ ستون دروازے بھی چار اندر اس کے سنگ مرمر کا ایک ستون تین چار ہاتھ لمبا لیکن نہایت خوب تر شا ہوا اور شیشہ سا چمکتا اوپر اس کے صاحب قبر کی تصویر اور پاس اس کے ایک عورت کی بھی شبیہ دل پذیر۔ جائے عبرت ہو کیوں کہ یہ رکن حکومت ایک دن یہاں حکومت کر رہا تھا آج اس ستون کے نیچے گڑا ہوا ہو اور ہر ایک عضو بدن خاک میں ملا ہوا۔ ایک روز اس ستون کا بھی حال دگرگوں ہو جائے گا اور گنبد کے بھی نقشے میں تغیر آئے گا۔

ابیات

عمارت کی تعمیر سے ہاتھ اٹھا ٹک ایک خانۂ آخرت کو بنا
یہ ہو چند روزہ ہمیشہ ہو وہ تو اس کے لیے ویسے گھر کو نہ کھو

قصہ مختصر یہ باغ ہمیشہ ڈہڈہا اور ہرا بھرا رہتا ہو سبب ظاہری اس کا یہ ہو کہ سوائے داروغہ اور کارکنوں کے سو باغبان بھی نوکر ہیں اور وہ رات دن درختوں کی غور پرداخت کیا کرتے ہیں اور دریا بھی نہایت متصل ہو لیکن حقیقتاً مالکوں کی نیت کیوں کہ سو باغبان اس کے ایک ضلعے کے درختوں کو بھی سینچ نہیں سکتے اور دریا کا ترب بسا اوقات مزارع و باغ کو مضر پڑتا ہو پس حاکم کا خوش نیت ہونا عجب چیز ہو چناں چہ ایک بادشاہ کی نقل ہو بعضے اشخاص بہرام گور سے اس کو منسوب کرتے ہیں کہ ایک دن شکار کھیلتا ہوا تنہا پیاسا کسی قصبے کے نواح میں جا نکلا وہاں ایک باغیچہ تھا لیکن ایسا

جیسا گانو گنوں میں ہوتا ہو اور ایک شخص دروازے پر اُس کے کھڑا یا بیٹھا تھا اُن نے اس سے پانی مانگا وہ بولا کہ میاں سوار تم گھوڑے سے اتر بیٹھو ٹک دم لو جلد پانی پینا اچھا نہیں یہ کہہ کر اندر گیا اور دو انار بڑے بڑے توڑ لایا ایک کے دانے نکال کر جو پیالے میں نچوڑے لبالب بھر گیا اور کاسہ بھی سیر بھر کے انداز سے کم نہ تھا بادشاہ نے پیا اور خوب مزا اُٹھایا کیوں کہ ساتھ کارانی کے وہ میٹھا بھی بہت تھا بعد اس کے پوچھا کہ سرکار میں تم اس کا محصول کیا دیتے ہو اس نے نہایت کم بتلایا وونھیں خاطر مبارک میں آیا کہ کچھ بڑھایا چاہیے بعد ایک دم کے جو دوسرا انار اسی پیالے میں نچوڑا تو چوتھائی خالی رہا حضرت نے مالک کی طرف تعجب سے دیکھا اس نے کہا میاں سپاہی معلوم ہوتا ہو کہ اس وقت حاکم کی نیت ڈانواں ڈول ہوئی اور اسی کی نیت سے رعیت کی برکت ہو۔

بیت

کیا کم دلا موکدے کی بھی سیر ولیکن تو رکھ اپنی نیت بہ خیر

چندن نگر عرف فراش ڈانگا

چھوٹا سا ایک شہر ہو کلکتے سے بارہ کوس کے فاصلے پر فرانسیس کی کوٹھی اسی میں ہو عمل دخل بھی وہاں ہمیشہ انھی کا تھا صاحبان انگریز کچھ مداخلت نہ کرتے تھے لیکن چند سال سے عناد و فساد جو باہم ہوا بنا بنا بر اس کے صاحبان عالی شان نے اس کو چھین لیا بالفعل بھی انھی کے تحت میں ہو۔

چوچڑہ

ہوگلی کے نزدیک دکھن کی طرف ایک کوس کے تفاوت سے ہمیشہ ولندیز کے تحت و تصرف میں تھا کئی برس سے صاحبانِ انگریز نے اس پر بھی قبضہ کرلیا سبب اس کا موافق ہونا ان کا فرانسیس سے۔

شیورام پور

بھی دریائے مذکور کے کنارے پر ایک چھوٹی سی بستی ہو کلکتے سے چھ کوس پر اس پار اچانک کا اور اس کا امنا سامنا دریا بیچ میں علاقہ اس کا ڈنا مار سے صاحبوں کو کچھ کام نہیں کوٹھی اسی فرقے کی وہاں اب تک قائم ہو لیکن اچانک کلکتے کے متعلقات سے ہو جہاں جہاں بھی لارڈ ولزلی بہادر نے ایک عمارت خوش نما اور باغ پُر فضا بنایا ہو صحن اس کا مانند رمنے کے وسیع اور ہوا ہر موسم میں مثل ہولے بیچ وحشی اس میں اکثر بے مثال اور طائر بہتیرے نادر جال دیکھ کر ان کو انسان نقشِ دیوار بن جائے اور خدا کی قدرت یاد آئے مشرک بھی بے اختیار فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ پڑھنے لگے اور کافر بھی بے تامل الحمد رب العالمین کہہ اٹھے۔ سڑک بھی وہاں سے کلکتے تک ایسی سیدھی ہموار بنائی کہ کجی نام کو نہ رہی۔ ساتھ اس کے دو رستہ درخت سایہ دار لگوا کر رستہ گل زار کیا اور چلنے والوں کو سو طرح کا آرام دیا۔

بیت

ہمیشہ ہو اس پہ ہوا باغ کی — فضا اس کی ہو گی فضا باغ کی

سرکار سلہٹ

آبادی اس کی پہاڑوں میں ہی گینڈے کی ڈھال وہاں کی مشہور فی الواقع نہایت خوب و خوش اسلوب ہوتی ہی ہندستان کے کسی ملک میں ایسی سپر کہیں نہیں بنتی میوے بھی وہاں کے اکثر خوش ذائقہ چناں چہ بہتر سے بہتر ان میں کولا ہی احوال اس کا سابق لکھا گیا سوائے اس کے چوب چینی بہ کثرت بہم پہنچتی ہی اور اگر کے درخت بھی بہتا یت سے وہاں کے پہاڑوں میں ہوتے ہیں آخر برسات ان کو کاٹ کر آب و ہوا میں ڈال دیتے ہیں بعد چند روز جہاں سے جتنا اگر اچھا ہاتھ لگا اس کو رکھ چھوڑا اور برے کو پھینک دیا خواجہ سراؤں کی افراط اس دیار میں فقط خلاصۃ التواریخ سے دریافت ہوئی اور خلاف اس کا بیش تر سنا لیکن ریاض السلاطین میں ہونا نہ ہونا کچھ نہ دیکھا اس لیے احوال ان کا ترک کیا کچھ نہ لکھا۔

سرکار رنگ پور گھوڑا گھاٹ

ریشم وہاں بہ کثرت پہنچتا ہی اور ایک میوہ ضخامت میں مثل چار مغز اور مزے میں مانند انار بیج اس میں تین اور نام لٹکن اسی سرزمین سے تعلق رکھتا ہی ٹانگن بھی الغ پہاڑوں سے لاکر وہیں بیچ جاتے ہیں اور لینے والے ان سے اور ملکوں میں نفع اٹھاتے ہیں۔

سرکار بگلا

سمندر کے کنارے وہاں بھی ایک قلعہ تھا چار طرف اس کے

درخت گنجان بے شمار تھے اور جوار بھاٹا بہ طور کلکتے کے اس مقام میں بھی آتا ہے لیکن اکبر کے انتیسویں سال جلوسی میں پہر دن رہے ایک روز عجب ایک سیل نمود ہوئی تمام شہر ڈوبا راجا وہاں کا ناؤ پر چڑھ کر بھاگا غرض پانچ ساعت جوش طوفان کا رہا اور تموج دریا کا نہ گھٹا ساتھ اس کے بجلی چمکا کی بادل گرجا کیے مینہ برسا کیا آخر دو لاکھ جاندار حیوان و انسان سے سیلِ فنا میں غرق ہوئے اور خلاصۃ التواریخ میں یہ لکھتا ہے شروع ماہ ہلالی سے چودھویں تلک وہاں کے دریا سے موجیں پہاڑ کی برابر برابر ہر روز اٹھتی ہیں اور پندرھویں سے بہ تدریج گھٹتی ہیں لیکن تاریخ بنگالہ سے یہ بات دریافت نہیں ہوتی قریب اس کے

کام روپ

ہے اسی کو کانورو بھی کہتے ہیں عورتیں وہاں کی نہایت تشکیل فن جادوگری میں بے عدیل دور از عقل ان کی فسوں سازی و شعبدہ بازی کی نقلیں کرتے ہیں ازاں جملہ یہ ہے کہ جس دانا کو چاہیں ایک آن میں دیوانہ کر دیویں بلکہ جس انسان کا ارادہ کریں ایک پل میں حیوان بنا لیویں نباتات بھی وہاں کے عجیب و غریب ہیں چناں چہ پھولوں کی باس توڑنے کے بعد کئی مہینے تلک بہ دستور رہتی ہے اور آم کے درخت انگور کی مانند تاکوں پر پھیل کر پھولتے پھلتے ہیں اس سے بھی نادرتر یہ ہے کہ درخت اگر کاٹیے تو عرق شیریں ٹپکنے لگے یہاں تک کہ پیاسوں کی پیاس بجھا دلیوے اور ریاض السلاطین سے

یہ معلوم ہوتا ہو کہ زمانۂ سابق میں وہاں عمل کوچ بہار کے راجاؤں کا تھا لباس وہاں کے زن و مرد کا فقط ایک لنگی اور لہجہ گفت گو کا کوچ بہار کے باشندوں سے ملتا ہوا قریب اُس کے

ولایت آشام

ہو نہایت وسیع بیچ میں اس کے دریائے برہما پتر مغرب سے مشرق کی طرف بہتا ہو آب و ہوا اس کے کنارے کی متوطن و مسافر کے لیے مساوی ہو لیکن اس سے دور کی متوطن سے تو موافق اور غیر کے حق میں سم برسات آٹھ مہینے کی اور چار مہینے جاڑے کے بھی مینہ سے خالی نہیں پھول اور پھل بھی ہندستان و بنگالے کے وہاں بیش تر بہم پہنچے ہیں بلکہ سوائے ان کے بہتیرے خاص اس سرزمین میں پیدا ہوتے ہیں دھان کی نہایت کثرت اُدن کی بہ مرتبۂ قلت اور گیہوں جو مسور مطلق نہیں بوتے اگرچہ زمین وہاں کی قابل ہو کہ جو کچھ بوئیں سو اُگے مرغ اس سرزمین کا بڑا لڑاکا آپ سے چوگنے کے مقابل ہو اور یہاں تلک لڑے کہ مغز اس کا پاش پاش ہو جائے پر لڑائی سے باز نہ آئے مر مٹے حریف کے آگے سے نہ ہٹے۔ ہاتھی بھی ادھر کے جنگل میں بیش تر خوش جمال و کلاں ہرن بارہ سنگے نیل گاؤ مینڈھے فراواں اور دریا کی ریت میں سونا پیدا ہوتا ہو لیکن کھوٹا چناں چہ آٹھ رُپے تولہ بکتا ہو۔ طرفہ تر یہ کہ وہاں کا راجا ایک بلند مقام پر بیٹھا رہتا ہو زمین پہ پانو نہیں رکھتا اچیانًا اگر رکھ دے راجائی اس کی جاتی رہے عقیدۂ باطل وہاں کے راجاؤں کا یہ ہو کہ آبا و اجداد ان کے آسمان

پر تھے کسی وقت سونے کی سیڑھی رکھ کر اترے اور پانو اپنا زمین
پر نہ رکھا بنا بر اس کے وہاں کے راجا کو سُرگی کہتے ہیں سُرگ
لفظ ہندی ہی معنی اس کے آسمان۔ قصہ کوتاہ جب راجا اس دیار کا
مرتا ہی بعضے بعضے مرد رنڈی اس کے خواص و خدمتی زندہ مع قدلیے
تجمل و اسباب بلکہ لباس و طعام بھی اس کے ساتھ سردابی میں دفن
کر دیتے ہیں اور کتنے گھی کے چراغ بھی جلا کر اس مقام میں دھر دیتے
ہیں۔ متصل اُس کے

تبّت

ہی اور تبّت سے قریب ماچین ملک خان بالغ کا دار الحکومت
یہی ہی دریائے شور اس سے چار دن کی راہ کہتے ہیں کہ ملک مذکور
سے سمندر تلک ایک نہر کلاں کھود کر دونوں کنارے اس کے سنگین و
پختہ بنائے ہیں۔ سکندر رومی انھی کی راہ اس ولایت میں آگیا اور
تمام ملک کی سیر کرکے دریا کی راہ سے نکلا۔ مشہور ہی کہ حسب الحکم
سلطان موصوف کے حکیمان والا دانش و دانایانِ عالی منش نے وہیں
دریائے شور پر ایک طلسم آدمی کے پنجے کی صورت بنایا ہی۔ جب
جہاز ادھر کو آنے لگتا ہی وہ اشارے سے منع کرتا ہی اور درمیان مشرق
و جنوب شہر

ارخنگ

ایک بڑا ملک ہی بندر چاٹگام وہاں سے نہایت متصل ہاتھیوں

کی وہاں کثرت بہت ہو یہاں تک بھورا ہاتھی بھی وہاں میسر آتا ہو۔ لیکن گھوڑا نایاب اونٹ گدھا پٹ مہنگا گائے بھینس نا پید پر ایک جانور مثل ان کے بہ رنگ ابلق دودھ دیتا ہو وہاں کے لوگوں کا مذہب و ملت نرالا ہندو مسلمان سے جدا سوائے ماں کے ہر عورت کو جورو کر لیتے ہیں چناں چہ بھائی بہن سے احتراز نہیں کرتا سوائے اس کے یہ رسم ہو کہ سپاہیوں کی رنڈیاں دربار میں سردار کے مجرے سلام کو حاضر ہوتی ہیں اور خاوند ان کے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں طرفہ یہ کہ زن و زمر وہاں کے کالے اور گھوسے پر اپنے پیشوا و سردار کی خدمت و اطاعت خلوص دل سے کرتے ہیں اور نہایت اس سے ڈرتے ہیں لقب اس کا والی ہو اور قریب ارخنگ

پیگو

فوج اس ملک کی فقط ہاتھی اور پیادے صدوں میں اس کی فلزات اور جواہرات کی کھانیں اسی واسطے پیگو اور ارخنگ کے باشندے اور مگھ آپس میں عناد و فساد رکھتے ہیں قصہ کوتاہ صوبہ بنگ نہایت وسیع و بہ مرتبہ آباد ہو بہترین دریا یہاں کے دریاؤں میں گنگا اور برھما پتر طول صوبہ کا چاٹگام سے تیلیا گڈھی تک شرقاً غرباً چار سو کوس اور ارض کوہستان شمالی سے تا سرکار مداران دو سو کوس مشرق کی طرف اس کے دریائے شور مغرب کی سمت صوبہ بہار اور جانب جنوب و شمال کوہسار ہیں ریاض السلاطین میں یہ ہو کہ دریائے شور جانب جنوب اور کوہستان جانب مشرق و شمال اور

متعلق اس سے ستسٹھ سرکار تابع اُن کے ایک ہزار ایک سو نو محال آمدنی اگلے زمانے میں چالیس کروڑ انتیس لاکھ دام لیکن صاحب ریاض السلاطین اٹھائیس سرکار و ستاسی محال لکھتا ہے اور آمدنی موافق زمانہ سابق کے پچاس کروڑ چوراسی لاکھ اُنسٹھ ہزار تین سو اُنّیس دام جن کے ایک کروڑ اُنسٹھ لاکھ ایک ہزار چار سو بیاسی رُپے سکے پندرہ آنے کسرے زیاد سپاہ دائمی تئیس ہزار تین سو تیئیس سوار اور اکیاسی ہزار ڈیڑھ سو آٹھ پیادے توپیں چار ہزار ناویں چار سو۔

صوبۂ اڑیسہ

آگے اس میں اُنتیس قلعے پختہ تھے دو تین اب بھی ہیں اور آب و ہوا بھلی چنگی لیکن آٹھ مہینے برسات تین مہینے ٹھنڈ ایک مہینے گرمی پھول بھی اپنی رُت میں بہت ہوتے ہیں خصوصاً چنبیلی نہایت نازک خوش بُودار اور کیوڑا تو جنگل جنگل پھولتا ہے پان بھی اقسام کے پیدا ہوتے ہیں دھان کے کھیت اکثر اور خوراک وہاں کے لوگوں کی خشکہ مچھلی بیگن بیش تر سو رات کو پکاتے ہیں صبح کو کھاتے ہیں۔ سوائے اس کے خط و کتابت تاڑ کے پتوں پر فولاد کے قلم کو مٹھی میں پکڑ کر لکھتے ہیں کاغذ سیاہی کا استعمال بہت کم اور وہاں کے ایک گانو میں ہیجڑے بہت ہوتے ہیں اس لیے وہ ہیجڑا گانو کہلاتا ہے کپڑا بھی اس ملک کا بُرا نہیں ہوتا پر چلن اکثر کوڑیوں کا دکھن طرف دریائے شور کے کنارے شہر

پرسوتم

ہو بت خانہ جگن ناتھ کا راجا اندرسین نے وہیں بنیاد کیا کچھ اوپر چار ہزار
برس اُسے گزرے قریب اسی کے ایک اور دیہرا ہی اس کو آفتاب
سے منسوب کرتے ہیں بارہ برس کا حاصل اس ملک کا اس میں لگا ہی۔
دیواروں کی اُچان ڈیڑھ سو ہاتھ اور چوڑان انیس ہاتھ اکثر جہاں دیدہ
اس کو دیکھ کر مقام حیرت میں آتے ہیں بلکہ نقش دیوار بن جاتے ہیں۔

تیر یا راج

بھی وہاں سے نہایت قریب ہو مرد اس نواح کے رنڈیوں کا سا بناؤ
کرتے ہیں۔ اور گہنا بھی ویسا ہی پہنتے ہیں لیکن عورتیں فقط ستر عورت
پر اکتفا کرتی ہیں اور پوشش بیشتر پتّوں کی وہاں رائج ہو ساتھ اس
کے لطف یہ ہو کہ ایک رنڈی اٹھ واڑہ میں کئی کئی خصم کرتی ہو اور صحبت
کے وقت حرکات مردانہ اور مرد اس کے بالعکس باہر کا کاروبار بھی اُنھی
سے تعلق رکھتا ہی اور اندر کا مرد سے طول اس صوبے کا ایک سو بیس
کوس اور عرض سو کوس سرکاریں جلیسر کٹک وغیرہ پندرہ اور محال اُن
کے تعلقے کے دو سو تیس آمدنی چالیس کروڑ اکتالیس لاکھ پانچ ہزار دام۔

صوبۂ مبارک بنیاد اورنگ آباد

بعضے تاریخوں سے معلوم ہوتا ہو کہ اگلے زمانے میں اس شہر کو
دھارا نگر کہتے تھے بعد اس کے نام اس کا دیوگیر ہوا۔ جب سلطان

محمد فخرالدین جوناں دہلی کے بادشاہ نے تمام دکھن چھین لیا نام اس کا دولت آباد رکھا اور قلعے کو دارالسلطنت بنایا بعد سلطان موصوف تمام دکھن دلی کے سلاطین کے قبضے سے نکل گیا جب تین سو برس گزرے شاہ جہاں نے قلعۂ مذکور پر پھر قبضہ کیا اور عالم گیر کو صوبۂ مسطور کی صوبہ داری عنایت کی شاہزادے نے قریب اسی کے ایک شہر بساکر اورنگ آباد نام رکھا رنگ ڈھنگ اس کی آبادی کا دیکھ کر آنکھیں حظ اٹھائیں کشادگی سے اس کی دل بستہ ایک لخت کھل جائیں۔ ہوا اس کی بادِ بہاری کی طرح خوش آیند عمارات وہاں کی ہر ایک صاحب طبع کی پسند پانی ہیں وہاں کے شراب انگوری کا اثر ہر فصل اس مقام میں مانند ربیع تازہ وتر شروع جوزا سے سنبلہ کے آخر تک مینہ برسا کرتا ہے اور باغ و جنگل میں پھل بھی ہر قسم کا بہ کثرت خوش ذائقہ و خوش رنگ لگا کرتا ہے ساتھ اس کے غلّے کی فراوانی اناج کی ارزانی ہمیشہ کپڑا خوش قماش قسم قسم کا جواہر گراں بہا چوکھا ہر وقت موجود سوائے اس کے تحفہ جات ہر ملک کے اور نادرات ہر چیز پیسے کے جس وقت چاہو لو باشندے بھی وہاں کے خوش لباس و خوش معاش و اہل دولت و صاحب ثروت بیش تر اور خوب رو بھی حسن و ادا میں بے مانند یک سر۔ طول صوبے کا ڈیڑھ سو کوس اور عرض سو کوس آٹھ سرکاریں متعلق ان سے اسّی محال آمدنی اکاون کروڑ باسٹھ لاکھ اسّی ہزار دام۔

صوبۂ برار

ایک ملک ہے دکھن کی طرف کے دو پہاڑوں میں کا ایک کا نام

بند اکاوپل نرناله و میل گڑھ اسی پر ہیں اور دوسرے کا سبھا ما پہاڑ رو
رام گڑھ اسی کے اوپر آب و ہوا وہاں کی بد نہیں اطراف میں اس کی
زراعت کی بہتایت اور جنگلوں میں ہاتھیوں کی کثرت ہے ملک مذکور میں
چودھری کو دیس مکھ قانون گو کو دیس پانڈے مقدم کو پٹیل پٹواری کو
کل کرتی کہتے ہیں۔

پنارایک قلعہ

نہایت مستحکم و سنگین بلند پشتے پر اس کی تین طرف کو دو ندیوں
نے احاطہ کیا ہے مفتوح ہونا اس کا نہایت اشکال اور لینا اس کا بدون
اہل قلعہ کی سازش امر محال۔

کھرلا

سطح زمین پر پتھر کا ایک گڑھ ہے بلندی میں فلک فرسا اور
استواری میں پہاڑ سا اندر اس کے ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے قریب اس
کے جا کر منت و زاری کرتے ہیں اور دعائیں مانگ ماتھے رگڑتے ہیں
چار کوس وہاں سے ایک کنواں ہے جب جاندار کی ہڈی اس میں گرتی ہے سنکھ بن
جاتی ہے اور میل گڑھ کے پاس جو ایک چشمہ ہے اس میں تو کوئی چیز
گرے سنکھ ہی بنے۔

پیراگڑھ

میں ہیرے کی کھان ہے اور کپڑا بھی وہاں کا مصور حیرت افزائے جہاں۔

اندور اور نرل

میں کان فولاد اور ظروف سنگین وہاں کے نادر روزگار بیل بھی
وہاں کا نہایت خوب سوائے اس کے کڑک ناتھ مرغ ایسا کہ جس کی
ہڈی تلک سیاہ اور اسی صوبے کے متعلقات سے۔

بشن گیا

ایک بڑی پرستش گاہ ہے کنڈھ اس کا کوس بھر کے طول و عرض
میں چار طرف اس کے اونچے اونچے پہاڑ اور بندر وہاں بے شمار پانی
اس کا کھارا لیکن مایہ صابون و شورے کا اس سے حاصل ہوتا ہے
بلکہ آئنے کا بھی اگرچہ اس صوبے میں دریاؤ بہت ہیں لیکن گوتنی کو
سب پر ترجیح جیسے گنگا کو مہادیو سے علاقہ ہے اس کو گوتم منی سے
عجیب و غریب نقلیں حکایتیں اس کی بھی لکھ گئے ہیں اور آج تلک پرستش
کرتے ہیں نکاس اس کا کوہ سنبھا سے اور جوش مارنا ترنبگ کے قریب
بعد اس کے یہ ندی احمدنگر میں ہو برار میں آئی اور وہاں سے سرکار
تانگانا کی طرف جا نکلی۔ جب مشتری برج اسد میں آتی ہے دور دور
سے سیکڑوں ہندو وہاں آتے ہیں اور ثواب جان کر نہاتے ہیں۔ یہ
میلا اکثر ملکوں میں مشہور ہے تاپی و تبتی کو بھی صدق دل سے مانتے
ہیں اور پرستش گاہ جانتے ہیں لیکن پورنا دیول گانو کے متصل جاری
ہے پر ایک سرا اس کا بارہ کوس بالا تر تاپی سے اور دوسرا نزدیک گانو
مذکور کے القصہ طول اس صوبے کا پٹیالے سے بیراگڑھ تلک دو سو

کوس اور عرض بدر سے ہنڈیا تلک ایک سو اسّی شرق رؤ اس کے
پیراگوڑھ غرب رؤ نکھراباد شمال کی طرف ہنڈیا جنوب کی طرف "ملنگانا
سرکاریں دس متعلق ان سے دو سو محال آمدنی ساٹھ کروڑ بہتّر لاکھ
ستّر ہزار دام۔

صوبہ خاندیس

دار الخلافت اس کا برہان پور تبتی کے کنارے عرض و طول میں
بہت بڑا۔ آبادی اس کی حد سے زیادہ۔ باشندے وہاں کے
بیش تر صاحب ہنر اور اطراف میں باغات اکثر۔ میوے بھانت
بھانت کے جہاں تہاں۔ پھول قسم قسم کے اپنی رت میں فراواں۔
اجناس قیمتی ہر ملک کی بازار میں بے شمار۔ صندل و اگر کے دکانوں
میں جدھر تدھر انبار۔ گرمیوں میں آندھیوں کی شدت۔ اور برسات
میں کیچڑ کی بہتایت۔ کھیتیاں جوار کی اکثر اور دھان کی کم تر لیکن
چانول وہاں کا نہایت اعلا اور خوش ذائقہ پانوں کی فراوانی اور
ترکاریوں کی ارزانی بیش تر رہتی ہے کپڑا موٹا مہین اقسام کا بہم پہنچتا ہے
لیکن الائچہ سری صاف سرون وہاں کا نہایت خوب ہوتا ہے آگے یہ ملک
غریب خاں حاکم کے نام پر تھا جب شیخ ابوالفضل نے آسیر کا قلعہ
لیا صوبہ مذکور اکبر بادشاہ نے اپنے دوسرے بیٹے کو جس کا دانیال نام
تھا دیا اور نام اس کا دان دیس رکھا۔ زمیندار اس کے اکثر
بھیل کولی گونڈ۔

چانک دیو

ایک گانو ہے اس کے قریب تبتی اور پورنا باہم ملے ہیں ہندو اس مقام کی پرستش کرتے ہیں اور جگہ تیرتھ اس کو کہتے ہیں ۔ قصہ مختصر دریاؤ اس صوبے میں بہتیرے ہیں لیکن اعلا ان میں تاپی اور وہ گوندوانے و برار کے بیچ سے نکلی اور پورنا بھی وہیں سے لیکن کرتی اور تبتی نے چوپرے کے متصل اتصال پایا اس مقام کو بھی ہنود معبد جان کر دور دور سے پوجا کو آتے ہیں ۔ اور اپنے گمان میں بہرہ کامل اٹھاتے ہیں ۔ قصہ کوتاہ طول صوبے کا نور گانو سے کہ ہنڈیا کے متصل ہے تا تلنگ کہ احمد آباد سے قریب ہے پچھتر کوس اور عرض جاموده سے کہ قریب برار ہے پال تلک اور وہ مالوے سے نزدیک ہے پچاس کوس شرقی کی طرف اس کے برار غرب کی طرف کوہ جنوبی جنوب رخ جالنا شمال رو مالوا سرکاریں اس کی پانچ اور متعلق ان سے ایک سو بارہ محال آمدنی چار کروڑ چھتیس لاکھ تیس ہزار دام ۔

صوبۂ مالوا

دار السلطنت اس کا اجین راجا وہاں کا بیر کرما جیت اوصاف اس کے قیاس سے باہر اہل سلف ان کو تحریر کر گئے ہیں بلکہ دفتر کے دفتر بھر گئے ہیں ۔ واقعی اس دھن کا راجا ہندستان میں پھر نہیں ہوا اور محتاجوں کا کام کسی نے اس خوبی سے نہیں کیا سن اس کے ہند میں آج تلک لکھتے ہیں سانٹھ اس کے شہر مذکور

کی بھی وسعت میں بہت سا مبالغہ کیا ہی بلکہ کتابوں میں لکھا ہی دریاے شپرا اُس کے تلے موج مار رہا ہی عجیب تر یہ کہ کبھو کبھو ایک آدھ موج دودھ کی بھی اُس میں آجاتی ہی۔ اور ایک خلق ٹھلیا ہانڈیاں بھر لاتی ہی۔ کہتے ہیں کہ یہ اچنبھا بارہا لوگوں نے دیکھا اور یہی عمل کیا۔

چندیری

ایک قدیم شہر ہی بہت بڑا نپٹ دل کُشا بود و باش اس میں اقوام کی بازار تین سو چوراسی سرائیں تین سو ساٹھ اور مسجدیں بارہ ہزار۔

لومن

ایک قصبہ ہی بیما ندی کے کنارے ایک آدھ جل مانس بھی کبھو کبھو دریاے مذکور کے کنارے نظر آجاتا ہی اور تماشائیوں کو گرداب حیرت میں غوطے کھلاتا ہی سوائے اس کے قصبۂ مسطور میں ایک بُت خانہ اتنا بڑا ہی اگر نقارہ اُس میں بجے تو باہر آواز کوئی نہ سُنے۔

منڈو

ایک بڑا شہر ہی بارہ کوس کے عرصے میں چند مدت حاکم نشین بھی تھا قلعے میں اس کے ایک مینار ہشت منظری بے نظیر سا تھا اسی کے تعمیرات قدما کی نہایت کلاں و دل پذیر اور مزار سلاطین خلج کے بھی اکثر لیکن عجیب یہ ہی کہ سلطان محمود ابن سلطان ہوشنگ کے گنبد سے گرمیوں میں پانی ٹپکا کرتا ہی نادان اُس کو ہندوؤں سے کرامت

سمجھتے ہیں پر دانا اُس کی حقیقت حال کو اذنا تامل میں پا جاتے ہیں کہتے ہیں کہ اس دیار میں پارس پتھر بھی کبھو کبھو نکل آتا ہو۔ لوہا تانبا وغیرہ جو اس سے لگے سونا ہیں بن جاتا ہو۔

دھار

ایک قصبہ ہو اگلے زمانے میں راجا بھوج کی تخت گاہ تھا بلکہ اور بھی راجاؤں کے وقت میں وہی چند گاہ دارالحکومت رہا القصہ زمین اس صوبے کی بہ نسبت بعضی زمینوں کے کچھ اونچی ہو اور سب کی سب قابلِ زراعت دونوں فصلیں بہ خوبی ہوتی ہیں غلہ سب طرح کا بہتایت سے خصوصاً گیہوں خشخش اور میووں میں گنّا آم خربوزہ انگور لطف یہ ہو کہ حاصل پور میں انگور دو بار پھلتا ہو اور پان بھی اچھے سے اچھا ہوتا ہو بارش چار مہینے تلک ہوا اکثر اعتدال پر چناں چہ جاڑوں میں روئی دار کپڑے کی حاجت اور گرمی میں شورے کے پانی کی نہیں ہوتی لیکن برسات میں کبھی کبھی بالاپوش کی احتیاج پڑتی ہو چھوٹے بڑے وہاں کے تین برس کی عمر تلک لڑکوں کو افیون دیتے ہیں اگرچہ دریا و صوبہ مذکور میں بہت ہیں لیکن بہترین دریا نربدا شپرا کالی سندھ و بیا و کوڑی اور کنارے ہر ایک دریا کے دو دو تین تین کوس تلک ہموار و صاف علاوہ اس کے اُن پر پھول بھی اقسام کے رنگین و خوش بو بلکہ سنبل و درخت سایہ دار ہر ایک سو اور جنگلوں میں بھی بیش تر تالاب و سبزہ ڈھیر ہا۔ درخت سہاونے ہزار ہا۔ طول صوبے کا کوٹلے کے تلے سے بان سو آڑے تلک دو سو پینتالیس کوس اور عرض چندیری سے تا نادر بار

دو سو تیس کوس جانب شرقی اُس کے باندھو غربی گجرات و اجمیر شمالی
نرور جنوبی بگلانا اُجین و رائے سیں و سارنگ پور و بیجا گڑھ و منڈو
وغیرہ بارہ سرکاریں متعلق اُن سے تین سو نو محال آمدنی چھتیس کروڑ نو لاکھ
ستر ہزار دام۔

صوبۂ دار الخیر

اجمیر قدیم شہر ہے نہایت خوش آب و ہوا بیٹھل گڑھ سے لگا ہوا سواد اس کا صاحبانِ طبع کا مرغوب اور آبادی اُس کی نہایت خوب۔ درگاہ خلاصۂ عارفین خواجہ معین الدینؒ چشتی کی بستی کے اندر جھالرے کے کنارے ہے اور قریب اُس کے اُسی نواح میں سید حسین مشہدی بھی آسودہ عوام اس کو خنگ سوار کہتے ہیں القصہ خواجہ ممدوح بیٹا خواجہ غیاث الدین چشتی کا اور قوم کا حسنی سید تولد اُس کا ۵۳۷ھ ہجری میں سجستان کے بیچ لیکن جب پندرہ برس کا ہوا پدر عالی مقدار اُس کا قضائے الٰہی سے موا انھی دنوں ابراہیم قندوزی کی نظر توجہ اُس پر پڑی جذبۂ طریقت نے فی الفور اُسے کھینچا وونہیں رستہ معرفت کا وہ ڈھونڈنے لگا ندان ہرون میں جا نکلا وہاں خواجہ عثمان چشتی کی صحبت سے بہرۂ کامل اُٹھایا پھر عبادت و ریاضت میں غرق ہوا جب بیس برس کی عمر ہوئی تب شیخ عبد القادر گیلانیؒ سے کچھ فائدہ حاصل کیا جب کہ سلطان شہاب الدین غوری ہندستان کو فتح کر کے دلی میں آیا تب یہ بزرگ گوشہ نشینی کے قصد سے اجمیر میں تشریف لایا ایک عالم اس کی پیروی سے منزلِ مقصود کو پہنچا زندگانی اس نے دنیا میں ستانوے برس

کی آخر رجب کی چھٹی کو ہفتے کے دن ۶۳۶ سنہ ہجری میں وفات
پائی مزار اُس کا آج تک خلق کی زیارت گاہ ہو جتنے بادشاہ کہ اس
بزرگ کی وفات کے بعد ہند میں ہوئے اس کی درگاہ میں نذریں چڑھایا
کئے خصوصاً جلال الدین محمد اکبر کہ زیادہ تر اعتقاد رکھتا تھا بارہا پیادہ پا
اجمیر میں آکر زیارت سے اس کی اور سید حسین خنگ سوار کی مستفید ہوا
لیکن سید ممدوح بلا شبہہ شیعہ مذہب تھا اور خواجہ موصوف کا بھی اغلب
کہ یہی طریقہ ہو کیوں کہ بعضی رباعیات سے اس کی محبت جناب امیر
علیہ السلام کی تراوش کرتی ہو العلم عند اللہ اجمیر سے تین کوس پرے

پکھر

ہو عمق اس تالاب کا آج تک کسی نے نہیں پایا نہ کو اُس کی
پانو کسی کا نہیں لگا ہنود کا قدیم تیرتھ ہو بلکہ سارے تیرتھوں کا
گرو عقیدہ ان کا یہ ہو کہ انسان اگر سارے تیرتھوں میں پھرے اور
روئے زمین کے مندروں کی پوجا کرے جب تلک اس میں نہ نہاوے گا
ثواب کچھ نہ پاوے گا۔

چتوڑ

مشہور قلعہ ہو اسی صوبے کے متعلقات سے اور کو کندھ کہ
تابع اس کا ہو وہاں جست کی کھان اور چین پور میں تانبے کی لیکن یہ
مقام علاقہ مانڈل سے رکھتا ہو سابق رانا کے تصرف میں تھا اکبر بادشاہ
نے ایک مدت لڑکر اُسے لیا قصہ اس کا مشہور و معروف ہو اور زمانہ

سابق میں یہاں کے رئیسوں کو راول کہتے تھے اب ایک مدت سے رانا کہتے ہیں قوم ان کی گھلوت لیکن اپنے گروہ کو اولاد نوشیرواں عادل کی جانتے ہیں اور اس وجہ سے کہ ان کے دادا نے اپنی بود و باش موضع سیسودھہ میں کی تھی سیسودیہ کہلاتے ہیں سوائے اس کے ایک برہمن جو ان کا غم خوار ہوا تھا اُس جہت سے اپنے تئیں برہمن بھی ٹھہراتے ہیں اور ان کے خاندان کا یہ دستور ہے کہ رانا جب مسندِ حکومت پر بیٹھے قشقہ آدمی کے لہو سے اپنے ماتھے پر کھینچے۔

قصبہ سانبھر

لون وہاں کا نہایت مشہور ہے اور بیش تر کھانے میں بھی وہی آتا ہے شہر کے نزدیک چار کوس لمبا کوس بھر چوڑا ایک چشمہ ہے پانی اُس کا نپٹ کھارا لیکن تاثیر اُس کی یہ ہے جہاں زمین کھود کر پانی سے اُسے بھر دیا اور زمین نے جذب کیا تمام قطعہ اُس کا نمک آلود ہوجاتا ہے جہاں کھود کر اُس کو کنارے پر ڈال دیا اور پانی چھڑکا لون صاف اُس میں سے نکل آتا ہے ہر سال کئی لاکھ رُپے کا لون وہاں کے بیوپاری بیچتے ہیں اور محصول سرکار والا میں داخل کرتے ہیں الغرض تمام زمین صوبہ مذکور کی ریتلی پانی دور تلک جو کھودے تو نکلے بونے جوتنے کا مدار بارش پر اسی سبب زراعت ربیعی بہ قلت ہوتی ہے اور فصل خریف میں باجرہ جوار موٹھ بہ کثرت ساتواں یا آٹھواں حصہ غلے کا دیوان کو دیتے ہیں مال گزاری کا رواج کم ہے جاڑے میں وہاں جاڑا قریب بہ اعتدال اور گرمی میں کمال اکثر مقاموں میں جنوب کی طرف کوہسار اور بیش تر

زمینیں دشوار گزار بنا پر اس کے کچھواہے اور راٹھوڑ سوائے ان کے اور بھی رجپوت سلاطین سے چنداں دبتے نہیں لشکر بادشاہی ایک بار وہاں جا نہیں سکتا علاوہ اس کے کوسوں پانی نہیں ملتا طول صوبے کا آنبیر سے بیکانیر و جلمیر تلک ایک سو اٹھ سٹھ کوس عرض نہایت سرکار اجمیر سے پان سو ارڑے تک ڈیڑھ سو کوس پورب طرف اُس کے اکبرآباد پچھم طرف دیپال پور تابع ملتان اُتّر طرف قصبات دہلی دکھن طرف گجرات اور سرکاریں اس کی اجمیر تھنبور جودھپور ناگور وغیرہ سات متعلق اُن سے ایک سوتیس محال آمدنی پچپن کروڑ تین لاکھ ساٹھ ہزار دام۔

صوبۂ گجرات

کتب تاریخ سے خصوصاً وہ تاریخ جو سلطان بہادر والی گجرات کی تصنیف ہے اُس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہر پٹن اور چندے چانپانیر بھی تخت گاہ تھے جب سلطان احمد بن سلطان محمد سلطان مظفّر شاہ ۸۱۲ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور دریاے سابرمتی کے کنارے ایک قلعۂ متین بنا کیا بلکہ عمارات بھی نئی نئی وضع کی سنگین و رنگین بناکر ایک شہر نہایت وسعت کے ساتھ آباد کیا نام اُس کا احمدآباد رکھا اور دارالسلطنت اُسے قرار دیا سوائے اس کے تئیس برس اور چھ مہینے اپنی حکومت کے ایام آبادی کے انتظام میں جو اُس نے صرف کیے ایک شہر عظیم بس گیا لیکن شہر مذکور میں دیواریں تو گھروں کی خشتی اور چونے کی پر چھت کی جاگہ کھپریلیں وہاں بعضے دوراندیش نیویں پتھر کی

چوڑی چوڑی قائم کرکے دیواریں کا واک بناتے ہیں اور اُن میں مخفی راہ رکھتے ہیں کہ وقتِ ضرورت وہاں سے نکل جائیں اور بعضے مال دار تمام عمارات چونے گچ کی بناکر اس طرح کے تہ خانے اس میں بناتے ہیں کہ مینہ کا پانی نتھرا اُس میں جائے اور بھرا رہے کیوں کہ تمام سال اُسی کو پیتے ہیں باشندے وہاں کے اُس کو ٹانکہ کہتے ہیں اور نقاش و خاتم بند سوائے اس کے اور بھی کاری گر وہاں کے سیپ کے نقشی قلمدان اور صندوقچے نہایت خوش اسلوب و خوش قطع بہ سہولت بناتے ہیں اپنی ہنرمندی و دست کاری کی طرزیں دکھاتے ہیں اور کمخواب و زربفت و خارا و مخمل و زر بافی چیرے پٹکے وہاں کے عدیم المثل ہیں اُن کاری گروں جھٹ کس کی تاب و طاقت جو اس تماش کا ایک وصلچہ بُن سکے مگر حیرت سے ناچار ہوکر اپنا سر دھن سکے سوائے اس کے تقلید بھی اُن پر ختم ہو کیوں کہ روم و فرنگ و ایران میں جو کپڑا کہ اعلا ہو یہ اس کے مقابل بُن دیتے ہیں سرمُو فرق نہیں پڑتا دور دور اس کو بہ طریقِ تحفہ لے جاتے ہیں اور صاحبانِ نعمت سے انعام پاتے ہیں۔ تلوار بھی وہاں کی دم خم میں مغربی تلوار سے مقابلہ کرتی ہو۔ کٹاری کی آب داری سے بجلی بھی ڈرتی ہو اور تیر و کمان بھی زمانۂ سابق میں وہاں قابلِ تعریف بنتا ہوگا چناں چہ صاحبِ خلاصہ و مصنف آئینِ اکبری دونوں معترف ہیں لیکن ایک مدت سے کمان لاہور کی اس دیار میں مشہور ہو اور اس سے اُتر کر فریدآباد و کھجورے کی مگر روپا وہاں عراق و روم وغیرہ سے لاتے ہیں اُس کی نواح میں پیدا نہیں ہوتا اور جواہر کی بھی خرید و فروخت بیش تر رہتی ہو غرض شہر مذکور نہایت خوش آب د ہوا

اور اجناس و متاع کے بہم پہنچنے میں بے ہمتا ہو باہر بھی اُس کے تین سو ساٹھ معمورے خاص خاص وضع پر آباد ہوئے کہ ہر ایک کو پُرا کہتے ہیں۔ شہروں کی ضروریات ہر ایک میں مہیا لشکروں کے اسباب تیار جا بجا چناں چہ چوراسی پُرے تو عالمگیر کے وقت تلک آباد تھے۔ سوائے عمارات و باغات ہزار مسجدیں سنگین دو دو مینار کی اُن میں تھیں کتبے بھی اُن کے ایسے نادر اور خوش خط کہ ان کو دیکھ کر انسان درود بھیجے اور کندہ کار کے حق میں آفریں کہے ایک پُرے کا ناؤں رسول آباد ہو شاہ عالم بخاری وہیں آسودہ ہیں اکثر اُس بزرگ کی کرامت ولایت کے قائل اور بہتیرے اُس کے مرید و معتقد احمد آباد سے تین کوس۔

بٹوہ

ایک قصبہ ہو نہایت دل کشا اکثر اولیا وہاں بھی مدفون ہیں لیکن قطب العالم شاہ بدر عالم بخاری کے باپ کی قبر پر ہاتھ بھر کا ایک ٹکڑا ہو کوئی اس کو سنگ کوئی چوب کوئی آہن خیال کرتا ہو اور عجیب و غریب حکایات اُس سے منسوب کرتے ہیں۔

پٹن

ایک پرانی بستی ہو اگلے زمانے میں وہاں کے سلاطین کی تخت گاہ تھی قلعے بھی اُس میں دو ہیں ایک سنگین اور ایک خشتی لیکن نہایت مستحکم اور گائے بیل اُس کی نواح میں نہایت خوب ہوتے ہیں۔

جان پانیر

ایک قلعہ ہو پہاڑ کے ایک بلند ٹھیکرے پہ چڑھائی اس کی اڑھائی کوس کی دروازے بھی کئی لیکن راہ نپٹ اوکھٹ اسی واسطے ایک طرف سے ساٹھ گز کے قریب پہاڑ کو کاٹ کر تختوں سے پاٹا ہو وقت پر اٹھا لیتے ہیں پر موضع مذکور چند مدت دارالحکومت رہا ہی۔

بندر سورت

نامی ایک شہر ہی بعضے بنادر اس کے تابع ہیں۔ دریائے تپتی اس کے قریب سے بہتا ہوا سات کوس پہ جاکر دریائے شور سے ملا میوے اس میں اقسام کے بہ کثرت خصوصاً اناس نپٹ رسیلا خوش بو خوش ذائقہ پیدا ہوتا ہو اور پھول بھی رنگ بہ رنگ کے بہتایت سے پھولتے ہیں ساتھ اس کے پھلیل بھی کئی طرح کا بہ مرتبہ خوش بو کھچتا ہو اور اہلِ فارس میں سے ایک قوم نے آکر وہاں بود و باش اختیار کی ہو رات دن ہنگامہ آتش پرستی کا گرم رکھتی ہو سورت و ندبار کے بیچ ایک کوہستان خوب آباد ہی

بگلانا

اس کو کہتے ہیں واقعی بہ مرتبہ معمور و آب و ہوا اس کی نہایت خوب میوے بھی وہاں بہتیرے ہوتے ہیں لیکن شفتالو انگور سیب اناناس انار ترنج آم ہر ایک لاثانی ہو اور سات قلعے نامی اس سے

متعلق ہیں انھی میں سے سالیر اور مولیر بھی لیکن شہرت ان کی زیادہ ہے اور زمیندار وہاں کے راٹھور۔

بھڑونچ

ایک بڑا محکم قلعہ ہے نربدا اس کے نیچے سے گزر کر سمندر سے جا ملی ہے کتنے بنادر اس کے بھی تابع ہیں اقسام کا کپڑا وہاں بُنا جاتا ہے لیکن الائچا وہاں کا مشہور سوداگر شہر شہر لے جاتے ہیں اور فائدے اٹھاتے ہیں۔

سرکار سورٹھ

ایک جدا ملک تھا حاکم وہاں کا پچاس ہزار سوار و لاکھ پیادے کا مالک پر احمدآباد کے فرماں روا کا فرماں بردار تھا لیکن خان خاناں اکبر شاہی نے اس کے ملک پر قرار واقعی قبضہ کرلیا طول اس کا بندر گھوگہ سے بندر ارامر تلک سوا سو کوس عرض انتہائے دھار سے بندر دیو تلک بہتّر کوس آب و ہوا اُس کی مزاجوں سے موافق پھل پھول کی بھی اپنے اپنے موسم میں بہتایت انگور خربوزے سے تاکیں اور فالیزیں معمور لیکن اس ملک کے نو حصے ہیں اور ہر ایک میں اُکس جدا سبب اس کا درختوں کی فراوانی اور گنجانی ساتھ اس کے پہاڑوں کی باہم پیچیدگی مسکن ان کے نہایت مامون و محفوظ ہیں فوجیں اکھٹی وہاں جا نہیں سکتیں جو تنبیہ قرار واقعی کریں۔

جونان گڑھ

ایک سنگین قلعہ ہی نہایت متین حصانت و متانت میں ویسا دوسرا نہیں سلطان محمود گجرات کے بادشاہ نے بہت سی لڑائیاں لڑکر بہ زور اس سے لیا اور پاس اس کے اور قلعہ بنا لیا۔

کرنال

ایک قلعہ ہی پہاڑ پر ہنود کا بڑا معبد اس میں بہت سے چشمے ہیں قریب اس کے اکثر دریائے بنادر دریائے شور سے ملے ہیں اور اس مقام میں مچھلیاں ایسی نازک ہوتی ہیں اگر ایک دم دھوپ میں رکھیے تو پگھل جائے اطراف میں اس کے اونٹ گھوڑا نہایت قوی و چالاک ہوتا ہی۔

سومنات

قدیم بت خانہ ہی نہایت مشہور شور دریا اس سے تین کوس تابع اس کے پانچ بنادر سرستی بھی قریب اُس سے نکلی ہی ہندو اس کو بڑا تیرتھ جانتے ہیں مشہور ہی کہ پانچ ہزار برس اُس سے آگے پانچ چھ کروڑ آدمی جادو گروں کی قوم سے سرستی اور ہرن کے درمیان ہنسی خوشی آپس میں لپٹ لپٹ کے گرے اور ڈوب ڈوب گئے سومنات سے آدھ کوس۔

سانگھا

ایک مکان سری کشن کے پانو میں وہیں ایک صیاد کے ہاتھ کا تیر لگا اور سرستی کے کنارے پیپل کے درخت تلے بیکنٹھ باسی ہوا بنا بر اس کے اس مکان کو معبد جانتے ہیں اور اس درخت کو پیپل سر کہتے ہیں۔

قصبۂ مول

ہیں ایک معبد ہی مہادیو سے منسوب ہر سال برسات سے پہلے روز معین ایک پرندہ کبوتر سے چھوٹا پر چونچ اس کی موٹی رنگت سیاہ و سفید اس دیہرے کی چھت پر آ بیٹھتا ہی اور ایک دم کلولیں کرکے یہاں تلک لوٹتا ہی کہ جی سے گزر جاتا ہی اس دن شہروں کے لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں اور طرح بہ طرح کے تجزیہ کرتے ہیں پھر سیاہی و سفیدی سے اس کی اندازہ بارش کا یعنی سیاہی سے تفول بارش اور سفیدی سے خشکی۔ متصل اس کے

دوارکا

ہی جگت بھی اس کو کہتے ہیں بڑا معبد ہی جب سری کشن متھرا سے باہر نکلا وہیں آکر اس نے باسا لیا اس لیے اس کو بھی پرستش گاہ جانتے ہیں نزدیک اس کے

گابھی

ایک قصبہ ہے اہیروں کا مسکن وے ہندوؤں کے طریقے سے خارج ہیں پر زن و مرد حسین ہوتے ہیں جب نیا حاکم وہاں آتا ہے اُس سے قول لیتے ہیں کہ عورات سے بدکاری کا مواخذہ نہ کرے تب بود و باش اختیار کرتے ہیں والا وطن چھوڑ دیتے ہیں نزدیک اس کے ایک زمین ہے طول میں نو کوس۔ برسات سے پہلے سمندر اُبلتا ہے اور پانی میں وہ تمام ڈوب جاتا ہے جب بارش موقوف ہوجاتی ہے پانی گھٹنے لگتا ہے آخر زمین نکل آتی ہے اور لون بہت سا ہاتھ لگتا ہے۔

کچھ

ایک جدی ولایت ہے عرض طول اُس کا اڑھائی سو کوس کا سندھ اُس کے پچھم طرف زمین وہاں کی بیش تر ریتلی اونٹ وہاں کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور بکریوں کی بھی افراط ہے سوائے اس کے تازی گھوڑے وہاں کے مشہور و معروف وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی زمانے میں ایک سوداگر کتنے عربی گھوڑے دریا کی راہ سے لیے جاتا تھا اتفاقاً اس کا جہاز ٹوٹ گیا کئی گھوڑے ایک تختے پر بہتے ہوئے کنارے پر آلگے اور اس ملک میں پہنچے آج تلک اُن کی نسل اُس نواح میں باقی ہے القصہ ہوا اس صوبے کی اعتدال پر رہتی ہے جوار باجرے کی پیدایش بیش تر چناں چہ مدار خلائق کی خورش کا اُسی پر ہے اور زراعت ربیعی کم تر گیہوں بلکہ بیش تر غلے مالوے اجمیر سے اور چانول دکھن سے آتے ہیں اور جنگلوں میں یہاں کے

درخت اس کثرت سے ہیں کہ لذت شکار سے لوگ اکثر محروم رہتے ہیں آم کی بھی یہ افراط ہی کہ پٹن سے تاپندرہ سو کوس کا عرصہ ہی یک لخت اُس کے درخت نظر آتے ہیں ساتھ اس کے آم بہ مرتبہ میٹھے اور خوش ذائقہ بلکہ کیریاں بھی حلاوت سے خالی نہیں انگور و انجیر بھی علاوہ ازقیاس عجیب نہ یہ ہی کہ خربوزہ گرمی اور جاڑے میں بہ افراط بیشتر آتا ہی اور پھول بھی بہ کثرت کا اس کثرت سے ہوتا ہی کہ بازار گلزار بن جاتا ہی اگرچہ درندے اور بھی اس نواح میں ہیں لیکن چیتوں کا اس قدر وفور ہی کہ ہر سال صیاد سیکڑوں پکڑ لاتے ہیں اور صید افگنی اُن کو سکھلاتے ہیں بیل بھی وہاں کے خوش ظاہر قوی ضربہ گراں قیمت چناں چہ ایک جوڑی اگر پانسو روپے سے کچھ زیادہ کو آئے تو سستی ہی اور چالاک بھی ایسے ہوتے ہیں کہ تمام دن میں پچاس کوس طے کرے مطلق نہ تھکے دریا چھوٹے بڑے اس صوبے میں بہت ہیں لیکن نامی سابرمتی باترک مندری نربدا سرستی ہرن طول اس کا برہان پور سے دوار کا تلک تین کوس غرض جالور سے تا بندر رومن دو سو ساٹھ کوس شرق رُو اس کے خاندیش غرب رُو دوارکا شمال رُو جالور اور ایدر جنوب رُو بندر رومن اور کنبھایت احمد آباد پٹن دوست کھڑونج بڑودہ چاپانیر کرہی سورٹھ سروہی اسلام نگر نو سرکاریں تابع ان کے ایک سو اٹھاسی محال تیرہ بندر آمدنی اٹھاون کروڑ اٹھتیس لاکھ نو ہزار دام۔

صوبۂ ٹھٹھہ

اگلے زمانے میں برہمن آباد ایک بڑا شہر یہاں کی تخت گاہ تھا قلعہ میں اس کے چودہ سو برج تھے تھوڑے تھوڑے تفاوت سے

چناں چہ اب تک اُس کے برجوں اور دیواروں کا کچھ نشان باقی ہے
بعد اس کے دیور پایۂ تخت ہوا بالفعل ٹھٹھہ دارالحکومت ہے دیبل
بھی اس کو کہتے ہیں فی الواقع ایک شہر کلاں و عظیم الشان ہے دنیا
کی چیزیں اس میں ملتی ہیں خصوصاً موتی سوائے اس کے اکثر بنادر
کی اجناس۔ یہ دستور اس ملک کا یہ ہے کہ زمین دار تیسرا حصہ زراعت
کا سرکار میں داخل کرے اور دو آپ لے دے لیکن کانِ نمک و آہن
سے محصول بہت سا ہاتھ لگتا ہے اور چھ کوس شہر سے پرے زرد پتھر
کی کھان ہے جس اندازے کا سنگ چاہیں اُسے نکال کر ترشوائیں اور
عمارت میں لگوائیں لیکن مدارِ کار بیش تر کشتیوں پر چناں چہ وہ انواع
و اقسام کی چھوٹی بڑی چالیس ہزار کے قریب وہاں کے دریا میں تیار
رہتی ہیں اگرچہ اس کے نواح میں شکار اقسام کا ہاتھ لگتا ہے لیکن گورخر
و خرگوش و کوتاہ پاچہ و خوک صحرائی و ماہی کا شکار بہ کثرت اور
خوراک وہاں کے لوگوں کی اکثر وہی خشکا مچھلی بلکہ مدار خورش کا اسی پر
ہے یہاں تک کہ مچھلیوں کو سکھا تیل میں ڈال کشتیوں میں بھر اکثر بنادر و
اطراف میں لے جاتے ہیں اور لوگ اُن کو مول لے کر کھاتے ہیں پھر
تیل کو وہ ناؤں کے کام میں لگاتے ہیں اور پلوہ ایک مچھلی نہایت
لذیذ ہوتی ہے لیکن خاص اُسی ملک میں وہ کبھی نپٹ مزے دار و باحلاوت
ساتھ اس کے چار مہینے تک بگڑتی نہیں اور باغوں میں رنگ بہ رنگ
کے پھولوں کی بہتایت اقسام کے میووں کی کثرت خصوصاً آم بہت
خوش مزہ ہوتا ہے لطف یہ ہے کہ خربوزے کی رینداریاں جنگلوں میں خود رَو
پیدا ہوتی ہیں دیکھنے کے لائق بلکہ کھانے کے قابل۔ ڈاہنیں کبھی ٹھٹھے

کی مشہور ہیں کہ لڑکوں کے کلیجے منتر کے زور سے ترت لے جاتی ہیں
اور ان کی ماؤں کے دلوں میں داغ دے جاتی ہیں۔ کھانا تو اُن کے
حضور کسی کو کھانا لازم نہیں کیوں کہ اُس وقت اُن کا تیرِ نظر جس پر
چلے اُسے مار ہی رکھے سوائے اس کے کبھو کبھو ایسی حالت اُن پر
طاری ہوتی ہے کہ اس وقت جس کو دیکھتی ہیں ہوش میں وہ نہیں رہتا پھر
کئی دانے انار کے مانند اُس کے پاس سے اس کے ہاتھ لگتے ہیں کسی
حکمت سے ایک لمحہ ان کو اپنی پنڈلیوں کے اندر رکھ چھوڑتی ہے تب
تلک وہ بے چارہ بےہوش پڑا رہتا ہے ندان آگ پر اس کو رکھ دیتی
ہے جب وہ پھیل کر طباق کی صورت پکڑتے ہیں تب اپنی ہم جنسوں میں
حصے کر کے کھا جاتی ہے وہاں اس کا کام تمام ہو جاتا ہے اتفاقاً اگر وہ
بدذات پکڑی جائے تو لازم ہے کہ اس کی پنڈلیوں کو چیر ڈالیں فوراً
وہ دانے نکل پڑیں گے چاہیے کہ جس کے جگر کو صدمہ پہنچا ہے اُسے
کھلا دیویں خدا کی قدرت سے وہ شفا پائے گا اور کلیجا اس کا بچ
جائے گا۔ اور یہ پاشت چرغ کو بھی منتر کے زور سے ایسا رام کرتی
ہے کہ اس پر سوار ہو کر دور دور تلک جاتی ہے بلکہ بعضے ملکوں کی خبر
لاتی ہے۔ اور جو کوئی عامل چاہے کہ اس کو اس چلن سے باز رکھے تو
تو اس کی کن پٹیاں داغے اور آنکھوں میں لون بھر کر چالیس دن
تلک لڑکا رکھے کھانا بے نمک کھلائے سنا تھا اس کے پڑھنت بھی اس
کے بطلانِ عمل کے لیے پڑھے تب وہ اپنا منتر بھول جائے گی اور اس
چلن سے باز آئے گی لیکن بیش تر اس پیشے کی رنڈیاں ہوتی ہیں اور
مرد کم۔ صاحب خلاصہ لکھتا ہے کہ میں نے بچشم خود ایک لڑکے کا

کلیجا ایک ڈائن کو لے جاتے دیکھا ہو ہر چند کہ عقل میں نہیں آتا کہ جنس بشر میں اس طرح کی عورت یا مرد ہو کہ جگر کسی کے سینے سے بدون چاک کیے نکال لے جائے اور کوئی نہ دیکھے لیکن خدا کی قدرت معمور ہے اس کی صنعت سے کچھ دور نہیں بعض انسان کو یہ بھی قوت دی ہو اگر ہمارے مدرک نے ادراک نہ کیا تو یہ لازم نہیں کہ وہ حقیقت میں بھی نہ ہووے یا اس کی نظر میں موثر حقیقی نے ایسی تاثیر دی ہو کہ جس لڑکے کی طرف نگاہ بد سے دیکھے اس کے جگر کو صدمہ عظیم پہنچے یا کوئی افسوں اسے ایسا یاد ہو کہ جس میں اس طرح کا اثر ہو مجازاً اگر اہل عرف نے کلیجا لے جانا یا کھا جاتا کہا تو مضائقہ نہیں سوائے اس کے ڈائنیں اور ایک منتر ایسا جانتی ہیں اگر کوئی چکی کا پاٹ ان کے گلے میں ڈال کر ڈبو دے تو نہیں ڈوبتیں اور آگ میں جلا دے تو نہیں جلتیں۔

ہنگلاج

ایک مکان ہے ٹھٹھے سے ستر کوس درگا سے منسوب اُتر اور پچھم میں دریائے شور کے نزدیک لیکن پانی کی نایابی اور راہ کی خرابی بہ مرتبہ ہے علاوہ اس کے بھیلوں کی رہزنی کا خوف اس لیے ہر کوئی وہاں جا نہیں سکتا مگر بعضے اتیت خصوصاً سنیاسی بھوک پیاس کو گوارا کرکے وہاں جاتے ہیں اور پرستش کرتے ہیں غرض آتے جاتے پندرہ دن سے کم نہیں لگتے۔

سرکار سیوستان

"ایلچ اس صوبہ کے دریائے سندھ کے کنارے نزدیک اُس کے

ایک بڑا تالاب ہے طول اُس کا دو دن کی راہ کتنے ماہی گیر اُس پر ایک سطح خاکی بناکر ساکن ہوئے ہیں ہر روز مچھلیاں مارتے ہیں اور اپنی اوقات گزارتے ہیں اور اس صوبے میں ملتان و اوچ کی حدوں سے ٹھٹھے و کیچ مکران تلک شمال رُو بلند بلند پتھر کے پہاڑ ہیں اکثر بلوچوں نے اور بعضے پٹھانوں نے اپنی بود و باش وہیں مقرر کی ہے اور اوچ سے تا گجرات جنوب رُخ ریتل کے پہاڑ بھینتوں کے گروہ نے استقامت اپنی وہاں ٹھہرائی لیکن ان کے رئیسوں کی سکونت جلمیر میں ہے اور راجپوتوں کی اکثر قوموں نے بھکر سے نصیرپور و امرکوٹ تلک سکونت کی سوائے ان کے سودھہ و چارنچہ بلکہ بہتیرے اشخاص وہاں آکر ساکن ہوئے دریاؤ بھی اس صوبے میں کئی ہیں لیکن بڑا دریا سندھ چناں چہ اکثر سوداگر ملتان اور بھکر سے اسباب و اجناس دریا کی راہ سے کشتیوں پر ٹھٹھے میں لے جاتے ہیں یہاں تلک کہ ہیچ مسافر بلکہ بڑے بڑے لشکر ٹھٹھے کی طرف غیر از راہ دریا نہیں جاتے ایسا وقت کم ہوا ہوگا کہ خشکی کی راہ سے لوگ اُدھر کو جائیں۔ اور پانی کی نایابی و راہ کی دشواری سے رنج نہ اٹھائیں۔ طول صوبے کا بھکر سے کیچ مکران تلک اڑھائی سو کوس عرض قصبۂ بدین سے تا بندر لاہری سو کوس شرق رو اس کے گجرات احمد آباد غرب رُخ کیچ مکران شمال رُو بھکر جنوب رُخ دریائے شور سرکاریں اس کی ٹھٹھہ سیوستان نصیرپور امرکوٹ چار متعلق ان کے ستاون محال اور پانچ بنادر آمدنی سو کروڑ اُنچاس لاکھ ستر ہزار دام۔

صوبہ ملتان

قدیم شہر ہے ہر صنف کے اشخاص اس میں آباد اشیا بھی ہر ملک و ہر قسم کی بیش تر موجود خرید و فروخت کا بازار مدام گرم رہتا ہے عراقی گھوڑے قندھار کی راہ سے سوداگر لاتے ہیں اور وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ جاڑوں کی ہوا معتدل گرمی کے موسم میں گرمی بہ شدت برسات کم۔ زبان وہاں کے باشندوں کی لاہوری لیکن سندھی اس میں ملی ہوئی۔ شطرنجیاں اور قالینیں بھی گل زار وہاں کی مشہور ہیں سوائے اس کے سلیقہ تقلید کا اس دیار کے کاری گروں کو خوب ہے چناں چہ بندر کی چھینٹوں کی نقل ایسی بناتے ہیں کہ اصل کر دکھاتے ہیں۔ قلعہ وہاں کا خشتی اور مزار مخدوم بہاء الدین زکریا کا بھی وہیں سنا ہے کہ شیخ مذکور بیٹا شیخ قطب الدین محمد بن کمال الدین قریشی کا ہے پانسو پینسٹھ ہجری میں کوٹ کروڑ کے بیچ پیدا ہوا اور خورد سال تھا کہ باپ اس کا اس جہان سے اٹھ گیا لیکن شیخ کی طینت از بس کہ اچھی تھی تحصیل علم میں اکثر مشغول رہا آخر فضیلت کے مرتبے کو پہنچا۔ پھر مسافرت اختیار کی بعد ایران و توران کی سیاحت کے بغداد میں آیا اور شیخ شہاب الدینؒ سہروردی کا مرید ہوا۔ چند روز میں پایۂ خلافت کو پہنچا۔ چناں چہ شیخ عراقی و میر حسینی شیخ موصوف ہی سے فیض یاب ہوئے پھر اس بزرگ نے بغداد سے ملتان میں آکر استقامت کی وہاں بھی بہتوں نے اس سے ایک مرتبہ پایا اور فیض اٹھایا۔ کہتے ہیں کہ شیخ فرید شکر گنجؒ سے شیخ ممدوح کو کمال ربط و اتحاد تھا مدتوں ایک جا معاشرت کی آخر ماہ صفر کی

ساتویں کو سنہ ۶۶۶ ہجری میں کسی پیر مرد نورانی نے ایک خط مہری لاکر اُس کے فرزند شیخ صدرالدین کے ہاتھ میں دیا اور اُس نے گھر میں جاکر شیخ مذکور کو گزرانا پڑھتے ہی اُس نے جان بحق تسلیم کی وہیں اُس کے گھر سے غل اٹھا کہ دوست سے ملا سوائے اس کے اور بھی حکایات عجیب و غریب اُس بزرگ کی زبان زد خلائق ہیں بعد اس کے شیخ صدرالدین اس کا قائم مقام ہوا اکثر اشخاص اس کے بھی دائرہ بیعت میں آئے بلکہ بعضے تو صاحب حال و قال ہوئے ندان سنہ ۷۰۹ ہجری میں اس نے بھی اس سرائے فانی سے رخت ہستی باندھا۔ پھر شیخ رکن الدین نے بھی طریقہ اپنے دادا کا مدت حیات میں بخوبی جاری رکھا آخر کار منزل بقا کا رستا لیا اور شہر مذکور میں مدفون ہوا سوائے اس کے بہت سے بزرگوں کے مزار پُرانوار اس شہر میں زیارت گاہ خلائق ہیں اور شہر مذکور سے چار کوس کے تفاوت سید زین العابدین کی درگاہ سلطان سرور بیٹیا اسی بزرگ کا ہے وہاں بھی گرمیوں میں چار طرف سے لوگ زیارت کو آتے ہیں کئی روز کھیڑ بھاڑ رہتی ہے اور چالیس کوس پرے مغرب رُو دریا کے اُس پار ایک پہاڑ کے دامنے میں بلوچوں کا شہر سلطان سرور وہیں مدفون ہے۔ کہتے ہیں کہ سید مرحوم ابتدائے شباب سے عبادت و ریاضت میں رہا تصفیہ باطنی اُس کو حاصل ہوا اتفاقاً ایک واردات ایسی درپیش ہوئی بہ سبب اُس کے ایک قوم سے لڑکر اپنے بھائی سمیت شہید ہوا پھر اس کی اہلیہ بھی اُس کے غم میں مرگئی بلکہ ایک لڑکا خورد سال اس کا رانا کر مشہور تھا اُس نے بھی ...الدین کا ساتھ دیا اور سب کے سب وہیں دفن ہوئے لوگ وہاں کے اُن کے مدفن کو

مزار شہید کہتے ہیں۔ اتفاقات حسنہ سے ایک سوداگر قندھار سے ملتان کو جاتا تھا جس وقت اُس بزرگ کے مزار کے نزدیک پہنچا اس کے اونٹ کا پانو ٹوٹ گیا وہ بے چارہ گھبرایا کہ بوجھ کس پر لادے آخر مزار شہید پر جاکر منت مانی فی الفور خدا کے حکم سے پانو اُس کا درست ہوگیا تاجر نے اسی وقت نذر چڑھائی اور اونٹ کو لاد کر وہاں سے راہی ہوا یہ قصہ اطراف و اکناف میں پھیلا اور اکثروں نے سُنا پھر تو مزار اس کا ایک خلق کی زیارت گاہ ہوگیا علاوہ اس کے ایک اندھا دوسرا کوڑھی تیسرا نامرد انھوں نے وہاں کی مجاوری اختیار کی تھی اس واسطے کہ اچھے ہوجائیں چناں چہ قدرت الٰہی سے تینوں شخص تن درست ہوئے اس بات سے اور بھی خلق کا اعتقاد بڑھا۔ الغرض ہر طرف سے ایک خلق وہاں زیارت کو آتی ہو اور نذریں چڑھاتی ہو خصوصاً جاڑوں کے نکلنے لوگ دور دور سے آتے ہیں یہاں تلک کہ ملتان سے اس کے مزار تک چالیس کوس کا فاصلہ ہو کوئی رستا آدمیوں کی بھیڑ سے خالی نہیں ہوتا ہر جگہ جنگل میں منگل ہی دکھائی دیتا ہو اور

قصبۂ اوچ

میں قبر شیخ جلال الدین ابن سید محمود بن سید جلال بخاری کی ہو مخدوم جہانیاں انھی کو کہتے ہیں ۷۰۷ھ ہجری میں شب برات کو وہ متولد ہوا ہر چند کہ جانشین و مرید اپنے باپ کا ہو لیکن شیخ رکن الدین ابو الفتح سہروردی سے بھی بہت سا فائدہ اُس نے پایا ہو۔

بعد اس کے دلی میں آکر شیخ نصیرالدین چراغ دہلی سے بہ مرتبہ فیض اٹھایا ۔ آخر چہارشنبہ کو اتفاقاً عید قرباں بھی اسی دن تھی وفات پائی۔ ملنگ اور جالیے فقیر اسی کے خاندان کے مرید ہیں ۔ اور

شہر پٹن کہ اجودھن

بھی اسی کو کہتے ہیں دیپال پور کی وہ سرکار ہے ملتان کے پورب طرف وہاں شیخ فرید شکر گنج ابن شیخ جلال الدین سلیمان فرخ شاہ کابلی کی اولاد وطن اُن کا قصبہ کھتوال ملتان کے نزدیک ابتدائے جوانی میں طالب علمی کرنے ملتان میں وارد ہوا اتفاقاً خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملا اور فیض اُس کی صحبت سے بہ مرتبہ اٹھایا آخرش ہمراہ اُن کے دلی میں آکر کمند ارادت اپنے گلے میں ڈالی ۔ دولت ابدی حاصل کی ۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ بموجب حکم خواجہ ملتان سے قندھار و سیستان کو جاکر علم تحصیل کیا بعد اس کے دلی میں آکر اُس کی خدمت میں مشرف ہوا پھر ریاضتیں سخت سخت عبادتیں شاق شاق بجا لایا اور خواہش نفسانی سے ایک لخت ہاتھ اٹھایا ۔ چند روز کے بعد خواجہ سے رخصت ہوکر ہانسی میں آیا اور سکونت اختیار کی جوکہ خواجہ قطب الدین نے وقت رحلت فرمایا تھا کہ خرقہ و عصا وغیرہ جو کچھ کہ مجھ کو پیر سے پہنچا ہے اس کو شیخ فرید کے حوالے کیجیو یہ سن کر وہاں سے پھر دلی میں آیا اور اس امانت کو لے کر شہر مذکور سے چل نکلا جب پٹن میں پہنچا متوطن ہوا وہاں بھی ایک عالم اُس سے فیض کو پہنچا مشہور ہے کہ اس کی نگاہ کی تاثیر سے خاک کے تودے کے تودے شکر ہوگئے تھے اسی سبب سے لقب اُس

کا شکر گنج ہوا ندان پانچویں محرم کو ہفتے کے دن ۶۶۷ ہجری میں پٹن کے بیچ ملکِ عدم کا راہی ہوا قصہ کوتاہ سرکار دیپال پور میں دو قوم ڈوگر و گوجر سوائے ان کے اور بھی قومیں کہ تمرد و رہ زنی اُن کی شہرت رکھتی ہو ساکن ہیں جب برسات آتی ہو ستلج و بیاہ دونو دریاؤ کئی فرسخ پھیلتے ہیں سرکار مذکور کے محالوں کی زمین پر اکثر اوقات ایک سطح آب ہوجاتی ہو غرض ہر سال وہاں طوفان آتا ہو اور طوفانِ نوح کی یاد دلاتا ہو۔ پھر جس وقت دریا ہٹ جاتا ہو رطوبت اور ترادت کے باعث ایسا گنجان جنگل ہو جاتا ہو کہ پیادہ بھی راہ نہیں چل سکتا سوار کا تو کیا مقدور اسی سبب اُس دیار کو لکھی جنگل کہتے ہیں اور مفسد مذکور اُسی کی پناہ کے سبب اور اس باعث کہ دریاؤ کئی ٹکڑے ہوکر ان کے مساکن میں بہتا ہو رہ زنی و دزدی ندھڑک کرتے ہیں امرا و حکام بادشاہی سے ان کی تنبیہ قرار واقعی ہو نہیں سکتی۔ جاڑا اس دیار میں میانہ گرمی بہ شدت خریف میں زراعت جوار کی ربیع میں گیہوں کی بہ خوبی ہوتی ہو اور ملتان کے پچھم طرف پانچ کوس کے تفاوت سے دریائے چناب پر بلوچوں کا ملک ہو اس میں ان کے دو سردار ایک تو دو دائی کہ تیس ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ اپنے ساتھ رکھتا ہو دوسرا ہوت کہ بیس ہزار سوار تیس ہزار پیادے کا سردار تھا دونوں آپس میں مخاصمت کے سبب اپنی اپنی سرحد پر آکر اکثر لڑا بھڑا کرتے تھے لیکن بادشاہ کے جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہیں دھرتے چناں چہ پیش کش معمولی ہمیشہ حضور اعلا میں پہنچاتے تھے اور اپنے اپنے ملک کو تصرف بادشاہی سے بچاتے وکیل بھی

ہر ایک کی طرف سے صوبہ ملتان کے حضور حاضر رہتا تھا کہ احکام بادشاہ کے اور امر صوبہ دار کے بہ خوبی بجا لاوے تغافل شعاری و سہل نگاری کا شیوہ اختیار نہ کرے غرض ولایت بلوچوں کی نپٹ آباد اور زراعت دونوں فصلوں کی اس میں بہ افراط ہوتی تھی حاصل بھی علی ہذا القیاس سوائے اس کے چوروں اور رہ زنوں کا وہاں گزر نہیں کہتے ہیں کہ ملتان کا ملک سلطان علاء الدین ثانی کی سلطنت میں دلی کے علاقے سے نکل گیا تھا اور اس پر قوم لنگاہ متصرف ہوئی تھی پھر سلطان حسین لنگاہ حاکم ملتان نے اپنی جانب سے حکومت میں جب ملک سہراب وغیرہ بلوچوں کو کمک کے کچ مکران بلوایا کڑوڑ کوٹ دھن کوٹ تک ان کی جاگیر میں دے دیا بلکہ اکبر کے عہد سلطنت میں بھی راجا ٹوڈرمل دیوان بادشاہی نے اس ولایت کو بلوچوں ہی پر متعین رکھا اور خراسان و ہندستان کے مابین ایک لشکر جرار متعین کیا سوائے اس کے ان کی حدوں میں ایک دیوار مستحکم بنا کی جنوب رخ ملتان کے

بکھرا

ایک قلعہ نہایت متین اور نپٹ سنگین ہے کتب تواریخ سابق میں نام اس کا منصورہ لکھ لیے ہیں طرفہ اتفاق ہے کہ دریائے سندھ پنج رود پنجاب سے مل کر قریب اس کے پہنچا پھر دو ٹکڑے ہوکر بہ قدر ایک حصے کے قلعہ مذکور کے اتر طرف گیا اور بہ قدر دو حصے دکھن طرف غرض محکمی اور مضبوطی اس کی اطراف میں مشہور ہے ہر چند فوج کثیر ہو پر اسے لے نہ سکے گرمی کی اس دیار میں افراط

اور بارش کی قلت میوہ بھی اقسام کا پاکیزہ و لطیف ہوتا ہو لیکن ایک جنگل لق و دق بھکر و سیوسی کے مابین واقع ہو گرمیوں میں تین مہینے تلک باد سموم وہاں چلتی ہو جب دریاے سندھ کئی برس کے بعد دکھن کی طرف سے شمال کی جانب آتا ہو دیہات اُدھر کے خراب ہوجاتے ہیں بنا بر اس کے چھپر کے گھروں میں باشندے وہاں کے اوقات گزارتے ہیں رواج پکی عمارتوں کا کم ہو طول صوبے کا فیروز پور سے سیوستان تلک چار سو کوس و عرض خطر پور سے جلمیر تلک ایک سو پچیس کوس اور جو ٹھٹھے کو اس میں ملائیں تو طول کچ مکران تلک چھ سو سات کوس کا ٹھہرتا ہو شرق رو ملا ہوا سرکار سرہند سے غرب رو اس کے کچ مکران شمال کی طرف پشور جنوب کی سمت صوبہ اجمیر ملتان و دیپال پور و بھکر تین سرکاریں تابع ان کے چھیانوے محال آمدنی چار کروڑ چالیس لاکھ پچپن ہزار دام۔

صوبہ لاہور

قدیم شہر ہو راوی کے کنارے کہتے ہیں کہ راجا رام چندر کے بیٹے بلو نے اسے آباد کیا اور بعضی تاریخوں میں نام اس کا لہور و لہاور لکھ گئے ہیں جب کہ آسمان کی گردش سے بعد گزرنے کتنے دوروں کے آبادی اس کی ویران ہوئی اور تھوڑے سے نشان کہیں کہیں رہ گئے تب دار الحکومت اس ولایت کا سیالکوٹ ٹھہرا بعد اس کے جس وقت سلطان محمود غزنوی نے ہندستان کو فتح کیا ملک ایاز کہ اس کا منظور تھا اس شہر کے آباد کرنے پر متوجہ ہوا یہاں تلک کہ

ایک پکا قلعہ بنا کر نئے سر سے شہر آباد کیا پھر سلطان محمود کے فرزندوں میں سے خسرو شاہ و خسرو ملک دونوں باپ بیٹوں نے تازہ اس ولایت کو فتح کر کے لاہور کو دار السلطنت کیا غرض اٹھتیس برس تک دار الحکومت سلطان محمود کی اولاد کا رہا بعد ان کے کسی ہند کے بادشاہ نے اس شہر میں استقامت نہ کی بہ سبب اس کے بے رونق پھر ہو گیا آخر ایک مدت کے بعد تاتار خاں سلطان بہلول کے ایک امیر نے دار الامارۃ اس کو مقرر کیا اس کے بعد بابر بادشاہ کے بیٹے کامراں مرزا نے وہاں بود و باش کی پھر تو آبادی اس کی زیادہ بڑھ گئی۔ بعد اس کے اکبر نے اپنے عہد سلطنت میں اس کی آبادی پر توجہ فرمائی اور ایک شہر پناہ خشتی اس کے گرد بنائی بلکہ ایک دولت خانہ بھی تعمیر کیا وہ اس کی رونق کا موجب زیادہ تر ہوا پھر نور الدین محمد جہانگیر نے بڑی بڑی عمارتیں بنا کر ایک مدت نزول اجلال فرمایا۔ اور رونق کو اس کی زیادہ بڑھایا۔ چنانچہ وہ عمارتیں عالمگیر کے وقت تک بھی موجود تھیں سوائے اس کے کچھ کچھ عمارتیں حویلیاں شہزادوں نے بھی شہر مذکور میں بنیاد لیں بلکہ امرائے والا شان نے بھی خصوصاً عمارت ابو الحسن آصف خاں بن اعتماد الدولہ کی نہایت زینت بخش ہوئی اور شاہ جہاں کی بھی بادشاہت میں آبادی اس کی دن بہ دن بڑھا کی جب عالمگیر کا وقت آیا تب دریائے راوی ایسا چڑھا کہ شہر کے اکثر باغات و عمارات کو صدمۂ عظیم پہنچا تب بادشاہ نے چوتھے سن جلوسی میں ارشاد کیا کہ ایک باندھ مستحکم بنائیں کہ عمارات کو بار دیگر اس طرح کا صدمہ نہ پہنچے فرماں برداروں نے بھی ویسا ہی باندھ مضبوط کوس بھر کے طول کا باندھا اور اکثر جاگہ سیڑھیاں پکی دریا میں بنا کر کنارے کو خوش اسلوب کر دیا بلکہ عمارتیں پکی پکی اور حویلیاں

اچھی اچھی لب دریا بنا کر شہر کو بھی صفحۂ تصویر بنا دیا غرض چوتھے سال کی شروع سے چالیس برس تلک ہر سال مرمت و تعمیر اس کی سرکار والا سے ہوتی رہی اور مبلغ کثیر خرچ ہوا کیے پھر تو یہ خجستہ بنیاد ایک دست آباد ہوا لوگوں کی کثرت اور ہنرمندوں کی بہتایت ایسی کم کسی شہر میں ہوئی ہوگی مفلسی و تنگ دستی کے دروازے یک لخت مفقود اجناس ہفت کشور بلکہ اشیاے بحر و بر بہ افراط موجود۔ خرید و فروخت لیل و نہار۔ لین دین کا ہمیشہ گرم بازار اگرچہ کوچہ و بازار مساجد سے خالی نہ تھا لیکن دریا کے کنارے مقابل دولت خانۂ عالم گیر کے ایک مسجد سنگین عالی شان ایسی تعمیر ہوئی جس کی بنا پر پانچ لاکھ روپے صرف ہوئے سوائے اس کے شہر کے بیچوں بیچ وزیر خاں عرف حکیم علم الدین شاہ جہانی نے ایک جامع مسجد ایسی خوش قطع بنا کی کہ شہر کی رونق دوچند ہوگئی مزار بھی اکثر بزرگوں کے شہر میں ہیں خصوصاً پیر علی ہجویری کہ جامع فضیلت و ولایت تھا وہ بھی وہیں آسودہ ہے لیکن آنا اُس بزرگ کا غزنیں سے لاہور میں سلطان محمود کے ساتھ ہوا بلکہ سلطان ممدوح کا عقیدہ یہ ہے کہ صوبۂ مذکور کی فتح انھی کے یمن قدم سے ہوئی اور مقبرہ جہاں گیر بادشاہ کا دریاے راوی کے اس پار شاہ درے کے متصل واقع ہے لگا ہوا اس سے مقبرہ آصف خاں ابوالحسن جہاں گیری کا اگرچہ حواشی شہر میں باغ اکثر پُرفضا ہیں لیکن باغ شالامار کہ شاہ جہاں نے نقل باغ کشمیر کی بنایا ہے اس کی سیر سے اکثر خاطر بستہ کو شگفتگی اور دلِ پژمردہ کو تازگی ہوتی ہے جب کہ احوال دارالسلطنت کا قدرے لکھنے میں آیا لازم ہوا کہ کچھ کچھ خصوصیات کا بھی تحریر کیجیے۔

جالندھر

ایک قصبہ قدیم دوآبے میں ہے شاہ ناصرالدین وہیں مدفون ہوا اور مزار اُس کا زیارت گاہِ خلائق ٹھہرا۔ خصوصاً گرمیوں میں اکثر اشخاص وہاں زیارت کو جاتے ہیں اور نیازیں نذریں اس کی قبر پہ چڑھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ مرحوم اپنے وقت میں صاحب ولایت و خلاصۂ اہلِ ریاضت تھا اور مزار شیخ عبداللہ سلطان پوری کا بھی اُسی کی نواح میں ہے کمالات و حالات اس کے مشہور و معروف خطاب اس کا سلیم شاہ کی سلطنت میں شیخ الاسلام تھا پھر ہمایوں و اکبر کے عہد میں مخدوم الملک ٹھہرا اور اسی دوآبے میں

بجواڑہ

بھی ایک پُرانا قصبہ ہے سِری صاف و بافتہ ڈوریہ پیچ تولیہ جھونہ سفید چیرہ ٹپکا سنہری آنچل دار وہاں کا ہند میں مشہور ہے لیکن چھینٹ سلطان پور ہی میں خوب چھپتی ہے بلکہ بادلہ بھی وہیں کا نہایت چمک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آبے میں

ہیبت پور بھٹی

ایک پرگنہ ہے وہاں کے گھوڑے عراقی کی مانند ہوتے ہیں چناں چہ بعضے بعضے دس دس پندرہ پندرہ ہزار روپے کو بکتے ہیں اور بھٹی ہیبت پور کے متعلقات سے چک گوردھر گوبند ایک مقام ہے اس میں ایک باغ

نہایت پُر فضا اور ایک تالاب نپٹ خوش نُما سیر کے قابل اور دید کے لائق ہی چناںچہ بیساکھی کے دن وہاں ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور اس سے دو تین کوس ہی

رام تیرتھ

ایک بڑی پرستش گاہ ہی ہنود وہاں کی بھی پرستش کا نتیجہ ثواب عظیم جانتے ہیں نئی کوس وہاں سے

پٹیالہ

ایک قصبۂ دل کشا اور معمورۂ خوش آب و ہوا ہی بسانے والا اُس شہر کا رائے رام دیو بھٹی ہی کہ کپورتھل کا زمین دار اور اپنی قوم کا سردار تھا مشہور ہی کہ سابق اس سے ایک مرتبہ پنجاب میں اس طرح کا طوفان آیا کہ شلج سے چناب تلک تمام زمین سطح آب ہوگئی بہ سبب اس کے عمارتیں ڈھہ گئیں اور بستیاں خراب ہوئیں بلکہ ہزاروں ذی حیات بھی ڈوب کر ہلاک ہوئے چناں چہ طوفان کے جانے کے بعد بھی ایک مدت بہ سرزمین ویران پڑی رہی بعد ایک عمر کے بعضی بعضی جگہ آباد ہوئی لیکن مغل بلخی و کابلی از بس کہ ہر سال پنجاب پہ دوڑا کرتے تھے اس جہت سے یہ ولایت مدتوں خراب رہی زراعت اس میں بہت کم ہوتی تھی حاصل بھی چنداں نہ تھا جب سلطان بہلول لودی کا وقت آیا تب تاتار خاں صوبہ دار لاہور کا ہوا اور اس سے رائے رام دیو بھٹی نے تمام پنجاب کو نو لاکھ ٹکے پہ اجارے لیا اتفاقاً ایسی واردات درپیش ہوئی کہ رائے مذکور مسلمان ہوا اور

یہ بھی اُن کی پیش آمد کا باعث ٹھہرا بعد اس کے ۷۷ سنہ ہجری اور سمت ۱۶
بیر بکرماجیتی میں خاں موصوف کی اجازت سے ٹپالے کو کہ محض ایک جنگل تھا
آباد کیا وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ شہر کی بنیاد کے وقت بدشگنی ہوئی تھی بسبب
اس کے جگہ بدلی قریب ہی اُس کے پشتے پر بنا اس کی پھر ڈالی اور ٹپالا
پنجابی زبان میں مبادلے کو کہتے ہیں اس واسطے قصبۂ مذکور کا یہی نام رکھا پھر
بہت سے جنگل کٹوا کر گانو بسائے کھیت بوائے آخر ایک پرگنہ مقرر ہوگیا
چناں چہ تحصیل اس کی اورنگ زیب کے وقت میں تو گنج قارون سے بھی کچھ
افزود تھی القصہ قصبۂ مذکور ابتدا میں چنداں آباد نہ تھا شمشیر خاں خوجہ اکبر
کے وقت جو وہاں کا کروڑا ہوا اُس نے ایک مکان حاکم نشین اور تالاب
لطیف و باغ وسیع وہاں بناکر رونق اُس کی دو چند کردی پھر دن بہ دن
آبادی بڑھتی گئی یہاں تک کہ ایک شہر معقول ہوا بعد اُس کے شیخ المشائخ
کروڑی نے ایک عمارت نپٹ انوکھی اور پھلواری بہت خاصی بنائی اس
نے آبادی اور ترقی دی اور بہار تازہ بخشی ۔ پھر اورنگ زیب کے وقت
وزیر خاں عرف مرزا محمد جان جب امین ہوا اُس نے عالم گیر کے بارھویں
سن جلوسی میں تمام دکانیں بازار کی پختہ کردیں اور بانکے رائے اور سبحان سنگھ
دونوں قانون گوؤں نے بلکہ ان کے بیٹوں نے بھی کتنے مکانات پُر فضا
بنائے سوائے ان کے ایک کاروان سرائے اور پیڑہ بھی بنا کیا بعد اس
کے قاضی عبدالحی نے عمارتیں سنگین و رنگین بنائیں ساتھ اس کے ایک بازار
کاروان سرا بھی نہایت وسیع اور ایک مسجد جامع بہ مرتبۂ رفیع بنوائی
بلکہ ایک باغ بھی بہت بڑا دل کشا بنوایا پھر تو شہر کی رونق چوگنی ہوگئی
اور آبادی حد سے زیادہ بڑھی بعد ان کے گنگا دھر ہیرا نند کے بیٹے نے

ایک پکا کنواں شہر کے بازار میں کھدایا ساتھ اس کے ایک باغ معہ باؤلی سوادِ شہر میں لاہور کے رستے پر بنایا غرض دونوں مقاموں کو آبروبخشی اور وہاں کے باشندوں کو بلکہ مسافروں کو راحت دی۔ از بس کہ دونوں کا پانی آب گنگا سے مساوی ہے بہ سبب اس کے ان کے پانی کا ناؤں گنگا دھر مشہور ہوا اگرچہ اطراف شہر میں باغ بے شمار و گل زار پُر بہار ہیں لیکن امر سنگھ قانون گو نے ایک باغ شالامار کے مشابہ نہایت مطبوع و دل چسپ بنایا اور اس کے تین درجے رکھے اوپر کا درجہ شمشیر خاں کے تالاب پر مشرف ہے القصہ اس کی سیر کوئی غم نہیں جسے نہیں کھوتی اور اس کی دید سے طبیعت کسی کی کبھی سیر نہیں ہوتی۔ سوائے عمارات و باغات کے اندر شہر کے اور باہر اس کے اطراف میں بہت سے مردانِ خدا آسودہ ہیں انھی میں سے شہاب الدین بخاری و شاہ اسمٰعیل و شاہ نعمت اللہ و شیخ اللہ داد ہیں کہ ہر ایک اپنے عصر میں اہلِ کمال و صاحب حال تھا اور وہاں سے دو کوس پر موضع

مسالی

اس میں مزار شاہ بدرالدین کا ہے سلسلہ اُس عزیز کا پیر دستگیرؒ کو پہنچتا ہے چار کوس ٹپالے سے

دیپال ڈال

اس میں درگاہ شاہ شمس الدین دریائی کی ہے اس بزرگ کی بھی کرامات و خرق عادات زبان زدِ خلائق ہیں چناں چہ اُس کے

میں حیات کی ایک سرگزشت یہ ہے کہ ایک ہندو دیپالی نام بڑا راسخ الاعتقاد تھا جب گنگا کے نہان کا موسم آیا اور ہندوؤں کے گروہ کے گروہ جانے لگے دیپالی نے بھی اس بزرگ سے رخصت مانگی اس نے فرمایا کہ جب روز معہود آوے مجھے یاد دلائیو چناں چہ جب وہ دن آیا دیپالی نے عرض کی فرمایا آنکھیں بند کر جونہیں بند کیں اپنے تئیں گنگا کے کنارے پر دیکھا اور بھائی بندوں سے ملاقات کرکے اُن کے ساتھ نہایا انھوں نے بھی اُسے دیکھا پھر جونہیں آنکھیں کھول دیں اپنے تئیں اس ہادی کی مجلس میں پایا نہایت حیران ہوا جب کہ اس کے بھائی بند اپنے اپنے گھروں میں آئے اور اُس کو وطن میں دیکھا ہر ایک نے کہا دیپالی ہمارا شریک تھا چناں چہ باہم گنگا میں نہائے بھی تھے لیکن مراجعت کے وقت ہم سے پیش قدمی کرکے یہ پہلے پہنچا ہم پیچھے آئے آخر الامر حقیقت حال سے واقف ہوئے اور ایک مدت دریائے حیرت میں غرق رہے۔ نادر تر اس سے یہ ہے کہ اُس کے انتقال کے چند سال بعد بڑھیوں نے کلانور کے حاکم کے حکم سے سرس کا درخت کہ اُس کی قبر کے نزدیک تھا اُسے کاٹ کر عمارت کے واسطے ٹکڑے ٹکڑے کیا ایکا ایکی ایک آواز ہیبت ناک آئی اور زمین وہاں کی کانپنے لگی پھر اس درخت کا تنہ خود بہ خود اٹھ کھڑا ہوا۔ بڑھئی اس سانحے سے ڈر کر بھاگ گئے وہ ٹھنٹھ پھر سرسبز ہوا اور اِس واردات نے اطراف میں شہرت پکڑی اور خلق کی رجوع زیادہ ہوئی غرض اب تک بھی اس کی درگاہ چھوٹے بڑوں کی زیارت گاہ ہے ہر جمعرات کو وہاں بھیڑ ہوتی ہے

خصوصاً لو چندی جمیرات کو تو زن و مرد بہ کثرت دور دور سے بھی آتے ہیں۔ اور نذریں قسم قسم کی چڑھاتے ہیں۔ بلکہ اپنے مطلبوں پر نذریں مانتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں پر اچنبھا زیادہ یہ ہے کہ اس بزرگ کی درگاہ کے خادم ہندو ہیں دیپالی کی اولاد سے ہر چند اہلِ اسلام نے چاہا کہ اُس جماعت کو وہاں سے دفع کریں اور اس خدمت کو چھین لیں پر کچھ پیش رفت نہ ہوا چناں چہ عالم گیر کے وقت تلک تو مجاور وہی لوگ تھے اب کی خدا جانے۔ قریب اس کے

دھیان پور

ایک مکان ہے وہاں بابا لال ایک درویش بڑا موحد صاحب کمال رہتا تھا باوجود اس کے سلیقہ تقریر کا بھی اس کو خوب تھا چناں چہ وحدانیت و معرفتِ الٰہی اس خوبی سے بیان کرتا تھا کہ سامعین حظِ وافر اٹھاتے تھے اور اس کے کلام کے سننے کو اکثر اوقات آتے تھے اور نظم ہندی بھی اس کی اس مضمون کی بہت ہے بلکہ اکثر اشخاص اس کو ورد وظیفے کے طور سے پڑھتے ہیں اور بہت سے خاص و عام اعتقاد اُس سے رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ دارا شکوہ کی اس بزرگ سے بیشتر ملاقات تھی اور مکالمہ و کلام عارفانہ بھی باہم اکثر رہتے تھے چناں چہ چندر بھان منشی شاہ جہانی نے طرفین کے جواب و سوال کو جمع کر کے ایک کتاب عبارت فارسی میں نہایت مربوط لکھی ہے۔ بارہ کوس بٹالے سے راوی کے کنارے

بابا نانک کا مکان ہے

عالمگیر کے وقت تلک اس کی اولاد وہیں رہتی تھی غرض اپنے وقت میں وہ بڑا جوگی تپشی دھرمی تھا ہندوؤں کے اکثر فرقے اس کی کرامات کے قائل ہیں خصوصاً سکھ اس کو بہت مانتے ہیں اور اتیتوں میں ایک فرقہ نانک پنتھیوں کا جو ہے اس کا سلسلہ اسی کو پہنچتا ہے۔ بہت سے دوہرے اس کے جن سے وحدانیت و معرفت ٹپکی پڑتی ہے مشہور ہیں چناں چہ اکثر اہل مذاق ان کو ذوق و شوق کی حالت میں پڑھتے ہیں اور آنسو ان کے ٹپک پڑتے ہیں۔ قصہ کوتاہ پندرہ سو چھتیس بیر کرما جیتی میں مطابق جس کے ۸۹۴ھ ہجری ہیں تلونڈی کے بیچ یہ تپشی پیدا ہوا اور وہیں اپنے نانا کے گھر میں پلا لیکن لڑکائی سے اس کو جپ تپ کا دھیان تھا رام سے دن رات لو لگائے ہی رہتا چناں چہ آثار فقر کے اور کشف و کرامات کے اسی سن میں اس سے ظاہر تھے اور اکثر اشخاص اس کے معتقد آخر بہت سے ملکوں کی سیر کر کے پٹالے میں آیا وہیں کدخدا ہوا اور قصبۂ مذکور کے ایک گانو میں دریا کنارے رہنا اختیار کیا از بس کہ شہرۂ حق شناسی اور خدا پرستی کا اس کی ملک بہ ملک پہنچا ایک عالم اطراف ممالک سے آکر اس کا مرید ہوا چناں چہ ایک گویا مردانہ نام اس کا بڑا مقرب تھا وہ اس کے اکثر دوہرے اس لطف سے گاتا کہ ایک عالم ریجھ جاتا۔ بلکہ اس کے کمال کا اعتقاد لاتا۔ ندان وہ تپشیوں و ریاضیوں کا پیشوا سلیم شاہ افغان نے عہد سلطنت میں ستر برس سے کچھ اوپر ہو کر

بیکنٹھ باشی ہوا اگرچہ لکھمی داس اُس کا بیٹا سپوت تھا لیکن جوگ کی دولت جو اس کی قسمت میں نہ تھی الصبہ نام کھتری کو کہ اُس کا خاص مصاحب تھا گرو انگد خطاب دے کر مرتے وقت اپنا قائم مقام کر گیا وہ تیرہ برس اُس کا جانشین رہا جب مرنے لگا لاولد تھا بنا بر اس کے اپنے داماد کو کہ اس کا امرداس نام تھا خلیفہ کیا اُس نے بھی بائیس برس تک سررشتہ فقر کا جاری رکھا اور ایک خلق کو گرویدہ کیا۔ پھر بیکنٹھ کا رستہ لیا اگرچہ اولاد اُس کے تھی لیکن آخری وقت اُس نے بھی اپنے داماد رام داس کو اپنی جگہ پر بٹھلایا اس نے سات برس تک زندگی کی اور وہی راہ چلی آخر ہستی کی بستی تجی۔ بعد اُس کے گرو ارجن اُس کا بیٹا اُس کے مقام پر بیٹھا آخر پچیس برس کے بعد اس کا بھی انتقال ہوا۔ پھر گردھر گوبند اُس کا خلف خلیفہ ہوا اٹھائیس برس تک جیا اور اسی چلن پر چلا اُس کے بعد گردھر رائے اُس کا پوتا جانشین ٹھہرا کیوں کہ بیٹا اُس کا اُس کے آگے ہی مر چکا تھا۔ قصہ کوتاہ وہ بھی اپنے گھرانے کے مریدوں معتقدوں کو سترہ برس راہ بتاتا رہا۔ اُس کے پیچھے گردھر کشن اس کا بیٹا خورد سال تھا تین برس تلک جوگ کی مسند پر بیٹھا رہا لیکن اس کے بعد ایک چھوٹا بیٹا گردھر گوبند ہی کا تیغ بہادر نام پھر جانشین ہوا اور گیارہ برس تک اپنے جد و آبا کے طریقے کو بدستور اُس نے جاری رکھا آخر الامر بادشاہی اسیروں کی قید میں پھنسا قصہ کوتاہ ۱۰۸۱ھ ہجری میں کہ مطابق اُس کے سترہ سن عالمگیری تھے حسب الحکم بادشاہ کے جہاں آباد میں

مارا گیا لیکن خلاصۃ الہند کی تصنیف کے وقت گردھر گوبند رائے گرو تیغ بہادر ہی کا بیٹا اپنے باپ کا جانشین تھا اور بائیس برس اس کی سجادہ نشینی کو گزرے تھے۔ الغصہ مرید بابا نانک کے اکثر صاحب حال قال ہوتے ہیں اور اُن کی خاص عبادت یہ ہے کہ اپنے مرشدوں کے دوہرے راگ میں گائیں اور لوگوں کے دلوں کو لبھائیں دوست و دشمن کو ایک سا جانیں۔ سوائے اپنے ہادیوں کے کسی سے علاقہ نہ رکھیں۔ فی الواقع جو نانک پنتھیوں کا فرقہ اپنے مرشدوں سے اعتقاد رکھتا ہے ایسا کوئی اور کم ہی رکھتا ہوگا چناں چہ وارد صادر کی خدمت اپنے مرشد کے نام پر عبادتِ عظیم جانتے ہیں ہر چند کہ کیسا ہی اجنبی ہو بلکہ چور اور رہ زن تلک جب بابا نانک کا نام اس نے لیا پھر اُس کا اپنا بھائی سمجھیں گے اور موافق مقدور کے خدمت بھی کریں گے۔ پٹیالے سے دو کوس

اچل نام ایک

مکان ہے سیام کارتک مہادیو کے بیٹے سے منسوب قدیم پرستش گاہ وہاں ایک بڑا گڑھا ہے آگ سے معمور لیکن آگ اس کی تاثیر آب سرد کی رکھتی ہے موسم بہار میں ہزاروں اتیت جوگی اور بڑے بڑے تپشی ریاضتی آکر وہاں اُترتے ہیں سوائے اُن کے اور بھی ہندو چھوٹے بڑے زن و مرد اطراف و اکناف سے آتے ہیں کثرت خلائق کوسوں چھ دن تلک رہتی ہے ایک جماعت کو فقط فقرا ہی کی جماعت سے سرور۔ ایک گروہ دوستوں آشناؤں کی ملاقات سے مسرور۔

کتنے اشخاص قسم قسم کے لوگوں کا انبوہ دیکھ کر خالق کی قدرت کی ندرت کے حیران۔ بہتیرے پری وشوں اور خوب روؤں کے حسن و جمال پر نظارہ کناں۔ بعضے مہمان دوست لوگوں کی ضیافتوں سے شاد و خرسند بہت سے مریض قیصر کی دوا دارو سے سود مند۔ ایک طرف دو رستہ بازار لگا ہوا۔ رستا زن و مرد کی کثرت سے جہاں تہاں بھرا ہوا دکانوں میں انواع و اقسام کی جنس رنگ بہ رنگ کے پھول طرح بہ طرح کے میوے بھانت بھانت کی مٹھائی جس وقت چاہو مہیا۔ جدھر تدھر دیدہ کرو ایک عالم نظر آئے نیا۔ کسی دکان کی دیوار رنگ بہ رنگ کی تصویروں سے پٹی ہوئی کسی جگہ مٹی کی مورتوں کی ایک قطار لگی ہوئی۔ لینے دینے والوں کا ازدحام۔ خرید و فروخت کی جا بہ جا دھوم دھام۔ کسی مجلس میں قصہ خوانوں کی للکار۔ کسی مجمع میں نقلیوں کی پکار۔ کسی سمت دو چار گویے طنبورے لیے گاتے ہیں۔ کہیں دس پانچ فقیر نقارے ہی بجاتے ہیں۔ کسی رستے پر تین چار بھنگی زنگی جھگڑ رہے ہیں۔ ایک دنگل میں پہلوان کشتی ہی لڑ رہے ہیں۔

ابیات

کہیں ناچتے ہیں بھولیے کئی کہیں سونٹیے لیتے ہیں ایک گت نئی
دکھاویں کسب بھانمتیاں اُدھر ادھر کو نٹ چڑھیں تنیاں بانس پہ

غرض چپے چپے پر ایک نیا تماشا اور قدم قدم پہ ایک اچنبھے کا رولا رات دن رہتا ہے۔ کان پڑی آواز سنی نہیں جاتی۔ خلق کو کھانے کی بھی سدھ نہیں آتی۔ اگر عالم علوی بھی وہاں آتا۔ تو ایک نظارے میں عجائب سماوی کو بھول جاتا۔ القصہ ربع مسکوں کے سیاحوں

نے اور بحر و بر کے مسافروں نے اس طرح کا میلا کسی سرزمین میں
نہیں دیکھا اگر ٹپالے کے باشندے سیکڑوں کوس کی مسافت پر کیسی
ہی جمعیت و حکومت و دولت سے ہوں پر اس کی دید کی خواہش ان
کو کیا معنی جو نہ ہو ناظرین کو معلوم ہو راقم نے ٹپالے کا احوال اتنا
طول و طویل جو لکھا وجہ اس کی محض خلاصۃ الہند کی مطابقت تھی اور
اُس کے مولف نے جو اس قدر بڑھایا بجا کیا مقام مذکور اس کا مولد تھا
اور پچاس کوس ٹپالے سے اسّی دو آبے میں اتّر طرف کے پہاڑوں
کے بیچ

گڑھ کانگڑہ

ایک قلعہ ہے حصانت و متانت اُس کی شہرت رکھتی ہے اور نیچے
اُس کے نگر کوٹ ایک قدیم معبد ہے ٹھکراین وہاں کی بھوانی' برس
میں دو مرتبے وہاں بھی خلائق کا ہجوم ہوتا ہے لوگ ایک برس کی
راہ سے بھی پوجا کو آتے ہیں۔ اور اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ بعضے اپنی
حاجت روائی کے لیے زبان کاٹ ڈالتے ہیں کسی کو تو کئی ساعت کے
بعد جوں کی توں ہو جاتی ہے اور کسی کی دو تین دن کے پیچھے عجیب
اس سے یہ ہے کہ بعضے اشخاص اپنے سر تن سے جدا کر دیتے ہیں
اور رفیق اُن کے اٹھا کر دھڑ پر دھر دیتے ہیں رام کی دیا سے
بہ دستور لگ جاتے ہیں اور وے پھر جی اُٹھتے ہیں۔ نگر کوٹ
سے دو کوس پر

جوالا مکھی

ایک مکان ہے وہاں کئی جگہ آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں اکثر ہنود پوجا کو اس مقام میں بھی آتے ہیں اور طرح بہ طرح کی اشیا ان شعلوں میں ڈال کر جلاتے ہیں اور راکھ ہونا اس کا اپنے حق میں اکسیر جانتے ہیں۔

رچناؤ

بھی دو آبے میں قدیم شہر ہے راجا شل نے اُسے آباد کیا تھا چناں چہ کتاب مہابھارت میں کہ اس کی تصنیف کو پانچ ہزار برس سے کچھ اوپر ہوئے یوں لکھا ہے اور سیاکوٹ بھی اُسے کہتے ہیں اس وجہ سے کہ بعضے اس کو راجا سالباہن سے منسوب کرتے ہیں چناں چہ ایک پکا قلعہ اس کا اب تک یادگار ہے ایک زمانے میں دار الحکومت پنجاب کا بھی تھا تین کوس کے عرصے میں اس کی آبادی تھی غرض عالم گیر کے وقت سے سیال کوٹ مشہور ہوا جمیع قصبات سے یہ صوبہ زیادہ آباد تھا جب سلطان شہاب الدین غوری نے پانچویں مرتبہ ۵۸۰ھ ہجری میں آکر لاہور کو گھیرا اور فتح یاب اُس پر نہ ہوا تب سیال کوٹ کی طرف آیا اور وہاں کے پُرانے قلعے کی پھر تعمیر و مرمت کی بلکہ کچھ فوج بھی اپنی وہاں چھوڑی بعد ایک مدت کے راجا مان سنگھ اکبر شاہی جموں کا فوج دار اور سیال کوٹ کا جاگیردار قلعے کی مرمت اور شہر کی آبادی پر متوجہ ہوا من بعد اس کے صفدر خاں جہاں گیری جب کہ فوج داری قصبہ مذکور کی اس کو ہوئی اور پرگنہ مسطور اُس کی بھی جاگیر ہوا خاں موصوف نے تو قلعے اور برجوں کو نئے سر سے

بنایا بعد اس کے بھی اکثر حاکم مرمت کرتے رہے غرض یہ شہر فیض بنیاد دن بہ دن آراستہ و آباد ہوتا رہا چناں چہ وی قانون گو جو قوم بدہیرہ سے تھے انھوں نے بھی عمارتیں نہایت مطبوع و دل چسپ بنائیں بلکہ بعضے اور بھی اشخاص اکثر اوقات تعمیر میں مشغول رہے اس سبب سے رونق مدام بڑھتی گئی اور آراستگی اس کی مرتبۂ اعلیٰ کو پہنچی کاغذ بھی شہر مذکور میں خوب بنتا ہو خصوصاً سنگی اور حریری ایک کاغذ کہ جہاں گیر نے فرمائشی بنوایا تھا وہ بھی نہایت سفید اور صاف و خوش قماش و پائے دار ہوتا ہو چناں چہ اس کو بھی بعضی اطراف و نواح میں بہ طریق تحائف بھیجتے ہیں اگرچہ دست کاری کے طریقے وہاں کے اہل حرفہ اکثر طرح کے رکھتے ہیں خصوصاً ریشم و کلابتوں کی چکن کے تھان پٹکے چیرے سوزنیاں دستر خوان ادوچھے خوان پوش وغیرہ نہایت صفائی و خوبی کے ساتھ بناتے ہیں۔ فائدے بھی اس کی بیع و شرا میں اٹھاتے ہیں۔ چناں چہ اورنگ زیب کے وقت تلک ہر سال میں چکن دوزوں کو لاکھ رُپے کا انتفاع ہوتا تھا۔ اور ہتھیاروں میں وہاں کٹاری برچھی نہایت آب دار و خوش قطع بنتی ہو باغ بھی اس شہر کی اطراف میں بہت سے ہیں خصوصاً نذر محمد بھونے کا باغ نہایت پُر بہار و میوہ دار ہو رنگ بہ رنگ کے پھول اس میں بہتایت سے پھولتے ہیں ایک خلق وہاں سیر کو جاتی ہو اور حظ اٹھاتی ہو متصل اس کے ایک نالہ بہتا ہو کہ سرچشمہ اس کا جموں کے پہاڑ میں ہو غرض وہ نالہ شہر سے آگے بڑھ کر دس دس کوس کے عرصے میں پھیلا ہو اور اطراف میں متفرق ہوا ہو لیکن جب موسم برسات میں خوب چڑھتا ہو تب شہر کے باشندے لنگیاں باندھ مشکیں لے لے

وہاں آتے ہیں۔ اور آب بازی کی کیفیتیں اٹھاتے ہیں۔ اور اس خطۂ برکت افزا میں امام زین العابدین کے کسی فرزند کا مزار ہے چھوٹے بڑے وہاں بھی اکثر زیارت کو آیا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ سید بزرگ بہت سے مسلمانوں کو ہم راہ لے کر بہ قصد جہاد ہندستان کی طرف متوجہ ہوا تھا اتفاقاً ایک روداد درپیش ہوئی کہ سیالکوٹ کی طرف آنکلا قصہ مختصر وہاں ہنود سے لڑکر درجۂ شہادت کو پہنچا علما فضلا بھی اکثر شہر مذکور میں وارد صادر ہوا کیے بلکہ بعضوں نے توطن بھی وہیں اختیار کیا چناں چہ اکبر کے وقت مولانا کمال بڑا صاحب کمال زبدۂ فضلا وخلاصۂ علما کشمیر کے حاکم سے رنجیدہ ہوکر سنہ ۹۷۱ ہجری میں آیا اور علم کا اُس نے وہاں رواج دیا طالب علموں کو سال ہا سال پڑھایا بعد اُس کے شاہ جہاں کی سلطنت میں خلاصۂ فضلائے جدید و قدیم مولوی عبدالحکیم کہ ایک بحرِ موّاج تھا وہ مدرس ہوا چناں چہ اکثر کتابوں پر اس کے حاشیے ہیں حاصل یہ ہے کہ اُس کی مدرسی میں دور دور سے طالب علم آئے اور فارغ حاصل کر گئے بعد اس کی رحلت کے مولوی عبداللہ اُس کا دوسرا بیٹا کہ فی الواقع خلفِ الصدق تھا وہ اُس کام میں مشغول ہوا طالب علموں کو درس دینے لگا ایک عالم اُس سے فیض کو پہنچا کیوں کہ صاحب علم ظاہری و باطنی تھا فضیلت اس کی درویشی سے ہم آغوش تھی۔ اور علمیت معرفت کے ساتھ ہم دوش۔ آخر قضائے الٰہی سے عالم گیر کے ۳۶ سن میں اُس نے وفات پائی اور جنت میں آرام گاہ بنائی۔ سیالکوٹ سے بارہ کوس ہے

دھونکل

ایک مکان ہو کہ اُس کو سلطان سرور سے منسوب کرتے ہیں اگرچہ وہ ہمیشہ زیارت گاہ خلائق ہو لیکن گرمیوں کے موسم میں اکثر ملکوں سے زن و مرد کے غول کے غول غٹ کے غٹ وہاں زیارت کے لیے آتے ہیں بہتیری نذریں چڑھاتے ہیں۔ دو مہینے تلک خلق کا وہاں انبوہ رہتا ہو اور پندرہ کوس شہر مذکور سے

پورمنڈل

ایک مکان جموں کے پہاڑوں میں ہو ٹھاکر اس کا مہادیو بسیاکھی میں وہاں ایک دنیا دہاتی ہو اور بہت سی خلقت آتی ہو یہاں تلک کہ ایک بڑا انبوہ ہو جاتا ہو پھر پہاڑ کا راجا بھی ایک دھوم دھڑکے سے آتا ہو اور اپنی تیراندازی کے کرتب اور کمال اس دنگل کو دکھاتا ہو۔ اور مقام مذکور سے ایک دریاؤ بھی نکل کر ظفروال وغیرہ کے دیہات و حدود میں ہوتا ہوا شاہ دولا کے پُل تلے جا پہنچا پھر دولت آباد و فیروز آباد وغیرہ سے گزرتا ہوا راوی سے جا ملا اور جموں میں قلعی کی کھان بھی ہو پتھریاں وہی ندی سے لاکر وہیں آنچ دیتے ہیں۔ ایسی قلعی سفید و پاکیزہ و صاف و پائے دار بنتی ہو کہ ویسی کہیں نہیں ملتی۔

ساڈھورا

ایک بڑا قصبہ چناب کے کنارے پہ ہو شاہ جہاں کے وقت میں

نواب علی مرداں خاں نے متصل اس کے ابراہیم آباد ایک بڑا شہر اپنے بیٹے کے نام پر بسایا۔ اور ایک بڑا باغ پُر فضا رشک شالا مار بنایا سوائے اس کے اور بھی عمارات و مکانات عالی شان تعمیر کیے اور ایک نہر بھی دریاے توہی سے اُس باغ کے واسطے لایا غرض چھو لاکھ رُپے ان کی تعمیر و ساخت میں خرچ ہوئے اور ساڈھورے کے دیہات میں میں سے ایک گانْو سرکار اعلیٰ سے باغ و نہر مذکور کی مرمت و تعمیر کے واسطے بہ طریق انعام آل تمغا نواب موصوف کے نام پر مقرر ہوا اور دو آبے میں۔

چھوٹی گجرات

ایک قصبہ ہے کہ اکبر بادشاہ کی سلطنت میں بسا اور سیال کوٹ کے علاقے سے کچھ گانْو نکال کر اُس سے متعلق کیے اور ایک پرگنہ جدا قرار دیا لیکن ابتدا میں یہ قصبہ چنداں رونق نہ رکھتا تھا جب سے خلاصۂ عرفا شاہ دولا نے اُس میں رہنا اختیار کیا اور تالاب کنوئیں مسجدیں بنائیں بلکہ دریا پر بھی پُل بندھوایا تب سے آبادی اُس کی زیادہ ہوئی اور رونق بڑھی کہتے ہیں کہ شاہ صاحب مذکور اوائل میں کمابندھر سیال کوٹی کا غلام تھا مگر محبت فقرا سے بہ دل رکھتا تھا خصوصاً سید نادر کی خدمت اکثر بجا لاتا اور بیش تر اُن کے حضور حاضر رہتا جب سید موصوف کی رحلت کا وقت پہنچا اُن کی نظر توجہ اُس پر گئی فی الفور ایک حالت طاری ہوئی اور چشم باطن نے روشنی پکڑی پھر سیال کوٹ سے گجرات میں جاکر مقیم ہوا اور بہت سے مکان بنوائے پل بندھوائے خصوصاً امن آباد سے پانچ کوس دریائے ڈیک پر لاہور کی سمت

شاہ راہ میں ایک پل بڑا محکم بندھوایا ایک خلق کو آرام پہنچایا سخاوت بھی اُس میں اس قدر تھی کہ حاتم کا اگر معاصر ہوتا تو کوئی اس کا نام بھی نہ لیتا جس قدر خلائق دور نزدیک کی اُس کے حضور نقد و جنس وغیرہ بہ طریق نذر لے جاتی اُس سے دُگنا چوگنا انعام پاتی آخر وہ بزرگ وار عالمگیر کے سترھویں سن جلوسی میں جاں بحق ہوا قریب شہر اُس کی درگاہ آج تک زیارت گاہ ایک عالم کی ہے قصہ مختصر ہر طرح کے آدمی وہاں رہتے ہیں اور ہر دیار کی اجناس بہم پہنچتی ہے بلکہ تحائف روزگار اگر درکار ہوں تو میسر ہو ویں چناں چہ تلوار جم دھر وہاں بہتر سے بہتر بنتے ہیں اور کام چکن کا بھی وہاں کے کاری گر سیال کوٹ والوں سے بہ وجہ احسن کرتے ہیں سوائے اس کے ملک مذکور میں گھوڑا عراقی کی مانند پیدا ہوتا ہے بعضا تو دس ہزار رُپے قیمت پہ بکتا ہے اور

سندھ ساگر

کے دو آبے میں نمک سنگ ایسا لطیف لگتا ہے کہ روئے زمین میں اس کی لطافت کا شور ہے قدرت الٰہی سے سارا پہاڑ کا پہاڑ لون کا خلق ہوا ہے طول اس کا سو کوس سے کچھ زیادہ بتلاتے ہیں نام اکبر نامے میں کوہ جودھہ لکھا ہے اس واسطے کہ جودھہ نام ایک رئیس جھنجھوا ہے کی قوم کا تھا یہ پہاڑ اس کے نام پر مشہور ہوا اولاد اس کی اورنگ زیب کے وقت تلک کرچھاک و نندانہ و کھالے وغیرہ پرگنوں میں سکونت و ریاست رکھتی تھی اور وہ جماعت کہ لون وہاں سے نکالتی ہے نام اُس کا لاشہ کش ہے الغرض پہاڑ کے دامنے میں کتنے لاشہ کش ایک نقب

تین سو گز کی گہری کھود کر ننگے مادر زاد ایک کدال کندھے پر رکھ کر چراغ ہاتھ میں لے اس اندھیری سرنگ میں جاتے ہیں اور دو تین من کا ایک لون کا ڈلا کھود کر نکال لاتے ہیں۔ ناظموں سے مزدوری بھی منہ مانگی پاتے ہیں از بس کہ مشتاق ہوئے ہیں اُس اندھیری سرنگ کی آمد و رفت سے اور لون کے کھودنے اور لانے کے رنج و صعوبت سے خوف و بکاہل نہیں کرتے لیکن ہوا اس نقب میں ہر ایک موسم کے بیچ معتدل رہتی ہے ہر چند کہ لون نکالنے کے اور بھی مقام ہیں پہ کھوہرہ اور کھیوہ دونوں بڑی سرنگیں شمشاد آباد کے متصل واقع ہوئی ہیں ہر سال کئی لاکھ من نمک وہاں سے نکلتا ہے اور محصول ہرگنوں کے حاصل سمیت سرکار اعلا میں ضبط ہوتا ہے اکثر کاریگر وہاں لون کے طباق رکابیاں سرپوش چراغ دان بنا بنا بیچتے ہیں اور نفع اٹھاتے ہیں قریب اُس کے دودھیا پتھر کی کھان ہے بڑے بڑے آدمیوں کے مکانات میں چونا وہیں کے پتھروں کا بناکر پھیرتے ہیں یا رکابی پیالے آب خورے نفیس نفیس اُن کے بناکر بیچتے ہیں اور متصل اُس کے کہیالے کی حدوں میں۔

کتاچھہ

ایک تالاب ہے کہ اُس کی تھاہ کسی کے ہاتھ نہیں لگی ہندوؤں کا قدیم تیرتھ ہے جب سورج مین کا ہوتا ہے یعنی آفتاب بُرج حوت میں آتا ہے ہر ایک چھوٹا بڑا ان کا وہاں نہانے کو جاتا ہے یہاں تک کہ چند روز ایک مجمع رہتا ہے غرض اعتقاد اس قوم کا یہ ہے کہ زمین کی دو آنکھیں ہیں داہنی آنکھ تالاب پھکر اجمیر کے متصل اور بائیں آنکھ یہ تالاب اور اسی

پہاڑ پر سات کوس پر ہے۔

وہناسس گڑھ

ایک قلعہ ہے بالا ناتھ جوگی اسی میں تپسیا کیا کرتا تھا چڑھائی اس کی چار کوس کی لیکن ایام مشہورہ میں خصوصاً شیوبرت کے دن وہاں بڑی بھیڑ ہوتی ہے بہت سے جوگی اتیت بھی جمع ہوتے ہیں اور پوجا کرتے ہیں القصہ تھوڑا سا احوال اماکن مشہورہ میں سے پانچ دوآبے کا لکھنے میں آیا اب احوال چھو دریاؤں کا بھی کچھ کچھ لکھنا ضرور ہوا کیوں کہ وے بھی اسی صوبے سے علاقہ رکھتے ہیں۔ پہلا

ستلج

کوہ کیونٹ سے نکلا اور کلور کی حدوں میں پہنچ کر شہر میں آیا بعد اس کے شیرگڑھ کے پہاڑ میں ہوتا کہلور کی حدود میں گزرا اور ملک مذکور کو تین طرف سے احاطہ کیا بنا بر اس کے اور پہاڑوں کے قرب کے باعث باشندے اس ولایت کے بادشاہی امیروں سے باغی رہتے ہیں پھر دریائے مذکور پہاڑ سے نکل دوگنگ ہوا کورال و کیرت پور کے تلے آیا اور قصبہ روپڑ تک پہنچتے پہنچتے پھر ایک ہوگیا اور اسی ہیئت سے ماچھی واڑے کے قریب ہو کر لدھیانے میں پہنچا بلکہ شاہ راہ میں واقع ہوا پھر وہاں سے قصبہ

تلون و ٹھارہ

کے قریب گزر متصل موضع پور کے متعلق پرگنہ ہیبت پور کھتی کا ہے

دریاے بیاہ سے جا ملا۔ دو آبہ جو ان دو دریاؤں کے درمیان ہو اس کو جالندھر و سہروال کہتے ہیں ۔ دوسرا

بیاہ

وہ بھی بھونٹ کے پہاڑ کے ایک تالاب سے نکلا اور قصبہ کالود کے تلے بہتا ہوا منڈی میں جا پہنچا پھر سوکھیت اور محل موری کی حدول میں گزرتا شہر نندون میں کہ کوہستان کے فوج دار کی بود و باش کا مکان ہو جا نکلا پھر وہاں سے اطراف دھوال و سنبہ و گوالیار میں آیا گو کہ گوالیار کچھ بڑا ملک نہیں لیکن راجا وہاں کا اس دریا کے حائل ہونے سے اور پہاڑ کے اتصال کے سبب اُمراے بادشاہی سے اکثر اوقات بگڑا رہتا ہو بعد اس کے دریاے مذکور نورپور کے دیہات سے گزرتا ہوا ایک پہاڑ پر گیا پھر وہاں سے زمین پر اُتر گا نواہن کہ ایک شکارگاہ بادشاہی ہو اُس کے پائیں آنکلا پھر قصبہ رہبہ کے تلے ہوتا ہوا شہر گوبند وال میں پہنچا اور وہاں سے لوہ کے قریب ستلج سے ملا پھر دونوں اکٹھے ہو فیروز پور اور ممدوٹ میں جا نکلے اور وہاں سے سرکار دیبال پور کے محالوں میں پہنچ کر دو ٹکڑے ہوئے ایک سوتا تو دکھن کی طرف گیا نام اُس کا ستلج ہوا دوسرا اُتر کی سمت گیا نام اُس کا بیاہ ٹھہرا بعد کئی فرسخ کے پھر دونوں مل کر فتح پور کھرور وغیرہ کی اطراف میں جا پہنچے نام اس مجموعے کا اس مقام میں گھلوگھارا ہوا پھر بلوچوں کی حد میں پہنچ کر سندھ و راوی و چناب سے ملے اُس مقام میں ہئیت مجموعی کا نام سندھ ٹھہرا۔ تیسرا

راوی

اس میں اور بیاہ میں ایک دو آبہ باڑی مانجھا مشہور ہی دریاے مذکور من مہس پہاڑ سے نکلا مکان مذکور قدیم تیرتھ ہی ٹھاکر وہاں کا مہادیو اور وہاں سے شہر چھبٹ کہ دار الحکومت وہاں کے حاکم کا ہی اُس کے نیچے گزرا ملک مسطور کی ہوا برف کے پڑنے سے کابل و کشمیر کی سی ہی میوے بھی اکثر لطیف و شیریں وہاں پیدا ہوتے ہیں حاکم وہاں کا مملکت کی وسعت سے جمعیت کی کثرت سے اور پہاڑوں کی بہتایت سے بے پروا ہی بادشاہوں کو کچھ نہیں جانتا اور مطلقاً اُن کا حکم نہیں مانتا الغرض بسوہلی کی بھی حدوں سے بھی گزر شاہ پور کے تلے جا نکلا اور وہاں سے چار نہریں اُس سے نکلیں ایک تو لاہور میں شالا مار کے بیچ آئی دوسری پرگنہ پٹھان میں تیسری ٹپالے میں چوتھی پرگنہ ہیبت پور میں اکثر محالوں کی زراعت کو اُن سے فیض پہنچتا ہی پھر دریاے موصوف قصبہ مذکور سے بہتا ہوا پرگنہ پٹھان و کانھو و کلانور و ٹپالہ و امن آباد وغیرہ کی اطراف میں جا پہنچا اور وہاں سے لاہور میں آبادشاہی عمارات کے پائیں بہنے لگا پھر وہاں سے سندھوان و فرید آباد و ڈیک و رداہی میں ہوتا ہوا ساہو سرائے کے قریب ملتان سے بیس کوس پرے چناب سے جا ملا۔ چوتھا

چناب

اس میں اور راوی میں رچناؤ ایک دو آبہ مشہور ہی لیکن ہندی

کتابوں میں نام اس دریاؤ کا چندر بھاکا لکھا ہے ماجرا اس کا یوں ہے کہ دریاے چندر چین کی طرف سے آکر خیبر سے گزرتا ہوا کشت وار میں کہ زعفران جہاں کی مشہور ہے پہنچا اور دریاے بھاکا تبت کی طرف سے آکر اس سے آملا اس لیے نام اس کا چندر بھاکا ٹھہرا پھر وہاں سے نیپال و پھونیال میں ہوتا ہوا نرکٹا کہ تابع جموں اور بھوانی سے منسوب ہے اس کے قریب آنکلا اور وہاں سے انہار آباد واکھنور کے تلے پہنچا پھر ایک پہاڑ میں جاکر نہایت آب و تاب سے بہنے لگا چناں چہ مکان مذکور طرفہ سیرگاہ و نادر تماشا گاہ ہے پانی بھی وہاں کا بہتر از شربت نبات و پیاسوں کے حق میں آب حیات ہے القصہ دریاے مذکور وہاں سے کچھ آگے بڑھ کر اٹھارہ ٹکڑے ہوا لیکن بہلول پور پہنچتے پہنچتے بارہ کوس کی مسافت پر پھر اکٹھا ہوگیا بعد اس کے سیالکوٹ کے دیہات سے گزر ساڈھورے کے تلے ہوتا ہوا وزیرآباد میں جا پہنچا سال کی لکڑی سوداگر کوہستان ختنہ وغیرہ سے اسی دریا کی راہ سے وزیر آباد میں لاتے ہیں اور بہت سے انتفاع اٹھاتے ہیں۔ پھر اس کی کشتیاں بنا کر بہ طور تجارت دریا کی راہ سے ٹھٹھے بھکر کی طرف لے جاتے ہیں بعد اس کے وہ دریا جاکوتار و لدھیانہ و بھونہ منزل اور ہزارے میں آ پہنچا چار کوس پرے ہزارے سے قبر ہیر رانجھا کی اسی دریاؤ کے کنارے پر ہے عشق ان کا مشہور ہے۔ پنجابیوں نے ان کی محبت و بیقراری کے بیان میں سیکڑوں سدیں کہی ہیں چناں چہ گویئے وہاں کے ان کو اکثر گاتے ہیں اور اہل درد کو رلاتے ہیں۔ پھر وہاں سے چندروت کے نزدیک دو چھوٹے پہاڑوں میں سے ہو نکلا شہر مذکور میں مزار شاہ پہلان کا ہے اکثر لوگ اس بزرگ سے

بھی اعتقاد رکھتے تھے پھر وہاں سے بہتا ہوا جنگ سیالے میں آکر دریائے بہت سے مل گیا ۔ پانچواں دریاؤ

بہٹ

مابین اس کے اور چناب کے جو نطہ ایک دوآبہ مشہور ہے غرض دریائے مذکور کوہستان تبت میں ایک حوض سے نکلا اور کشمیر میں آکر کوچہ و بازار میں بہنے لگا چناں چہ شہر مذکور میں جا بجا پل بندھے ہیں اکثر باغات و عمارات و سیرگاہیں اور مکانات اس کے کنارے پر ساتھ ایک قرینے کے واقع ہیں۔ پھر کشمیر سے نکل کر کشن گنگ سے پکھلی میں ملا پھر وہاں سے وانکلی کے تلے آ نکلا قصبہ مذکور گکھڑوں کے سرگروہ کا دارالحکومت ہے پھر اس کے حدود سے اور بھیرہ ہے گزرتا ہوا جہلم کے تلے پہنچا اور شاہ راہ میں واقع ہوا نام اس کا موضع مذکور کا ٹھہرا پھر وہاں سے کرمچاک و نندنے وغیرہ سے گزرتا ہوا جنگ سیال میں جاکر چناب کے ساتھ ملا ہم نام اس کا ہوا ۔ چھٹا دریاؤ

سندھ

مابین اس کے اور دریائے کابل کے ولایت پکھولی اور سندھ ساگر کا دوآبہ مشہور ہے اور یہی ہندستان و کابلستان کے بیچ حائل لیکن سرچشمہ اس کا ظاہر نہیں وہاں بعضے سیاح کہتے ہیں کہ قلماق کے کسی مقام سے نکل کر حدود کاشغر و کافرستان و تبت و کشمیر و بگلی و دمتور میں پہنچا پھر وہاں سے یوسف زئی کے اوہنڈ میں جا نکلا اور دریائے نیلاب کئی ندیوں سمیت قلعہ اٹک بنارس کے تلے دریائے مذکور سے ملا از بس کہ پاٹ

اس کا وہاں چھوٹا ہی نہایت زور شور سے بہتا ہی یہاں تک کہ دیکھنے والوں کی نگاہ خیرگی کرتی ہی مطلقاً و اصلا نہیں ٹھہرتی تموج کی شدت سے نہنگوں کا جگر آب ہو جاتا ہی اور پہاڑوں کا سینہ موجوں کے صدمے سے ٹکڑے ٹکڑے مگر دریاے مذکور اُس جگہ شاہ راہ میں واقع ہو گزارے کی ناویں پانی کی تیز روی کے سبب اس کنارے سے اس کنارے طرفۃ العین میں پہنچتی ہیں مغرب کی طرف وہاں جلالیہ نام ایک سیاہ پتھر ہی کبھو کبھو ناؤ اُس سے ٹکر کھا کر پھٹ جاتی ہی بنا بر اس کے ملاح ہمیشہ اُس سے کشتی کو بچاتے ہیں۔ اور حتی المقدور اس کی طرف نہیں لاتے وجہ تسمیہ اس کی بہ قول عوام یہ ہی کہ اُس کے اوپر ایک بزرگ کی قبر ہی نام اس کا جلالیہ تھا لیکن خواص اس امر میں یوں کہتے ہیں کہ اکبر کے وقت میں ایک پٹھان نہایت مفسد و شورہ پشت تھا اتفاقاً بادشاہ سیر و شکار کے واسطے اُس دریاؤ سے پار اترتے تھے ایک بہ یک جواہر خانے کی ناؤ اُس سے ٹکر کھا کر ٹوٹ گئی فی الفور حضرت کی زبان مبارک سے نکلا کہ یہ پتھر بھی جلالیہ ہوا تب ہی سے یہ نام اس کا ٹھہرا نزدیک اس کے راجا ہودی کی عمارات ہیں نہایت سنگین و رنگین اگلے زمانے میں وہی وہاں کا راج کرتا تھا اور اسی کے کنارے شرق کی طرف قلعۂ اٹک ہی ہر وارد و صادر اُس میں ہوکر آتا جاتا ہی کیوں کہ سوائے اس کے اور رستا نہیں عمارت بھی اس میں نہایت پُرفضا و دل کشا لب دریا خصوصاً مقام حاکم نشین کہ بہ مرتبۂ فرحت افزا و نہایت اعلا ہی آب و ہوا بھی نہایت اعتدال کے ساتھ گویا ہندستان و کابلستان میں یہ ایک برزخ واقع ہی اس طرف اُس کے روپئے اور چلن ہندستان کے اور بولی بھی

وہیں کی اور اس طرف طور و آئین پٹھانوں کے اور زبان بھی اُن کی القصہ
یہ دریاؤ کوہستان افغان خٹک وغیرہ سے نکل کر سنبھل کے پٹھانوں کی حد
میں پہنچا اور وہاں سے بلوچستان و ملتان میں جا نکلا غرض پانچ دریا
پنجاب کی اُتّر طرف کے پہاڑ سے نکلے اور اُس طرف ملتان کے ایک
دوسرے سے جدا بلوچوں کی حد میں اِس دریاؤ سے ملے نام مجموعے کا
سندھ ٹھہرا پھر وہاں سے ایک دریاے کلاں ہوا اور قلعہ بھکر کو دو گنگ
کے بیچ میں لے لیا بنا بر اسی کے وہ قلعہ سبے لگاؤ اور محفوظ ہی بعد اس
کے دریاے مذکور ولایت سیوستان سے ہوتا ہوا ٹھٹھے میں آیا پھر بندر لاہری
کے قریب دریاے شور سے جا ملا بندر مذکور شہر مسطور سے تیس کوس پر
ہی۔ حاصل یہ ہی کہ صوبہ لاہور نہایت خوش آب و ہوا و بہ مرتبہ
فرحت افزا۔ گرمیوں میں وہاں گرمی اور سردی میں سردی ہندستان سے
زیادہ۔ خربوزہ انگور وہاں مانند ایران و توران اور آم مثل ہندستان۔
چانول وہاں کا بنگالے سے بہتر اور گنّے دکھن سے اعلا تر۔ اکثر مدار
زراعت آب چاہ پر چناں چہ تین سو ساٹھ چھوٹی بڑی لکڑیاں اور سو
سے کچھ اوپر لوٹے رسوں میں باندھ کر ایک بڑا چرخ بناتے ہیں اور اس
کو جر ثقیل کی صنعت سے جوڑی بیلوں کی ایک گردش میں کنوئیں سے
پانی بھر نکالتی ہی دفعتاً کئی سو من پانی کھیتی کو پہنچ جاتا ہی اور زراعت
کو سرسبز کرلاتا ہی لیکن مدار فصل خریف کا بارش پر ہی اور بعضے مکانوں
میں خصوصاً دریاے بیاہ اور بہٹ کے کنارے پر اگر ریگ شوی
کریں تو سونا ہاتھ لگے اور شمالی پہاڑوں پر بعضے مقاموں میں روپے
تانبے جست کی کھان بھی ہی نکالنے والوں کو بعد محصول دینے کے بھی

نفع مل رہتا ہے طول اس صوبے کا دریائے ستلج سے تا دریائے سندھ
ایک سو اسّی کوس عرض بھنبر سے چوکھنڈی تک ساسی کوس پورب طرف
اس کے سرہند پچھم طرف ملتان اُتّر رخ کشمیر جنوب رُو دیپالپور
متعلق اس سے پانچ دو آبے یعنی پانچ سرکاریں تابع ان کے تین سو
سولہ محال آمدنی نواسی کروڑ تینتیس لاکھ ستر ہزار دام صوبوں میں
بے نظیر۔

صوبۂ کشمیر

دار الملک اس ولایت کا مدت سے سری نگر ہے آبادی اس کی چار
فرسخ کی دریائے بھٹ وغیرہ نہریں درمیان شہر کے اندر بہتے ہیں علما و
فضلا بھی یہاں بہ کثرت رہتے ہیں بلکہ برہمنوں پنڈتوں کا بھی شہر
میں نہایت وفور اور یہاں کے کاریگر ہنرمند جہاں میں مشہور۔
چناں چہ پشمینہ طرح بہ طرح کا نہایت نفاست کے ساتھ بُنا جاتا
ہے بیل بوٹا اس کا عالم باغ کا دکھاتا ہے خصوصاً شال تو بے مثال
ہوتی ہے۔ بناوٹ اس کی دیکھنے والوں کے ہوش کھوتی ہے ملک بہ ملک
اس کو بہ طریق تحائف لے جاتے ہیں اور فائدے اٹھاتے ہیں۔ باشندے
شہر مذکور کی بھی نسبت ملائم خوش نما۔ پٹو وغیرہ بھی نفاست و لطافت
میں مانند ہوا۔ بازار میں خرید و فروخت کی رسم کم تر اور گھروں میں اکثر
اور گھر سب چھوٹے بڑے چوبی بناتے ہیں درجے اُن کے چار یا چار
سے زیادہ رکھتے ہیں۔ نیچے کا چارپایوں اور کچھ اسباب کے لیے
دوسرا آسائش کی خاطر تیسرا چوتھا اسباب خانگی کے واسطے لیکن
بھونچال کی شدت کے سبب حویلیاں خشتی اور سنگین نہیں بناتے

بلکہ چار دیواری بھی چھتوں پہ لالہ بوتے ہیں چنانچہ بہار کے دنوں میں
ہر شخص کا بام خانہ رشک گلزار و بہتر از لالہ زار ہو جاتا ہو - غرض
شہر مذکور میں باوجود اس لطافت کے ایک یہ خوبی ہو کہ وہاں سانپ
بچھو وغیرہ گزندے جانور کمتر ہیں لیکن چھپّر کھٹمل اور جوئیں اکثر۔ نزدیک
شہر کے ایک تالاب بہت بڑا کئی فرسخ لمبا ایک جانب اس کی پرگنہ
پھاک سے متصل وہاں کے لوگ اس کو دل کہتے ہیں سال و ماہ لبریز
رہتا ہو اور پانی اس کا نہایت لطیف و شیریں مزا یہ ہو کہ برسوں نہیں
بگڑتا اگرچہ لوگ بار گراں کو تپتا رہے باندھ کر گھاٹیوں سے چڑھتے اترتے
ہیں پہ بار برداری کے واسطے اکثر وہاں کشتیاں ہیں اس سبب سے
بڑھئیوں اور ملاحوں کی خواہش بیشتر رہتی ہو اور زبان وہاں کے باشندوں
کی خاص بھی ہو لیکن ہندی کتابیں بیشتر سنسکرت کی بولی میں تصنیف
کرتے ہیں اور ناگری میں لکھتے ہیں بلکہ بیشتر پوتھیاں ایک درخت خاص
کے پوست پر چنانچہ اکثر پرانی پوتھیاں اسی پہ ثبت ہیں نام اس کا
توز اور سیاہی بھی ایسی بناتے ہیں کتنا ہی دھوئے پہ نہیں چھٹتی بہرحال
کہ اہل ہند اس ولایت کے عجیب و غریب قصے کہتے سنتے ہیں اور
سب کے سب متبرکہ جانتے ہیں لیکن بعضے مکانوں کو بہت مانتے ہیں
چنانچہ سندھ یا براری کے قریب ایک چشمہ ہو جو جیٹھ تک خشک
پڑا رہتا ہو روز معہود کسان اس سرزمین کے جاکر عجز و الحاح کرتے
ہیں بلکہ بھیڑیں بکریاں چڑھاتے ہیں ندان پانی اس میں جوش مارنے
لگتا ہو اور پانچ موضع کی زراعت کو سیراب کر دیتا ہو احیاناً جو کبھو
بد ادائی اس کی دیکھتے ہیں اسی طرح پھر گڑگڑانے لگتے ہیں فی الفور

پانی ٹھکانے پر آجاتا ہے۔ متصل اس کے

کوکرناک

نام ایک چشمہ ہے پانی اس کا نپٹ خنک و شیریں و سبک اگر بھوکا پیے سیر ہو جائے اور اگھایا پیے بھوک لگ آئے۔

پین پور

میں بارہ ہزار بیگھے زمین زعفران کے کھیتوں کی ہے۔ فی الواقع قابلِ دید و لائقِ سیر غرض بیساکھ کے آخر سے لے سارا مہینہ جیٹھ کا کشت کار ہل چلا زمین کو نرم کر کدالوں سے ہر ایک قطعہ اس کا قابل بونے کے بنا زعفران کے گٹھے بو دیتے ہیں ایک مہینے کے بعد لہلہا اٹھتی ہے اور کاتک کے آخر مرتبہ نمو کا تمام ہو چکتا ہے لیکن ایک بالشت سے زیادہ نہیں بڑھتی اور جب پوری ہو چکتی ہے تب پھولتی ہے لیکن ہر پودے میں آٹھ پھول بہ تدریج پھولتے ہیں. پنکھڑیاں ہر ایک میں چھ۔ رنگت اُن میں سوسنی درمیان اُن کے چھ تار بیش تر تین زرد اور تین لال زعفران انھی کی ہوتی ہے جب کہ پھول نبڑ چکتے ہیں تب تنہ اُن کا سبز ہو جاتا ہے پر پھولنے سے پہلے سفید رہتا ہے اور ایک مرتبہ کا بویا کھیت چھ برس پھولتا ہے پہلے برس کم کم دوسرے برس بہتایت سے تیسرے برس کمال کو پہنچتا ہے اگر چھ برس کے بعد اُس کے گٹھے وہاں سے اکھاڑ کر اور جگہ نہ بوئیں تو پھولنا کم ہو جائے اسی واسطے اکھاڑ کر اور جگہ لگاتے ہیں۔

ریون

میں ایک چشمہ ہو اُسے بڑا تیرتھ جانتے ہیں اُن کے گمان میں یہ ہو کہ زعفران کے بیج اسی سے نکلتے ہیں چناں چہ اس کے شروع کشت کاری میں اس چشمے کے پاس جاکر بہت منت و زاری کرتے ہیں گائے کا دودھ اُس میں ڈالتے ہیں اگر وہ پانی تلے بیٹھ جاتا ہو تو فال نیک لیتے ہیں اور زعفران بھی خاطرخواہ ہوتی ہو اور جو پانی پر ترتا رہے بدشگونی جانتے ہیں۔ تبت میں ایک بڑا غار ہو اس کے اندر برف کا ایک جسم ہو نام اُس کا

امرناتھ

اس مقام کو بھی معبدِ بزرگ جانتے ہیں جب ماہ تحت الشعاع سے نکلتا ہو اس غار میں ایک برف کی لاٹ نمودار ہوتی ہو۔ اور وہ تھوڑی تھوڑی روز بڑھتی ہو یہاں تک کہ پندرھویں دن دس گز کی ہوجاتی ہو جب چاند گھٹنے لگتا ہو وہ بھی گھٹنے لگتی ہو ماوس تلک اُس کا نشان بھی نہیں رہتا ہندو اس کو مہادیو کا پیکر قیاس کرتے ہیں اور حاجت برار اس کو جانتے ہیں۔

شنکرناک

ایک چشمہ ہو تمام سال آب اُس میں نایاب لیکن جس مہینے میں نویں تاریخ جمعے کے دن ہو صبح سے شام تلک پانی اس میں بہتا ہو

اور دن بھر ایک عالم وہاں جمع رہتا ہے۔

پاٹہال

ایک بت خانہ تھا کہ وہاں کا یہ دستور تھا جو کوئی اپنا احوال اور دشمن کا جاننا چاہے دو ہانڈیوں میں چانول بھر کر ایک اپنے نام پر اور دوسری دشمن کے نام اس بت خانے میں رکھ دے اور دروازہ اُس کا بند کرے دوسرے دن عاجزی سے احوال کی تجسس کرے جس کے نام کی ہانڈی زعفران اور پھولوں سے بھری نکلے اس کا احوال نہایت رونق پکڑے اور جس کے نام کی خس و خاشاک سے بھری نکلے اس کا احوال تباہ ہو جاوے عجب تر یہ ہے کہ جو کوئی پہچاننا چاہے کہ خصومت میں حق کس کی طرف ہے اور ناحق پر کون ہے تو دونوں کو دو مرغ یا دو بکرے دے کر اس مسجد میں بھیجے اور اُن کو زہر کھلا کر ہر ایک شخص اپنا ہاتھ پھیرے جو شخص کہ حق پر ہوگا اس کا جانور جیتا رہے گا اور دوسرے کا مر جائے گا۔

دیوسر

ایک حوض ہے چار سو گز کے طول و عرض و عمق میں پانی اس کے اندر ہی اندر کھولا کرتا ہے جو کوئی اپنے سال کا احوال نیک یا بد دریافت کیا چاہے ایک ہانڈی سفالی کی چانولوں سے بھر کر نام اپنا اس کے کنارے پر لکھ کر منہ بند کرے اور اس میں ڈال دے کتنی دیر کے بعد وہ خود بہ خود پانی کے اوپر تیر آوے گی اُس کو کھول کر دیکھے

اگر چانول اس میں سے گرم اور خوش بو نکلیں وہ برس اُس کو خیر و خوبی سے گزرے اور جو اُس سے کوڑا کرکٹ نکلے تو وہ شخص خراب احوال رہے۔

گونہار

میں ایک چشمہ ہے گیارہ مہینے سوکھا پڑا رہتا ہے جب مشتری برج اسد میں آتی ہے پنجشنبہ کے دن پانی اس میں جوش مارنے لگتا ہے پھر سات روز تلک خشک رہتا ہے جب پھر روز مذکور آتا ہے، پُر آب ہو جاتا ہے سال بھر یہی طور چلا جاتا ہے۔

سلھائی

میں ایک مقام ہے کہ وہاں بہت سے درخت ہیں عقاب اُن پہ بیٹھی رہتی ہے کلغی کے واسطے پر وہیں سے لیتے ہیں اور خورش بھی اس کو دیتے ہیں۔

تاکامو

میں ایک چشمہ چالیس بیگھے کے عرصے میں ہے نیلہ ناگ نام پانی اُس کا نہایت صاف نیل گوں۔ وہ بھی ایک تیرتھ ہے گرد اُس کے اکثر ہنود جاکر اپنے تئیں جلاتے ہیں اور جسم کو راکھ بناتے ہیں۔ سوائے اس کے شگون بھی اس سے لیتے ہیں اس طرح کہ جو کے چار حصے کرکے اُس میں ڈالتے ہیں اگر طاق اُس کے پانی پر تیرتا رہے تو نیک نہیں تو بد۔ اگلے زمانے میں ایک کتاب وہیں سے نکلی ہے نام اُس کا نیل مت کشمیر کے حالات اور خواص سب تفتیش کا حوالہ

کے اُس میں تفصیل وار لکھے ہیں کہتے ہیں کہ پانی کے تلے وہاں ایک شہر ہے نہایت آباد و معمور مدو شاہ کی سلطنت میں ایک برہمن اس میں گر کے غائب ہو جاتا اور بعد دو تین دن کے پھر نکلتا بہت سے تحائف لاتا خبریں بھی اکثر دیتا۔

لارکی

اُتّر طرف ایک پہاڑ ہے نہایت بلند دامنے میں اس کے دو چشمے ہیں ایک گرم حد سے زیادہ اور دوسرا سرد اسی مرتبے لیکن تفاوت ان میں دو گز کا اُن کو بھی تیرتھ جانتے ہیں چناں چہ استخواں اپنے جسم کے وہاں بھی ایسے جلاتے ہیں کہ راکھ ہو جاتے ہیں اور وہیں پہاڑ میں ایک اور بڑا تالاب ہے ہڈیاں راکھ مردوں کی اُس میں بھی ڈالتے ہیں اور وسیلہ تقرب کا جانتے ہیں احیاناً اگر اس میں کسی جانور کا گوشت پڑ جاوے تو برف شدت سے پڑے اور مینہ بہت برسے۔

ناردا

میں ایک چشمہ ہے اگر کوڑھی اتوار کے دن صبح کے وقت اُس کے پانی سے اپنا بدن دھوویں اچھے ہو جاویں۔

کوشر ناگ

ایک بت خانہ ہے ٹھاکر وہاں کا مہادیو جو کوئی وہاں پوجا کو جاوے تمام باجوں کی آواز سُنے اور کوئی نہ جانے کہ یہ آواز کہاں سے آتی ہے۔

چھوٹی تبت

میں ایک بڑا تالاب ہے اڑھائیں کوس کے گرد میں دریائے بھٹ جب
اُس میں آتا ہے ایک لحظہ ... ناپید ہو جاتا ہے۔ میں ایک کرگانو درہ ہے

سویم نام

وہاں دس جریب کی مقدار ایک زمین ہے جب مشتری اسد میں
آتی ہے مہینے بھر وہ ایسی گرم رہتی ہے کہ درخت وہاں ہووے تو جل
جائے اور دیگ بھری ہوئی جو اس پر رکھ دیویں کھانا پک آئے۔
قریب اُس سے

کام راج

ایک آباد قصبہ ہے درہ اس کا ایک کاشغر سے ملا ہوا غرب رُو
اُس کے بگلی وہاں پانی کی گزرگاہوں میں درخت کے بگل ڈال کر اُن
کے سروں پر پتھر رکھ دیتے ہیں اس واسطے کہ بہہ نہ جائیں بعد دو
تین دن کے اٹھا کر دھوپ میں دھرتے ہیں اور خشک ہوئے پر جب
جھاڑتے ہیں دو تین تولے سونا جھڑ پڑتا ہے۔

کلکت

نام ایک اور درہ ہے وہ بھی کاشغر سے متصل وہاں کے پہاڑوں
سے دو دن کی راہ ولایت واردہ ہے مدمنی نام ایک دریاؤ وہیں سے

اُدھر آیا ہو اگر کنارے ریگ ٹھنڈی وہاں بیٹھ کر کہیں اپنی مٹھیاں سونے سے بھریں کنارے پر اُس کے ایک سنگین بت خانہ ہو نام اُس کا

سارودا

درگا سے منسوب ہنود کا وہ بھی بڑا معبد ہو اور وہاں کی پرستش کا ثواب اُن کے نزدیک بے حد سرکار بنگلی بھی اسی صوبے میں داخل ہو طول اس کا پینتیس کوس کا اور چوڑان پچیس کوس توران کی طرح وہاں بھی برف پڑتی ہو جاڑا بیشتر رہتا ہو لیکن برسات ہندستان کی مانند اور کھیتوں کی شادابی کا سبب تین دریا کشن گنگ بہٹ سندھ زبان ملک مذکور کی کشمیر سے ملتی ہوئی ہندستان و زابلستان سے باہر غلے کے اقسام میں چینا اور جو بہت میووں میں زردالو شفتالو اخروٹ لیکن خودرَو پر میوہ توڑنے کی رسم کم اسپ و شتر گاؤ گاؤمیش و جانور شکاری نہ گھوڑے نہ بہت بکری اور آخر گوشت کی کثرت القصہ کشمیر ایک ملک دل کشا اور باغ پر فضا ہر موسم میں وہاں بہار رہتی ہو اور ہوا باغ رضواں کی سی بہتی ہو پانی وہاں کا خوش گوار ہر گلزار میں جاری انہار و آبشار گل رنگ بہ رنگ کے ہزارہا خصوصاً گلاب و بنفشہ و نرگس خودرَو صحرا صحرا غرض اُس ملک کی طرفہ بہار و عجائب خزاں ہو فی الحقیقت وہ سرزمین باغ بوستان و لائق دلستاں ہو سوائے شاہ آلو و شہ توت میوے بہت ہوتے ہیں خربوزہ تربوزہ سیب شفتالو زردالو نہایت لذیذ و لطیف انگور اگرچہ کثرت سے ہوتا ہو لیکن اکثر بے مزہ و کثیف باوجود کہ شہ توت کے درختوں کی بہتایت

ہے ثمر اُن کا کم کھاتے ہیں۔ مگر اُن کے پتّے ریشم کے کیڑوں کو کھلاتے ہیں خورش وہاں کے باشندوں کی مچھلی خشکہ بلکہ باسی بیش تر اور ساگ پات اقسام کے چناں چہ اس کو سکھا بھی رکھتے ہیں ہر چند کہ دھان کی بہتایت ہے پر اچھا کم ہوتا ہے گیہوں بھی نپٹ چھوٹا سیاہ تس پہ قلیل اور ستونگ وہاں کے باشندے کم کھاتے ہیں جو تو نظر ہی نہیں آتے زمین وہاں کی سیلابی اور مرطوب جوتنے کے لیے نہایت خوب باوجود خلقت کی بہتایت کے اور وجہ معیشت کی قلت کے چوری اور گدائی وہاں نہیں ساکن وہاں کے بیش تر کثیف الاوقات چناں چہ ایک جامہ شالی ہمیشہ پہنے رہتے ہیں لیکن قابل دین داری و دنیاداری میں کامل یہ غلط ہے کہ سب کے سب نیک ظاہر و باطن ہوتے ہیں مگر اچھے کم اور بڑے بہت پر اونٹ اور ہاتھی وہاں نہیں ہوتا ہاں ٹانگن کثرت سے اور نہایت زور اور چالاک رہوار گریوہ گذار لیکن گائیں سیاہ رنگ پر دودھ اُن کا نپٹ گاڑھا چکنا اور ایک قسم کی بھیڑ وہاں ہوتی ہے لوگ اُس شہر کے اس کو ہنڈو کہتے ہیں گوشت اس کا نہایت لذیذ و خوش ذائقہ اور داد و ستد نقد کی بہت کم راہیں آمد و شد کی ہندستان میں اور اس میں چھبیس لیکن بھنبر و بگلی ہوکر جانا بہتر ہاں اتنا تفاوت ہے کہ پہلی نزدیک تر اور کئی شعبے رکھتی ہے مگر آمد و رفت لشکر کی پربنچال کی طرف سے احیاناً اگر وہاں کے پہاڑ پر کوئی بیل گھوڑا ذبح کرے دو نہیں آندھی اور بدلی بہ کثرت نمود ہو پھر برف بہت سی پڑے یا مینہ برسے طول اس صوبے کا قیر سے لے کر کشن گنگ تک ایک سو بیس کوس اور عرض اسّی کوس لیکن آئین اکبری

ہیں پچیس کوش لکھا ہے شرقی اس کے نہرستان و چہاب شرقی و جنوبی پاٹھال اور جمّو کا پہاڑ شرقی تبت کلاں غربی بگلی و دریاے کشن گنگ غربی و جنوبی ولایت کھکر غربی و شمالی تبت خورد چوگرد پہاڑ متعلق اس کے چالیس محال آمدنی بارہ کروڑ باسٹھ لاکھ پچاسی ہزار دام علاوہ اس کے دو ہزار چار سو کلغی کے پر بھی اس صوبے کے مداخل میں ہیں۔

صوبۂ کابل

قدیم شہر ہے نہایت خوب و خوش آب و ہوا پشنگ بن تور بن فریدوں نے اُسے آباد کیا اور اُس کو آباد ہوئے عالمگیر کے سن چہلم جلوسی تک دو ہزار اور ایک سو برس کچھ اوپر گذرے قلعہ اس کا نپٹ استوار پایے دار اور اندر کا قلعہ ایک چھوٹے سے پہاڑ پر۔ اس پر مشرف ایک اور پہاڑ نام اس کا حصار عقابین اور بعضے کوہ صفا بھی اس کو کہتے ہیں لیکن بلدۂ مذکور کے بعضے سیاحوں کی زبانی یوں سنا ہے کہ وہ پہاڑ قلعۂ اول کی عمارت پر مشرف ہے غرض دامنے میں اس کے باغ و گلزار اکثر خصوصاً باغ شہ لالہ کہ بابر بادشاہ نے نوسو پچیس ہجری میں بنایا تھا۔ قریب اس کے جہانگیر نے باغ جہاں آرا ۱۰۱۶ھ میں بنیاد کیا اور لب دریا گذرگاہ میں مقبرہ بابر کا اور ہندال مرزا اس کے خلف کا سوائے اس کے محمد حکیم مرزا ابن ہمایوں کا بھی تعمیر ہوا ہے اور اس شہر کی نواح میں دو دریا ہیں ایک جلندر سے آکر باغ شہر آرا اور جہاں آرا و شہر کے گلی کوچوں سے گذرتا ہے نام اُس کا جوئے خطبان اور دوسرا غزنین ولوہ گڑھ

سے آکر وہ یعقوب کے پاس ہوتا ہوا لاہوری دروازے کے آگے جا نکلا نام اُس کا جوئے پلِ مستان پانی اس کا شفاف و خوش ذائقہ بلکہ بعضی بیماریوں کے واسطے تریبیت شفا۔

توبان وامنہ کوہ

خورد کابل بھی اس کو کہتے ہیں پھول پھل اس میں رنگ بہ رنگ کے خوش بو و خوش رنگ خوش مزہ کثرت سے ہیں خصوصاً پیمغان و کاہدرہ و فرزہ و استرغج و استالف وغیرہ قابل دید و لائق سیر چناں چہ سلاطین اکثر اوقات وہاں سیر کیا کرتے تھے اور دیر دیر رہا کرتے تھے بلخ کی طرف

توبان غوربند

ایک قریہ ہو وہاں کے لالہ کی رنگت کو لعل نہیں پہنچتا اور ریاحین کی بوباس کو عطر نہیں لگتا غرض لالہ وہاں تینتیس قسم کا ہوتا ہو چناں چہ ایک قسم تو گلاب کی باس رکھتا ہو بنا بر اس کے لالہ بویا اس کو کہتے ہیں اور کان لاجورد و نقرہ بھی وہاں سے قریب ہو۔ سوائے اس کے ایک ریگ زار ہو نام اُس کا خواجہ ریگ رواں گرمیوں میں وہاں سے ڈھول اور نقارے کی آواز آتی ہو اور لم اس کی جانی نہیں جاتی یہی مقام لشکر توران کے رُو بہ رُو اور حدودِ بلخ کے سامنے گویا ایک دیوار مستحکم ہو۔

توبان ضحاک

و توبان بامیان یہ دونوں مقام قدما کے آثار و نشان سے ہیں

اور اس نواح کے پہاڑوں میں کھود کر بارہ ہزار سردابے بنا کر گچ و نقاشی اُن پر کی ہے سابق اس سے۔ جاڑوں میں وہاں کے لوگ اپنا مال و اسباب ان میں رکھ کر دل جمعی سے اوقات بسر کرتے تھے لطف یہ ہے کہ ایک سردابے کے بیچ تابوت میں ایک شخص مانند خفتگان آرام سے سوتا ہے کہتے ہیں کہ چارسو برس سے کچھ اوپر ہوئے کہ چنگیز خاں کے عہد میں یہ بزرگ شہید ہوا تھا اب تک اعضا اس کے جوں کے توں ہیں اور مقام اس کا زیارت گاہ۔ راقم نے بھی سوائے اس کے ایک عجیب و غریب نقل آغا محمد تاجر اصفہانی سے اس تومان کی سنی ہے اتفاقاً وہ بزرگ سنہ ۱۲۲۰ھ میں کلکتے کے بیچ وارد ہوا تھا احیاناً حقیر سے اور اُس سے ایک دن ملاقات ہوگئی بعضے بلاد کا بھی مذکور درمیان آیا جب کابل کا ذکر نکلا تاجر موصوف کہنے لگا کہ سابق اس سے ہم کئی شخص شہر مذکور کی طرف جاتے تھے ناگاہ تومان ضحاک کی سمت جا نکلے جب قلعے کے متصل پہنچے اندر گئے جا بجا سے مکانات اُس کے ٹوٹے پائے بلکہ کتنی دیواریں بھی لیکن ایک پتھر کا اندارا نہایت کلاں پر خشک بے آب جوں کا توں اُس پر دیکھا جا کھڑے رہے آئینے میں نگاہ ہر ایک کی جو اپنے اپنے کپڑوں پر پڑی ان کو زمرد سے بھی زیادہ سبز دیکھا حالاں کہ سفید تھے جب قلعے سے باہر نکلے پھر جیسے کے تیسے ہو گئے اگر یہ آثار طلسم سے ہوں تو کچھ بعید نہیں العلم عند اللہ۔

تومان غزنیں

ایک قریہ ہے زابل بھی اس کو کہتے ہیں اگلے زمانے میں سلاطین

خراسان کی تخت گاہ تھا خصوصاً سلطان ناصرالدین سبکتگین و سلطان محمود غزنوی و سلطان شہاب الدین غوری کی اور حکیم ثنائی بھی وہیں مدفون ہو بلکہ اکثر اولیا اسی طبقے میں آسودہ ہیں جاڑے کی شدت اور برف کی کثرت کے سبب اس کو برابر تبریز و سمرقند کے جانتے ہیں اژدہات بھی اُس کی اطراف میں بہت پیدا ہوتا ہو چناں چہ ہندستان میں بھی وہیں سے جاتا ہو نزدیک اس کے ایک چشمہ ہو اگر بول اس میں پڑے تو ابر و برف کے آثار نمودار ہوویں غرض یہ مقام قندھار کی حد سے قرب رکھتا ہو اسی کو دروازہ ایران کا کہتے ہیں۔

لوہ گدڑھہ

افغان نشین ہو نزدیک اس کے بادہ خواب شبجینہ ایک چشمہ ہو کہ گنگا اس کو کہتے ہیں لیکن کتب ہندی میں نام اُس کا لوہار گل لکھا ہو ہندو اس کو بڑا تیرتھ جانتے ہیں روز معین وہاں بھی بڑی بھیڑ بھاڑ ہوتی ہو پانی اُس کا بھی گنگا کی مانند اگر مدتوں باسنوں میں رکھیے بدبو نہیں ہوتا۔

نومان مندر اور علی شنگ

ایک قریہ ہو وہاں کے زمین داروں کو کافر کہتے ہیں اُس جگہ قبر حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کی ہو نام اس بزرگ کا لام اور بعضے الک بھی لکھ گئے ہیں از بس کہ وہاں کے باشندے گاف کو غین سے بدلا کرتے ہیں اس لیے المغ اکثر کی زبان زد ہو۔

تومان بخراد

ایک مقام ہے چلغوزہ وہاں کا مشہور لطف یہ ہے کہ اس کو وہاں بجائے چراغ کے جلاتے ہیں چناں چہ روشنی اس کی نہایت نورانی ہوتی ہے اور اس کی اطراف میں ایک جانور ہے اس کو روباہ پران کہتے ہیں لیکن اپنے مسکن سے ایک دو اُڑان سے زیادہ نہیں اڑتا اور چوہا بھی وہاں مشک بو ہوتا ہے -

تومان نیک نہار

ایک مقام ہے داروغہ نشین اگلے زمانے میں آدینہ پور مشہور تھا اکبر کے وقت میں جلال آباد کہلایا آبادی اس کی دریائے نیلاب کے کنارے میوے اس میں اکثر ہوتے ہیں لیکن انار وہاں کا لاثانی ہے اور دو کوس وہاں سے باغ صفا کہ چار باغ کر مشہور ہے اور اسی نواح میں باغ وفا بھی یادگار بابر بادشاہ نہایت پُر فضا و دل کشا ہے بیدانہ انار وہاں کا بے نظیر ہے غرض اس مقام میں برف نہیں پڑتی اور ٹھنڈ بھی چنداں نہیں ہوتی وہاں سے کافر درہ بھی قریب ہے از بس کہ وہاں کافر رہتے ہیں اس لیے یہی نام اس کا ٹھہر گیا -

تومان بجور

جانب کاشغر قلعہ وہاں کا حاکم نشین قدیم سے ہے اور ہوا گرمی میں زیادہ گرم اور سردی میں بیش تر سرد لیکن تمام نواح میں کیا

جنگل کیا پہاڑ افغان ہی بستے ہیں مگر قلعے کی اطراف میں سکونت مغلوں کی ہو لیکن اپنے تئیں عرب جانتے ہیں اس طرح سے کہ سلطان سکندر رومی جب اِدھر سے گزرا تو کتنے اپنے خویش و اقربا وہاں چھوڑ گیا تھا چناں چہ عالمگیر کے عہد سلطنت تک اُن کی اولاد وہاں رہتی تھی اور افغانوں پہ بھی اس کا غلبہ تھا اب خدا جانے ہے کہ نہیں غرض یہ مقام پچیس کوس طول میں اور دس کوس عرض میں ہے۔

تومان سواد

یہ بھی کاشغر کی طرف ہے بہت سے درے اس سے علاقہ رکھتے ہیں جاڑا گرمی وہاں بہت نہیں لیکن برف بہت پڑتی ہے یہ صحرا میں دو تین دن سے زیادہ نہیں رہتی مگر پہاڑوں پہ سال کے سال جاڑا۔ بہار کا موسم برسات کی رُت ہندستان کی سی پھول توران و ہند کے وہاں اکثر۔ بنفشہ و نرگس خود رو صحرا صحرا میوہ خود رستہ بھی علاہذالقیاس لیکن شفتالو و ناشپاتی وہاں کی مشہور بلکہ باز و جرہ شاہین بھی وہاں اچھے سے اچھا بہم پہنچتا ہے اور کان آہن بھی اس کی اطراف میں ہے۔

قصبہ منگلور

حاکم نشین ہے ساتھ اس کے اس تومان کا طول چالیس کوس کا اور عرض پندرہ کوس لیکن فقط یوسف زئی اس میں رہتے ہیں۔

تومان بجوم

مشہور یہ پشاور ہندستان کی سمت ہے انگور شفتالو خربوزہ وہاں کا

توران کا سا اور گرمی جاڑا بسنت رُت برسات ہندستان کی سی چانول وہاں کا مشہور ہو فی الواقع ہندستان میں ایسا کہیں نہیں ہوتا خصوصاً سکھ داس بلکہ اقسام کے غلے کی بہتایت اور زراعت کی کثرت وہاں رہتی ہو غرض یہ تومان سب کا سب مسکن افغانوں کا ہو خصوصاً مہمند وغیرہ لیکن مال گزار ہیں یعنی نہیں۔

پیشاور

قدیم شہر ہو کتب قدیم میں اس کو پرشاور اور فرشاور بھی لکھا ہو نزدیک اُس کے

کورکھتری

ایک پرستش گاہ جوگیوں کی مشہور تھی شاہ جہاں کے وقت میں مسمار ہوئی لیکن پانچ تیرتھ اور نہایت دل کشا وہاں عالم گیر کے عہد تک تھے بیشتر جوگی سناسی بیراگی سوائے ان کے اور بھی اتیت وہاں ایک تالاب کے گرد حویلیاں بیٹھکیں بنا بنا رہتے تھے۔

تومان بنگش

ملتان کی سمت واقع ہو آبادی اُس کی وسعت کے ساتھ لیکن پٹھانوں کی قومیں اُس دیار میں اکثر ہیں زراعت بھی کثرت سے ہوتی ہو خصوصاً دھان اس قدر کہ اور اطراف میں بھی جاتا ہو سوائے اس کے کان نمک و آہن بھی اُس کی نواح میں ہو القصہ جاڑا اس صوبے میں بہت پڑتا ہو لیکن بے گزند اور گرمی ایسی کم کہ بدون

اوڑھے سو نہ سکے برف توروان کی مانند افراط سے پڑتی ہو لیکن میدانوں میں چار مہینے اور پہاڑوں میں ہمیشہ رہتی ہو غرض موسم بہار نہایت طراوت و شادابی کے ساتھ پھول رنگ بہ رنگ کے بے شمار میوے گوناگوں خوش گوار اگرچہ انگور کی بہت اقسام ہیں پر صاحبی و حسینی و قندھاری اور ہی لطف و مزہ رکھتا ہو اور زردالو کی اقسام میں محمودی و قلیسی و مرزائی خربوزوں میں کوک نبات و ماہ تابی و ناشپاتی و علی شیری و دوو چراغ نہایت لذیذ و خوش ذائقہ اور غلے کی اقسام میں جو گیہوں زیادہ لیکن جو زراعت کہ ندی نالوں سے متعلق ہو اس کا تیسرا حصہ سرکار میں داخل کرتے ہیں اور کاریزی سے دسواں انگور و بادام سے بھی کچھ نقد بہ طریق تحفہ لیکن سردرختی کا حاصل معاف اور کسم کے پھولوں کے حاصل سے قدرے قلیل بھی نہیں دیتے مگر اس کے بیجوں سے تیسرا حصہ باشندے اس ملک کے ثمرقند و بخارا کے ساکنوں کی مانند پرگنے کو پنجاب اور قریے کو تومان کہتے ہیں باوجود اس کے ساکن اس صوبے کے گیارہ زبان جانتے ہیں ہندی و فارسی و مغلی و ترکی و افغانی و نسائی و وتیراحی و لمغانی و عربی وغیرہ اور مغل خاص نواح کابل میں رہتے ہیں لیکن حاکم کے آگے دست بستہ حاضر اور مال گزاری میں بے عذر طرفہ تر یہ ہو کہ عورتیں ان کی مردوں پر غالب چناں چہ نکاح کے وقت من جملہ مہر ایک امر محال لکھوا لیتی ہیں کہ مرد اس کے عہدے سے کبھو نہ نکلے یہ شیوہ صاحب عصمت بی بیوں اور پردہ نشینوں کا ہرگز نہیں سوائے اس کے اپنے طور پر باغوں کی سیر کو اور حمام میں نہانے کے لیے جاتیاں ہیں خاوند کو اصلاً و مطلقاً خاطر میں نہیں لاتیاں

صاحب خلاصۃ التواریخ لکھتا ہے کہ میں نے بعضی رنڈیوں کو دیکھا ہے کہ ایک خصم کو چھوڑا اور وہیں دوسرا کر لیا غرض اپنی مدت عمر میں پندرہ بیس خصم تک کر لینا اُن سے دُور نہیں قصہ کوتاہ اس صوبے میں کثرت ہزارا مغل اور افغان کی بہت ہے لیکن ہزارا مغل اپنے تئیں اولاد چغتائی خان بن چنگیز خان کی جانتے ہیں اور غزنین سے تا قندھار تومان منڈان سے تا حدود بلخ محال دشوار گزار و جبال پیچ دار میں رہتے ہیں اکثر مکان اُن کے بادشاہوں کے عمل سے خارج اور حاکموں کے احاطۂ حکومت سے باہر اور افغان اپنے تئیں بنی اسرائیل کی اولاد کہتے ہیں ان کے جد بزرگ کا نام افغان تھا اس کے تین بیٹے ایک کا نام ترین دوسرے کا غرغشت تیسرے کا بیبن ان تین کی اولاد بہ کثرت ہوئی اور ہر ایک اپنے جد و آبا کے نام سے مشہور ہوا اس ترینی برنج بیانہ خرسین اوڑ مڑ کاسی جمند شیرانی خویشگی داؤد زئی یوسف زئی خلیل مہمند اپنے نسب کا سلسلہ ترین کو پہنچاتے ہیں اور سورانی جلیم ادرک زئی آفریدی ختکی کرانی کاکڑی عبدالرحمانی غرمانی تارن غرغشت کو اور شیرزاد خضر خیل غلزئی لودی لوہانی سوری شروانی کھکوری بیبن کو اور قومیں انھی کی اولاد ہیں۔ الغرض یہ سب قومیں دریاے سندھ سے کابل تک سو کوس کے عرصے میں اور قندھار و ملتان کی حدوں سے تا سواد کہ حدودِ کافرستان و کاشغر سے ملا ہوا ہے تین سو کوس تک بستی ہیں اور اشخاص ان کے کوہسار دشوار گزار کے اڑتلے سے بادشاہی امرا کے آگے سر نہیں جھکاتے بلکہ کچھ رُپو صوبے دار سے بہ طریق انعام اور مسافروں سے گھوڑے اونٹ پیچھے بہ طور راہ داری کے لیتے ہیں

باوجود اس کے کبھی کبھی مال و اسباب کارواں وغیرہ کا لوٹ بھی لاتے ہیں اور ایسے ویسے مسافروں کو پکڑ کر غلام بناتے ہیں بلکہ بعضی اوقات بیچ بھی ڈالتے ہیں غرض اور اقوام میں چور کم تر ہوتے ہیں اور افغان سب کے سب چور مشٹنڈ مرد لطف یہ ہے کہ تمام شہر کابل انھی سے متعلق ہے اور پیشاور سے تین راہیں کابل کو جاتی ہیں ایک راہ بنگش کی پر دور و دراز سوائے اس کے رستے بھی اوبھٹ۔ لشکر اُدھر سے بہت رنج کھینچ کر منزلِ مقصود کو پہنچتا ہے دوسری کھرپے کی مگر جلال آباد پہنچ کر شاہ راہ ملتی ہے یہ بھی دروں کی تنگی نشیب و فراز کی صعوبت پانی کی قلت افغانوں کی لوٹ سے خالی نہیں تیسری راہ علی مسجد و خیبر کی چشمۂ جمرود سے دیکھیے تک نیلاب کے کنارے درے سے اٹھارہ کوس لیکن درہ خیبر سے دو سو کوس تک بہ سبب نشیب و فراز کے یہ دشوار طے ہوتی ہے یہ بہ نسبت اور راہوں کے سہل چناں چہ آمد و شد لشکروں کی اور کاروانوں کی اسی راہ سے ہے خصوصاً دیکھے سے تا نملہ بتیس کوس تک نہایت ہموار اور نملے سے تا کابل چالیس کوس بھی دشوار نہیں ہر چند ٹیلے رستے میں پڑتے ہیں پر مسافر بہت تصدیع نہیں کھینچتا قصہ مختصر کابل کے چار طرف گھاٹیاں بنا بر اس کے فوج غنیم کی ایکا ایکی آ نہیں سکتی اور دفعتاً ملک مذکور کو قبضے میں لا نہیں سکتی اگرچہ یہ صوبہ چنداں حاصل نہیں رکھتا لیکن عقل مندوں کے نزدیک دروازہ ہند کا ہے اسی سبب سرکار والا سے وہاں کی سپاہ کے لیے مبلغ خطیر پہنچتے تھے کہ ہر ایک سپاہی و سردار گزران اپنی بہ خوبی کرے اور کسی وجہ سے تصدیع نہ کھینچے کیوں کہ بہ سبب اس کے

ایران توران کی فوجیں مملکت مذکور پر آ نہ سکتی تھیں سنا ہو کہ اگلے زمانے میں کابل جو ایک بادشاہ کے قبضے میں آگئی تھی تو پنجاب بہت آباد ہوئی تھی اور ہندستان ماموں طول اس صوبے کا اٹک بنارس سے ہندوکوہ تلک ڈیڑھ سو کوس عرض قرا باغ قندھار سے تا چغان سرا سو کوس شرق رُو اس کے دریاے سندھ مغرب رُخ غور شمالی اندراب و بدخشاں و ہندوکوہ جنوبی فرمل و نغیر اور گرداگرد پہاڑ زمین مسطح و ہموار بہت کم لیکن گھٹیاں سب جگہ سرکاریں آٹھ اور چھتیس تومان آمدنی بارہ کروڑ پیسٹھ لاکھ اور بیس ہزار دام بالجملہ لیکن ایک مدت سے کابل و کشمیر میں شاہ درانی کا عمل ہو اور لاہور میں سکھوں کا چناں چہ بالفعل کہ ۱۲۲۲ھ ہیں صوبہ مذکور کا حاکم رنجیت سنگھ ہو اور ۱۲۱۸ھ سے صوبہ اکبرآباد و شاہ جہاں آباد میں بہ موجب مرضی ظل اللہ شاہ عالم بادشاہ صاحبان عالی شان نے عمل کر لیا سابق اس سے مہاراجا دولت رام سندھیا بہادر کا تھا چناں چہ جرنیل لیک بہادر دام اقبالہ نے اس کے سرداران فوج کی لڑائیاں ماریں بلکہ قلعے بھی اُن سے چھین لیے اور اسی سن سے صوبہ اڑیسہ بھی موالیان کمپنی بہادر دام ظلہم کے قبضے میں آیا آگے اس کے رگھوجی بھونسلے کا اس میں عمل تھا وہاں کا بندوبست کرنیل ہاکٹ بہادر نے کیا قصہ مختصر ولایت ہندستان ایک مدت سے طوائف الملوک ہو جس شخص کے جو ملک ہاتھ لگا اُس پر اُس نے قبضہ کر لیا بادشاہ کا کسی نے پاس نہ کیا ہاں ایک صاحبان عالی شان نے اطاعت و خدمت ترک نہیں کی چناں چہ اب بھی کہ ۱۲۲۲ سنہ ہجری ہیں اور اکبر شاہ ابن شاہ عالم بادشاہ ہو فی الجملہ

اس کی بندگی بجا لاتے ہیں اور اطاعت سے ہاتھ نہیں اٹھاتے القصہ تھوڑی سی کیفیت جب ہندستان کی اور صوبہ جات کی لکھنے میں اب تھوڑا سا احوال اس دیار کے بادشاہوں کا بھی ابتدائے پانڈوں سے لکھنا ضرور ہوا کیوں کہ ناظرین کے واسطے ایک تحفۂ معقول ہو۔

آرایش اوّل ہندستان کے راجاؤں کے احوال میں

راجا جدسٹر سے لے کر راجا پتھورا تلک

ہندی تاریخوں کی کتابوں سے خصوصاً مہابھارت سے کہ بڑی تاریخ اور بہت معتبر ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت ہندستان کی آغاز آفرینش سے پانڈوں اور کوروں کے خاندان میں ہوتی آئی ہے ان کے ہی آبا و اجداد نے ملک لیے ہیں اور جا بجا عمل کیے ہیں جب نوبت سلطنت کی راجا بیچتر بیرج کہ پانڈوں کا دادا تھا پہنچی اس نے بھی موافق دستور اپنے اجداد کے عدل و انصاف میں اوقات گزاری آخر بیکنٹھ باسی ہوا اور کوئی اس کی اولاد سے نہ رہا کہ کاروبار سلطنت کے جاری کرے اور بادشاہت کو رونق بخشے تب ارکان دولت نے آپس میں مشورت کی کہ سوامی بیاس دیو سے التجا کیجیے اور راجا کی عورت کو اس کی خدمت میں دیجیے تا لڑکے پیدا ہوں اور سلسلہ سلطنت کا اس خاندان میں باقی رہے القصہ پہلی عورت اس کے پیکر مہیب کے دیکھنے کی جو تاب نہ لائی اس نے اپنی آنکھیں بند رکھیں اس جہت سے اس کے لڑکا اندھا پیدا

ہوا نام اُس کا دھرتراشٹ رکھا اور دوسری اس کے جمال کی
چمک دیکھ سہم کر زرد ہوگئی تھی وہ لڑکا ایسا جنی کہ تمام بدن
اُس کا زرد تھا نام اس کا پانڈو ہوا تیسرا حرم کے پیٹ سے
پیدا ہوا نام اس کا بدر ٹھہرا لیکن سب سے بڑا اندھا تھا اور چھوٹا
کنیزک زادہ اس سبب سے سلطنت منجھلے کو ملی بجھا ہوا چراغ اُس
گھر کا پھر روشن ہوا اور مرجھایا پھول باغ سلطنت کا دوبارہ کھلا
غرض راجا پانڈو تلوار کے زور سے اور شجاعت کی قوت سے سب
دشمنوں پر غالب ہوا اور ملکوں پر اُس نے قبضہ کیا بزرگوں کے نام
کو جلادی اور بڑوں کی بات رکھ لی لیکن بس کہ شکار دوست تھا
روز جنگلوں میں شکار کھیلنے جایا کرتا ناگہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک
ہرن اور ہرنی جفت ہو رہے ہیں دونوں ہیں تاک کر ایک ایسا تیر مارا
کہ ہرن اپنی مادہ سے جُدا ہوکر زمین پر گر پڑا۔ اور وہ ہرن نہ تھا
بلکہ ایک منی تپیشی تھا کہ اُس کے قالب میں آکر اپنی جورو سے
جماع کرتا تھا القصہ حالت نزع میں اُس نے یہ کہا کہ خدا سے
امید رکھتا ہوں کہ تجھ کو بھی اسی حالت میں موت آوے اور عین
لذت میں تیری جان نکل جاوے راجا اس سانحے سے بہت مغموم
ہوا کیوں کہ تیر شست جستہ کا اور دست رفتہ کا چارہ نہیں اپنے
مرنے کی حالت مباشرت میں اس کو یقین ہوگئی بنا بر اس کے
سلطنت کو چھوڑ جنگل میں جاکر ریاضت و عبادت میں مشغول ہوا
لیکن بے اولادی سے کمال غمگین رہتا دونوں جوروئیں بھی اس کی
اس حالت میں ساتھ تھیں ایک روز پہلی جورو سے جس کا نام کنتی

تھا کہا کہ جو کوئی لاولد مرتا ہو دوزخ میں جاتا ہو ہمارے دین میں
جائز ہو کہ جو کوئی فرزند نہ رکھتا ہو یا قادر جنانے پر نہ ہوسکے تو
برہمن سے اس بات کی درخواست کرے اور فرزند بہم پہنچائے چنانچہ
میرا باپ جو بے اولاد ہوا تب ارکان دولت نے اس بات کی
درخواست بیاس دیو سے کی بنا پر اس کے میرا تولد اور میرے
بھائیوں کا بیاس دیو سے ہو یہ سُن کر اُس کی عورت نے جواب دیا
اگر میں آتش تیز میں جلوں گی تو بھی بیگانے مرد سے ہم صحبت نہ ہوں
گی مگر ایک بڑے ریاضتی سے میں نے ایک منتر سیکھا ہو کہ عالم ملکوت
میں سے جس فرشتے کو چاہوں بلاکر پیٹ رکھوالوں اور لڑکا جنوں۔
راجا اس بات کو سُن کر بہت خوش ہوا اور اجازت دی ووں ہیں وہ
عورت خلوت میں گئی اور راجا دروازے پر آبیٹھا کہ کوئی انسان وہاں
ٹھکنے نہ پاوے بلکہ کوئی ذی حیات بھی نہ آوے ندان وہ عورت
وہاں سے حاملہ نکلی اور راجا کو یہ خوش خبری دی جب نو مہینے گزرے
تب ایک لڑکا خوب صورت توانا جنی نام اس کا جدشٹر رکھا دوسری
بار اس کو پھر اسی طرح پیٹ رہا اور ایک لڑکا زبردست قوی ہیکل
پیدا ہوا نام اس کا بھیم سین رکھا لیکن اس کی پیدایش کے دن طرفہ
ایک سانحہ درپیش آیا کہ ایک شیر مہیب اس جنگل میں نمود ہوا لوگ
اُسے دیکھ کر مارے خوف کے چلائے کنتی ڈر کر بے اختیار اٹھ کھڑی
ہوئی بھیم سین اس کی گود سے ایک بڑے پتھر پر گر پڑا ووں ہیں اس کے
صدمے سے پتھر پاش پاش ہوگیا دیکھنے والے متعجب ہوئے راجا
نے جانا کہ یہ لڑکا بڑا شہ زور ہوگا تیسری مرتبہ اسی طرح ارجن کو جنا

اس وقت آسمان سے یہ آواز آئی کہ جیسے عالم علوی کا راجا اندر حکمراں ہے عالم سفلی میں ویسا ہی یہ لڑکا ہوگا اور لڑائی میں کوئی اس کا سامنا نہ کرسکے گا بعد اس کے دوسری جورو بھی نکل اور سہدیو کو توام جنی۔ الغرض یہ پانچوں بھائی حسن و خوبی و بہادری میں بے نظیر تھے راجا پانڈو ان سمیت جنگل میں رہتا تھا اور سلطنت ہستناپور کی دھرتراشٹ اس کا بڑا بھائی کرتا تھا القصہ اس کی بھی جورو کو پیٹ رہا پر دو برس کے بعد ایک مضغۂ گوشت اس کے پیٹ سے نکلا لیکن فولاد سے بھی سخت تر تھا وہ بھوچک رہ گئی چاہتی تھی کہ اس لوتھڑے کو پھینک دیوے کہ اسی وقت بیاس دیو حاضر ہوا اور کہنے لگا زنہار اس کو ضائع نہ کیجو کہ اس سے کتنے بیٹے زور آور نام ور پیدا ہوں گے تم اس پر ٹھنڈا پانی چھڑکو جوں ہیں چھڑکا ووں ہیں اس کے سو ٹکڑے ہوگئے پھر ہر ایک کو ایک ایک کوزے میں تیل ڈال کر احتیاط سے رکھ چھوڑا جب دو برس گزرے ان کوزوں کو کھولا ہر کوزے سے ایک لڑکا نکلا سب سے بڑا جرجودھن تھا جس وقت کہ وہ کوزے سے نکلا گدھے کی مانند زمین کھود کر رینگنے لگا اس کی آواز سن کر گدھے اور گیدڑ زمین پر کرگس اور کوّے ہوا میں فریاد کرنے لگے اور ہوا غبار آلود ہوگئی یہ حالت عجیب دیکھ کر نظارگی حیران رہ گئے سوائے ان سو لڑکوں کے دوسری جورو سے ایک اور لڑکا جنجش نام پیدا ہوا لیکن جرجودھن کہ ان سب سے بڑا تھا اس کے بدن پر تلوار تیر گولی بلکہ کوئی حربہ اثر نہ کرتا تھا کیوں کہ روئیں تن تھا اور شجاعت اور قوت میں یکتا

آخر راجا پانڈ شہوت کو تھام نہ سکا مقاربت کر بیٹھا اور اس منی کی دعائے بد کے اثر سے ہلاک ہوا دوسری جورو اس کے ساتھ ستی ہوئی بعد اس کے جو منی اور تاپسی اس کے ہمسائے تھے انھوں نے اس کی پہلی جورو کو پانچوں بیٹوں سمیت ستناپور میں پہنچا دیا اکثر اشخاص نے تو ان کو راجا پانڈ کا بیٹا جانا اور بعضوں نے اس بات کو نہ مانا خصوصاً جرجودھن دھرتراشٹ کے بڑے بیٹے نے بلکہ یہ کہا کہ راجا پانڈ منی کی دعائے بد کے خوف سے صحبت نہ کرتا تھا کیوں کر ان کو اس کے فرزند جانیے وونہیں غیب سے آواز آئی کہ یہ راجا پانڈ کے بیٹے ہیں کہ بندرت ملک کے وسیلے سے پیدا ہوئے پھر ہوا سے ان کے سروں پر پھول برسا ساتھ اس کے آواز نقارے اور قرنائے کی بھی آنے لگی ایک غوغائے عظیم آسمان سے اٹھا پھر تو تمام ستناپور قائل ہوا کہ یہ راجا پانڈ کے مقرر فرزند ہیں اور بھیکم پتامہ کہ ان کے باپ کا چچا تھا وہی شفقت سے ان کی پرورش و تربیت پر متوجہ ہوا چناں چہ بڑے بڑے پنڈت اور گنی ان کی تعلیم کے واسطے مقرر کیے مشاہرے بھی ان کے ٹھہرا دیے ازبس کہ پانڈوں کی طبیعت قابل تربیت تھی تھوڑے دنوں میں بہت سے علم سیکھ لیے بید پڑھے بلکہ فنون سپہ گری کے بھی اکثر حاصل کیے یہاں تک کہ نیزہ بازی و تیراندازی شمشیرزنی میں کامل ہوئے پر جدشٹر کہ سب سے بڑا تھا نپٹ خوش خو اور راست گو بلکہ نیک صفات و خوش اوقات مشہور ہوا۔

نظم

بہ سیرت فرشتہ بہ صورت قمر کسی نے کبھی دیکھا ہو ایسا بشر
تھے اوصاف نیک اس میں سرتا بہ پا بلا شبہ پُتلا تھا اخلاق کا
شب و روز رہتا تھا مصروفِ خیر نہ تھا اُس کی تدبیر میں دخل غیر
فقط اس کی طینت میں تھی راستی کجی اس کے سائے سے تھی بھاگتی
نہ پہنچا کسی کو ذرا اُس سے رنج وہ تھا چین و آرام کا ایک گنج

اور منجھلا جس کا نام بھیم سین تھا فنونِ کُشتی و گرز بازی میں طاق اور زور و قوت میں یگانۂ آفاق ہوا بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑتا جنگل ہاتھیوں کو دے دے ٹپکتا دلاوری و زور آوری میں نظیر نہ رکھتا تھا۔

نظم

کھڑا ہو کے جس جا پہ مارے وہ خم تہمتن کا واں ڈر سے ہو بند دم
کہاں تاب جو اُس کے سُن مکھ ہو گیو کہ بھاگے ہو دیکھ اس کی صورت کو دیو
گر اُس دم چڑھے ہاتھ اُس کے پہاڑ تو ایک حملے سے اس کو ڈالے اکھاڑ
جو میداں میں نکلے وہ گھوڑے کو داب تو ایک سخت شیروں کا زہرہ ہو آب
اگر مارے وہ آتشیں گرز کو تو سرمہ ہی کر دیوے البرز کو

اور ارجن کہ ان دونوں سے چھوٹا تھا علم تیر اندازی میں بڑے بڑے اُستادوں سے فوقیت لے گیا اور فن کمان داری کے نام وروں میں نامی ہوا۔ آخرش ہفت اقلیم میں اس کا چرچا پھیلا اور ملک ملک

شہرہ پڑا یہاں تلک کہ اُس کی مشق کی کتنی طرزوں کا آپ موجد ہوا چناں ایک تیر پھینک کر اس سے کتنے تیر نکالتا اور دشمنوں کو مارتا اگر چاہتا تو ان تیروں سے ایک پردہ سا بناتا دو بار اُن کا سدِ راہ کر دیتا اور جب ارادہ کرتا ایک تیر سے اس قدر آگ نکالتا کہ ہر تر و خشک کو جلا دیتا کسی وقت مینہ آندھی سمیت تیروں سے برساتا تھا اور دشمنوں کو خاک میں ملاتا احیاناً اگر اعدا کی طرف سے تیر آتے تو انھیں ہوا ہی پر اپنے تیروں سے کاٹ دیتا سوائے ان بانوں کے لڑائی کے میدان میں منتر کے زور سے کبھو بلند کبھی پست گاہے فربہ گاہے لاغر دشمنوں کو نظر آتا کسی وقت ڈراؤنی صورت بنا کر نمودار ہوتا کسی ساعت نظروں سے چھپ جاتا قصہ کوتاہ یہ علم ملائک سے خصوصیت رکھتا ہو کہ تیر پھینک کر منتروں کی قوت سے ایسے ایسے عجیب کارنمایاں دکھاویں اور ایک عالم کو دریائے حیرت میں ڈباویں۔ و الّا بشر کا یہ حوصلہ کہاں کہ ان عجائبات کا مظہر ہو لیکن ارجن سے بعید نہ جاننا چاہیے کہ وہ قدسی نژاد تھا۔

نظم

وہ جو ہاتھ میں لے وے تیر و کماں — تو کر دے پہاڑوں کو غربال ساں
اگر اُس کے ایک تیر کی کھائے چوٹ — تو سیمرغ ہو جائے بس لوٹ پوٹ
کبھو خالی پڑتا نہیں اُس کا وار — ہے تیر قضا کا سا اُس کا شعار
بجا ہو اُسے بان سے ہمسری — کہ پیکاں میں اس کے ہے آتش بھری

نکل اور سہدیو بھی اس کے سوتیلے بھائی فیل و اسپ وغیرہ کی

سواری میں اُستاد تھے ساتھ اُس کے طریقے نیزہ بازی اور تیغ زنی کے
بھی اُن کو یاد۔

ابیات

تھے تنہ زور ایسے وہ دونوں جواں	کہ کانپیں تھے دیکھ اُن کی صورت یلاں
جو رستم بھی سنے اُن کی للکار کو	وہیں پھینک دے ڈھال تلوار کو

غرض یہ پانچوں بھائی کسب و کمال میں کامل تر اور علم و فضل میں فاضل تر تھے۔ باوجودیکہ اس کے آپس میں یگانگی و یک جہتی اس مرتبہ رکھتے تھے گویا خالق نے ایک جان کو پانچ ٹکڑے کر پانچ قالب میں ڈالا ہو۔ اور ایک روح کو پانچ جسم سے علاقہ بخشتا ہو لیکن جدشٹر جو سب سے بڑا تھا چاروں اسی کو اپنا سردار و مختار کار جانتے تھے اور حکم اُس کا ہر ایک وقت مانتے تھے۔

نظم

رکھا جس نے بزرگوں کو رضامند	اُسی کے کھائیے بختوں کی سوگند
بڑوں کی اپنے جو کرتے ہیں خدمت	وہی پاویں گے دونوں جگ میں عزت
جھکا ہو جن کا سر پیش بزرگاں	بلند اُن کی کرے گا شان یزداں

اور جرجودھن بڑا بیٹا دھرتراشٹ کا اوصاف حمیدہ پانڈوں کے دیکھ دیکھ اور سُن سُن آتش خصومت میں جلتا تھا۔ خصوصاً بھیم سین کے زور و قوت کے معائنے سے تو دھواں اُس کے ہر بُن مو سے نکلتا تھا۔ از بس کہ دشمن کشی سلطنت کا ایک طریقہ ہے پانڈوں کے قتل کی تدبیر میں لگا چنانچہ بھیم سین کو سیر و شکار میں

اُس نے کئی بار زہر کھلایا۔ اور کئی مرتبے اُس کو سوتے پاکر ہاتھ پانو باندھ گنگا میں گرایا لیکن فضل الٰہی جو اُس کے شاملِ حال تھا دشمن کا کچھ چل نہ سکا۔ اور وہ جوں کا توں صحیح و سلامت رہا۔ دھرتراشٹ نے سب لڑکوں میں جدشٹر کو جو قابل پایا تھا۔ بنا بر اس کے اپنا ولی عہد کر کے امور سلطنت پر مختار کیا تھا۔ اس سبب سے جرجودھن کے دل میں آتشِ رشک زیادہ بھڑکی آخر باپ کو کہلا بھیجا کہ میں جدشٹر کی اطاعت کسی طرح نہیں کرنے کا اور جو یہ عرض پذیرا نہ ہوگی تو اپنے تئیں ضائع کروں گا دھرتراشٹ نے بیٹے کی خاطر سے آدھی سلطنت حوالے کی اور جدشٹر کو فرمایا کہ اپنے بھائیوں سمیت برناوے میں جاوے جرجودھن کو جو دشمنی دلی تھی جدشٹر کے جانے سے پہلے اپنے رفیقوں کو بھیجا کہ وہاں گوند رال چکٹ اور رسیوں سے گھر بناویں جب کہ پانڈوں اُس ملک میں پہنچیں اور رہنے لگیں تب قابو پاکر کسی وقت آگ لگا دیویں "تا وے سب کے سب جل کر راکھ ہو جاویں اُنھوں نے موافق اُس کے حکم کے عمل کیا لیکن پانڈوں وہاں پہنچتے ہی اُن کے مکر و فریب سے جو واقف ہو گئے ایک سرنگ اس گھر میں کھود رکھی اور کسی رات اُس گھر کو آگ لگا کر نقب کی راہ سے نکل گئے پر ایک عورت کہ نام اُس کا بھیل تھا اتفاقاً وہاں آنکلی تھی وہ اپنے پانچوں بیٹوں سمیت جل کر راکھ ہو گئی جرجودھن کے رفیقوں نے جانا کہ وے ہی پانچوں اپنی ماں سمیت جل بجھے یہ خوش خبری اُسے پہنچائی سنتے ہی اس کے بشاشت اُس کو آگئی۔ اور افسردگی جاتی رہی۔

جب پانڈوں نے اس جھلکے سے نجات پائی ایک جنگل میں پہنچ کر لباس ریاضت کا پہنا اور سیاحت اختیار کی جس تیرتھ میں پہنچتے پوجا کرتے جس جگہ دیو دو کو پاتے جان سے مارتے جہاں گنیڈے ارنے نظر آتے وہاں شکار کھیلتے آخر کنپلے میں پہنچے راجا دروپد وہاں کا راجا تھا بیٹی اس کی نہایت جمیلہ و شکیلہ اتھی دنوں جوان ہوئی تھی اور جوبن پر چڑھی تھی بنا بر اس کے راجا نے اپنے بزرگوں کے وتیرے پر اکثر راؤ راجے بلواکر ایک مجلس نشاط کی ترتیب دی جس کو وہ لڑکی پسند کرے اُسی کے ساتھ اس کو بیاہ دیویں ہندوؤں میں اس طور کو سیانبر کہتے ہیں۔ الغرض راجا نے ایک لمبی لکڑی پر سونے کی مچھلی باندھ کر میدان میں اس کو کھڑا کیا اور ایک بڑی دیگ تیل سے بھری ہوئی نیچے اُس کے چولھے پر دھروا دی۔ ساتھ اس کے ایک کمان بھی نہایت کڑی تیر سمیت پاس اُس کے رکھوا دی۔ اور یہ شرط کی کہ جو کوئی اس کمان کو کھینچ کر ایسا تیر مارے کہ مچھلی اس لکڑی پر سے دیگ میں آن پڑے اُسی کے ساتھ اس لڑکی کو بیاہ دوں اور اپنی دامادی میں لوں۔ جتنے راؤ راجا کہ اس ارادے پر آئے تھے اس میدان میں خفیف ہوئے یہ شرط بجا نہ لا سکے۔ یہ پانچوں بھائی بھی فقیروں کی مانند ایک کونے میں بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے۔ ارجن کے جی میں جو کچھ آیا تیر و کمان اٹھا کر ایسا ہی ایک تیر مارا کہ وہ مچھلی لکڑی پر سے جدی ہوکر اُس دیگ میں آپڑی دیکھیں راجا دروپد کی بیٹی دروپدی کو اُس دنگل سے لے گیا۔

اور داغ حسرت کا اُس کے طالبوں کے دل پر دے گیا تماشائی اُس
کی زور آوری اور پھرتی دیکھ کر بھچک رہ گئے کسی کو جرأت نہ ہوئی
کہ اُس سے مقابلہ کرے القصہ اُس لڑکی کے نصیبوں میں بدا تھا کہ
پانچ مردوں سے اس کا عقد ہو نہا پر اس کے پانچوں بھائیوں نے اپنی
ماں کے حکم کے بہ موجب بیاہ کیا اور ستّر ستّر دن کی باری مقرر کی
یہ خبر جو ہستنا پور میں پہنچی کہ راجا پانڈ کے بیٹے جیتے جاگتے ہیں
اور راجا دروپد کی بیٹی ان کے ساتھ بیاہی گئی ہے دھرتراشٹ نے
اپنے ارکان دولت کی صلاح سے کچھ لوگ بھیج کر اُن کو بُلا بھیجا اور
بہ دستور سابق آدھا ملک جرجودھن پر بحال رکھا اور آدھا ان کے حوالے
کیا لیکن طرفین سے قول و قسم لیے کہ آپس میں ربط و اخلاص رکھیں
اور ملے جُلے رہیں پھر اُن کو رخصت کیا اور فرمایا کہ شہر اندر پرست
میں جمنا کے کنارے جاکر رہیں یہ وہیں جاکر مقیم ہوئے - وہی
ثانیاً حال دلی کر مشہور ہوا۔ قصّہ کوتاہ راجا جدشٹر کاروبار ملکی و مالی میں
لگا سوائے اس کے بہ قوتِ تدبیر و بہ زورِ شمشیر اکثر ملک لیے۔
اور بہتیرے سرکش زیر کیے جب سلطنت نے اس کی بہت رونق
پکڑی اور دولت ات گت ہوئی راجسوجگ کہ اُس کے آبا و اجداد
کو کبھی میسر نہ ہوا تھا اُس نے بہ خوبی اُس کو اتمام کو پہنچایا اور راجسوجگ ہندوؤں
کی اصطلاح میں ایک بڑی تپشا ہے بیان اُس کا یوں ہے کہ انواع و اقسام کے کھانے
پکوا کر کئی ہزار برہمنوں کو سونے رُوپے کے باسنوں سمیت بخشے اور
دکھنتیں بڑھ طرح بہ طرح کی غذائیں اور خوشبوئیں سوائے اس
کے اجناس نفیس و بیش قیمت آگ میں جلائے پر عمدہ ترین اس
جگ کی شرطوں میں یہ شرط ہے کہ تمام روئے زمین کے راجا وہاں

جمع ہوویں بلکہ سارے کام کاج اپنے ذمے لیویں یہاں تک کہ پانی بھریں باسن دھوویں کھانے پکاویں پھر ایسا سامان اسی کو پھبتا ہو جو حاکم ہفت اقلیم ہو سو راجا جدشٹر کو خدا نے کیا تھا کہ تمام جہان کے حاکم اس کے محکوم تھے اس سبب یہ جگ اس سے خاطر خواہ سرانجام ہوا اور اس کا تمام روے زمین میں نام ہوا - جرجودھن بھی اس جگ کے کاروبار میں آکر اس کا شریک ہوا تھا جب اس کی سلطنت کی یہ کچھ ترقی اور دولت میں اس قدر زیادتی دیکھی آتش حسرت اس کے سینے میں بھڑکی اور عداوت کہنہ گئی ہوئی نئے سر سے آئی اس وقت تو رخصت ہوکر ہستناپور میں آیا اور رفیقوں سے اپنے دل پر جو وہاں گزری تھی اسے بیان کیا آخر جدشٹر کی بنیاد سلطنت اکھاڑنے کے لیے اور خانۂ دولت اجاڑنے کے واسطے مشورت کرنے لگا یہ ٹھہری کہ مجلس قمار کی مقرر کیجیے اور دغابازی کی چوپڑ بچھائیے تا ملک و مال اس کا اس حیلے سے ہاتھ لگے - قصہ کوتاہ اس کو لطائف حیل سے بلوا بھیجا بعد ملاقات کے دیر تلک اختلاط رہا پھر جوئے کا چرچا پھیلا اور ہار جیت کا بازار گرم ہوا جدشٹر کی قسمت میں سرگردانی اور بھائیوں سمیت پریشانی جو بدی تھی اس کے دیدۂ عقل کے آگے پردہ پڑ گیا اور بھلا برا سوچنے سے رہ گیا باوجود اس عقل و دانش کے ان کے دم میں آگیا اور اپنے تئیں دام فریب میں پھنسایا آخرالامر تمام نقد و جنس و جواہر و خزائن و دفائن ہار دیے بلکہ جتنا اسباب سلطنت اور تجمل بادشاہت تھا ایک نشست دشمن نے جیت لیا اور یہ ہاتھ جھاڑ بیٹھا -

ابیات

جی سے وہ ہوا جوئے پہ مائل — بالکل ہوئی عقل اُس کی زائل
ٹک پاس رہا نہ آبرو کا — دانائی میں ایک تھا یہ چوکا
دشمن نے دغا کا جال مارا — یک دست وہ سلطنت کو ہارا
دولت تھی جہاں تلک گنوائی — دی ہاتھ سے مفت پادشاہی
یہ مو سے قمار کی ہوا مست — ہار اٹھا وہ گھر کا گھر زر و بست
ٹک بھی نہ ریاست اپنی تھامی — ماٹی میں ملائی نیک نامی
بختوں کی تھی صرف اُس کے شامت — ایک مرتبہ جو بگڑ گئی مت
اقبال نے چھوڑا اُس کا داماں — ادبار نے آلیا گریباں
گھر پر پڑی دفعۃً تباہی — جاتی رہی صاحبی و شاہی

اس پر بھی اکتفا نہ کیا کھیلنے سے باز نہ رہا اس قدر مبہوت ہوا کہ چاروں بھائیوں کو بعد اس کے اپنے تئیں پھر درمپدی کو نوبت بہ نوبت ہار گیا فی الواقع کار بد کا انجام بھی بد ہو۔ یکے نقصانِ مایہ دگر شماتتِ ہمسایہ + حیف ہو کہ ایسا نیک نام یوں بدنام ہووے اور اپنا مال و منال ناحق کھووے۔

بیت

تماشائی جتنے تھے چھوٹے بڑے — وہ گرداب حیرت میں یک سر پڑے

اس وقت دساسن جرجودھن کا بھائی بد طینتی سے درمپدی کو جھونٹوں سے گھسیٹتا اور اول قول بکتا اس مجلس میں لایا۔ حسب الامر جرجودھن کے چاہتا تھا کہ ننگا کرے اور وہ حیض سے تھی خدا کی درگاہ میں اُس نے اپنے ستر پردے کے لیے دعا

کی وہ نصیں مستجاب ہوئی چناں چہ اُس بےحیا نے جو کپڑا اس کے
بدن سے اتارا دوسرا فی الفور اُس کے تن پر غیب سے موجود ہوا اسی
عنوان دیر تلک وہ چھینا کیا اور دا'تا اُس کو دیا کیا آخر اس اینچا کھینچ
سے ہاتھ اُس نے کھینچا شرمندگی سے گریبان میں منہ ڈال لیا ۔ اس
سے حاضرانِ مجلس پر عجب حالت طاری ہوئی سبھوں نے مارے شرم کے
اپنی آنکھیں موند لیں اور جرجودھن و ساسن کو ان کے رفیقوں سمیت
سیکڑوں باتیں کہیں لیکن وہ بےغیرت کچھ خاطر میں نہ لایا اور
افعالِ بد سے ہاتھ نہ اٹھایا ۔ بلکہ یہ بات ٹھہرائی کہ ایک بازی اور
کھیلیں اگر جدشٹر جیتے تو اپنا سارا مال و دولت سلطنت بلکہ جو کچھ
ہارا ہے سب کا سب پھیر لیوے نہیں تو بھائیوں سمیت بارہ برس
تلک جنگل میں گزران کرے تیرھویں برس بستی میں آوے لیکن چھپا رہے
احیاناً اگر سالِ معہود میں نمود ہووے تو پھر بارہ برس تلک بہ دستور
بادیہ نشین رہے جدشٹر کا تو شعور جا ہی چکا تھا جو کھلا رہا تھا اس
شرط پر بھی کھیلا اور پھر ہارا بعد اس کے اپنے وعدے پر بھائیوں
سمیت درو پدی کو لیے مستعد بادیہ پیمائی کا ہوا اُس وقت کرن نام
ایک شخص پانڈوں کا بڑا بدخواہ ہنسی سے بولا کہ ای درو پدی اِن
کے ساتھ کیوں جاتی ہو راجا جرجودھن کی خدمت میں رہ وہ تجھے
ایسے شخص سے بیاہ دے گا کہ جوئے میں تیرے تئیں نہ ہارے گا
پھر وساسن بھی تمسخر سے کہنے لگا کہ راجا پانڈ کے بیٹے
خواجہ سراؤں کے حکم میں ہیں ساتھ ان کے مت جا اور ہم میں
سے جس کو چاہے قبول کر کہ آسودگی سے تیری اوقات کٹے ۔ الغرض

یہ کم ظرف ایسی ایسی سبک باتیں کہہ کر آپس میں ہنستے تھے اور وہ بچارے خجالت سے اپنے سر نیچے کیے تھے مگر بھیم سین نے چاہا تھا کہ انتقام لے اور ان ہرزہ گوؤں کو خوب سی سزا دے راجا جدشٹر نے اجازت نہ دی آخر ہستناپور سے نکلے اور جنگل کی راہ لی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت بھونچال آیا اور رعد و برق بدون ابر کے نمایاں ہوئے اور ایک تارا کمال ہیبت سے آسمان پر سے ٹوٹ کر ہستناپور کی اطراف میں پھرا صحرائی جانور بستی میں آئے گیدڑ بازاروں میں دن دہیے آکر چلاّئے کرگس گھروں کے دروازوں پر بولے گل نیلوفر درختوں پر پھولے درخت بے موسم پھلے گائے گدھی کا بچہ جنی بلکہ اکثر حیوانوں سے بچے غیر جنس پیدا ہوئے۔ یہ حالت دیکھ کر اکثر شگنیوں اور نجومیوں نے کہا ان حالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے دنوں میں دھرتراشٹ کے بیٹوں پر ایک بڑا صدمہ پڑے گا بلکہ نام و نشان اُن کا نہ رہے گا۔ قصہ کوتاہ پانڈوں نے بہت سے جنگل طے کیے ندان کاکک بن میں اپنا رہنا مقرر کیا کئی برس کے بعد ارجن تپشا کے زور سے اندر لوک میں گیا۔ اور راجا جدشٹر باقی بھائیوں سمیت تمام مندروں اور تیرتھوں میں پوجا تپشا کرتا پھرا۔ ساتھ اس کے ایک جہان کو دید کیا۔ ارجن بھی اس کے پانچ برس بعد تیراندازی کے فنون رہے سہے اور بھی فرشتوں سے سیکھ کر اسباب تجمل و حشم ساتھ لے آن ملا۔ الغرض پانڈوں نے بارہ برس بیابان میں بڑی محنت اور مشقت سے گزران کی عجیب و غریب صدمے اُن کو پہنچے۔ اور طرفہ طرفہ سانحے انھوں نے دیکھے آخرکار تیرھویں

برس شہر بیراٹ میں آئے اور اپنے نام تبدیل کرکے راجا بیراٹ کی سرکار میں نوکر ہوئے جرجودھن کے رفیقوں نے ہر چند اُن کو ڈھونڈھا پر کھوج بھی نہ پایا جب تیرھواں برس تمام ہوا تب انھوں نے اپنے تئیں ظاہر کیا اور جرجودھن کو کہلا بھیجا کہ مہربانی کیجیے اور ہمارے حصّے کا ملک ہم کو دیجیے۔ اُس نے غرور و نخوت سے قبول نہ کیا پھر انھوں نے پیغام بھیجا کہ ہم پانچ بھائیوں کی گزران کے لیے پانچ محال یعنی کیتھل۔ کرنال۔ اندری، سونا وہ۔ اندرپرست ملیں تو اسی پر قناعت کریں پرخاش کا ارادہ نہ کریں جرجودھن نے نہایت جہالت و رعونت سے اس مقدمۂ سہل پر بھی صلح نہ مانی اور لڑائی ٹھانی۔ جن جن راؤ راجاؤں سے ارتباط و اتحاد تھا اطراف و اکناف سے اُن کو بُلایا اور راجا جدشٹر نے بھی اپنے خویش و اقربا یار و مددگار کہ فرماں روائے ممالک تھے طلب کیے۔ تھوڑے دنوں میں سرداران نام دار بے شمار کروڑوں پیادے لاکھوں سوار بلکہ بڑے بڑے دلاور راوت چھتری سورساونت اسباب جنگی و تجملات حربی ساتھ لیے دونوں طرف آکر جمع ہوئے مشہور ہے کہ اس قدر سپاہ کی کثرت اور فوج کی بہتایت کسی لڑائی میں نہیں ہوئی اور نہ ہوگی نہ اگلوں نے دیکھی نہ پچھلے دیکھیں گے۔

نظم

یہ فوجوں کا انبوہ آخر ہوا ۔۔۔ نہ خالی رہی تل برابر بھی جا
پھرے سر بسر سارے دشت و جبل ۔۔۔ کہے تو کہ اُڈا تھا ایک ٹیڈی دل

زمیں پر یہ کچھ بوجھ اس دم پڑا کہ گاوِ زمیں کا بھی سر جھک گیا
بیاں کیجیے کیا بھیڑ کے روپ کو کہ جاگہ زمیں پر نہ تھی دھوپ کو
سوار اور پیادے گنیں جائیں کب کسے ہو شمار کواکب کا ڈھب
یہ انبوہ حیوان و انسان کا جو دیکھا شط و دشت نے یوں کہا
اناج ایک طرف خوف ہو یہ پڑا نہ پڑ جائے قحط آب اور کاہ کا

قصہ کوتاہ کور کھیت کا میدان کہ اب وہ تھانیسر کر کے مشہور ہے ہندوؤں کے نزدیک قدیم تیرتھ اور بڑا معبد ہے بلکہ علما ان کے کہتے ہیں کہ برمھا اسی جاگہ محض خدا کی قدرت سے بے واسطہ گل نیلوفر سے پیدا ہوا۔ اور خالق حقیقی کے حکم سے اس عالم کون و فساد کو اس نے خلق کیا۔ بنا بر اس کے اس گروہ کا اعتقاد یہ ہے کہ جو کوئی بشر اپنی جان اس مکان میں دیوے وہ اس جہان میں دوبارہ نہ جنم لیوے۔ اور عاقبت میں بہشت کے بیچ عمدہ تر ین مکان پاوے۔ انھوں نے بھی سمجھ کر رزم گاہ وہیں چالیس کوس کے عرصے تک مقرر کی پھر طرفین سے سوار و پیادے کے غول کے غول اور غٹ کے غٹ پرے کے پرے نمود ہوئے گرد و غبار اس قدر اڑا کہ زمین و آسمان نظر آنے سے رہ گیا کوس حربی کی آواز بلند ہوئی۔ اور طبل جنگی کی صدا پیہم آنے لگی۔ نقیب پکارنے لگے اور کڑکھیت للکارنے سور ساونت ہتھیار سجنے لگے۔ اور مارو ہر طرف بجنے لگے۔ بوق، صور دم کی صدا سے رعد تھرا اٹھا اور بہادروں کے نعرے سن کر جلاد فلک کانپ گیا۔

نظم

اکٹھی ہوئی تھی یہ کچھ وہاں سپاہ
عطارد جو گنتا اسے سال و ماہ

چہارم بھی اس کا نہ ہوتا تمام
وہ رکھ دیتا کلکِ قلم لا کلام

بیاباں میں جدھر کو جاوے نظر
سپاہی سوا کچھ نہ آوے نظر

زرہ پوشوں کا اس طرح تھا ہجوم
کہ جیسے گھٹا آئے ساون کی جھوم

کریں اُن کی تعداد کس پر قیاس
کہ دیکھی نہیں اتنی جنگل میں گھاس

لگی پھٹنے دھرتی اس زور سے
کہ ارض و سما بھر گئے شور سے

ہوا اس قدر کوس جنگی کا شور
صدا پہنچی ڈنکے کی گردوں سے دور

جو نالہ فلک پر گیا بوق کا
جگر ہو گیا آب عیوق کا

جوانوں کی ڈھالیں کھڑکنے لگیں
شجاعوں کی تیغیں چمکنے لگیں

الغرض پانڈوں نے اپنے لشکر کے سات حصے کیے ایک فوج آگے رکھی ایک پیچھے ایک داہنے ایک بائیں ایک بیچ میں ایک غول داہنی طرف کی سپاہ کا کمکی اور ایک بائیں طرف کی سپاہ کا پھر لڑائی شروع کی پہلے بھیم سین نے رزم گاہ میں آکر ایک ایسا نعرہ مارا کہ جگر یلانِ فیل تن کا تڑک گیا اور دل بہادرانِ شیر افگن کا دھڑک گیا۔ ہاتھی اکثر چنگھاڑ مار بھاگے اور گھوڑے سواروں سمیت بے شمار بھاگے۔ پھر اس دیو پیکر نے اپنا گرزِ گراں پھرا پھرا کر ایسا مارا کہ ایک ضرب سے کتنے عرابہ سوار عرابوں سمیت خاک برابر کر دیے اور کتنے ہی شہ زور جوان باہم ٹکرا کر مار لیے پھر جو لپکا تو بہت سے ہاتھی گھوڑے سواروں سمیت قوتِ بازو سے اٹھا اٹھا اس زور سے زمین پر پٹکے کہ اُن کی ایک ہڈی بھی

تابوت نہ رہی بلکہ یہ بھی دریافت نہ ہوا کہ انھیں آسمان کھا گیا یا زمین کھا گئی۔

نظم

وہ میداں میں یوں آیا نعرہ کناں | کہ جوں دوڑتا آئے شیر ژیاں
جسے تھا وہ لڑنے کو للکارتا | وہ اپنے تئیں آپ ہی مارتا
یہ صدمہ تھا اس دیو کے گرز کا | جسد چور کرتا فرامرز کا
حضور اُس کے حیوان و انسان سے | جو آیا وہ جاتا رہا جان سے
یہ مارے سوار اُس نے گھوڑوں سمیت | کہ یک سر بھر اکشتگاں سے وہ کھیت

پھر ارجن بھی جیسے بھوکا شیر بکریوں کے گلے میں گھستا ہو اس طرح سے فوج مخالف میں بیٹھا ہزاروں کو اپنے عقاب تیر کا طعمہ کیا اور سیکڑوں کو شمشیر آب دار سے خاک میں سُلا دیا۔ نہاں کشتوں کے انبار لگا دیئے اور لاشوں سے پہاڑ بنا دیے۔

نظم

لگا تیر مستک پہ اس کا اگر | تو نکلا وہ ہاتھی کی دُم سے اُدھر
جدھر کھینچ تلوار حملہ کیا | اُدھر کی صفوں کو اُلٹ ہی دیا
لگا جس کے تلوار کا اُس کی وار | نہ لی سانس بھی اُس نے پھر ایک بار
لگی کانپنے پھر تو ساری کٹک | گری لاش پہ لاش کوسوں تلک
نہ تھی اتنی جا گہہ کہ رکھیے قدم | کہ کشتوں کے تھے جا بہ جا وہاں اٹم

غرض اسی طرح ہر ایک دلاور نے ترک تازی و جاں بازی کی۔ شجاعت و سپہ گری کی داد دی اور جرجودھن نے بھی اپنے لشکر

کی صفوں کو آراستہ کر کے کئی حلقے فیلانِ جنگی کے طلب کیے اور ٹھہرایا کہ ہر ہاتھی کے پیچھے پچاس سوار مسلح و مکمل اور ان کے عقب ہزار پیادے تلوریے بے پدل مستعد رہیں جب کہ ہاتھی فوج مخالف پر پیلے جائیں یہ ان سے لگے چلے آئیں جس وقت متصل پہنچیں یک بارہ ہلا کریں اور تلواروں تلے دھر لیں لیکن سردار و مختار سپاہ کا بھیکم پتامہ و دروان اچارج و کرن و وساسن و شکس کو کیا اور انھی کی صلاح سے پانچ غول بنا کر چڑھ کھڑا ہوا اُس کے ساتھ بھی بڑے بڑے بل دلاور۔ کوہ پیکر۔ قوت میں فیل مست سے زور آور۔ شجاعت میں شیر شرزہ سے بالاتر تلوار جن کی عرش میں جھولتی تھی۔ دیکھے سے اُن کے رونگٹے تنوں کی شریت کھولتی تھی۔ میدانِ کارزار میں آتے ہی پہلے تو انھوں نے تیراندازی و نیزہ بازی جیسی چاہیے ویسی کی کہ ہر دشمن و دوست کے منہ سے بے اختیار واہ واہ کی صدا نکلی پھر سونت سونت تلواریں پل پڑے بہتیرے نامی جوان لہو میں نہلا دیے۔ اور کتنے ہی پہلوان مارے تلواروں کے بچھا دیے پانڈوں کی سپاہ گھونگھٹ کھا چلی۔ بلکہ بعضی بعضی صف کائی سی پھٹ گئی۔

نظم

اُدھر سے کبھی جب حملہ آور ہوئے
تہ تیغ اِدھر کے بھی اکثر ہوئے
یہ نزدیک تھا پانڈوں کی سپاہ
تزلزل میں آجائے اور ہو تباہ
جدشٹر کے اقبال سے تھم گئی
جہاں کے تہاں بارے کچھ جم گئی
و لے کوروں کے رفیقوں نے بھی
نہ کی ایک ذرا سستی میں کمی

خصوصاً بھیکم پتامہ ایسا لڑا کہ کوئی اُس کا سامنا نہ کر سکا ہر روز اُس کے ہاتھ سے ہزاروں جوان نامی کامی مارے جاتے تھے اور زخم تو اس کے ہاتھ کا لاکھوں ہی کھاتے تھے۔ غرض دس دن کے عرصے میں اُس نے لاکھوں سوار پیادے خاک و خون میں سُلا دیے اور لہو کے دریا میدان وغا میں بہا دیے۔

نظم

لڑا اس قدر وہ بہادر دلیر ... لگا ہی دیے رن میں کُشتوں کے ڈھیر
کہاں تک نہ ہو زور کا اُس کے غل ... کہ باندھے شہ خوں پہ لاشوں کے پُل
وہ شیر وغا جس طرف پل گیا ... اگر کوہ تھا اُس طرف ہل گیا
جو ہاتھی پہ ایک ہاتھ اُس کا لگا ... تو وہ کوہ پیکر بھی دو ہی ہوا
پیادے ہزاروں ہزاروں سوار ... لیے اُن نے بس ایک حملے میں مار

پھر تو آتشِ جدال و قتال نہایت بھڑکی دھوآں اس کا ایسا گھٹ گیا کہ اپنا بیگانہ سوجھنے سے رہ گیا۔ بیٹا باپ کے سامنے ہوا۔ اور بھتیجے نے چچا سے مقابلہ کیا۔ بھانجا ماموں سے لڑنے لگا۔ بھائی بھائی کا قاتل بن گیا۔ شاگرد استاد پہ دوڑ پڑا۔ چیلا گرو کے منہ چڑھا آخر کار نزدیک کا ہتھیار باہم چلنے لگا۔ ملک الموت کا بازار گرم ہوا لاش پہ لاش پڑ گئی اور تمام رزم گاہ کشتوں سے بھر گئی۔ لہو کا دریا زور شور سے بہنے لگا۔ گرد و غبار نام کو کہیں نہ رہا۔ غازیانِ طرفین کی بہادری و دلاوری دیکھ کر شیر آسمان کا زہرہ پانی ہو کر بہہ گیا۔ اور جلادِ فلک بے تکا بکا سا رہ گیا۔ جہاں تک پیکِ نظر جاتے تھے۔ اجسام

پارہ پارہ ہی نظر آتے تھے۔ اور جس جگہ رزم گاہ میں پانْو رکھتے تھے اعضائے کشتگان کچلے جاتے تھے۔ ہتھیار مقتولوں کے اس کثرت سے گرے کہ رَن میں کتنے آہنی پہاڑ بن گئے اور زیور کی بھی یہ بہتات ہوئی کہ قطعے وہاں کی زمین کے گنگا جمنی ہو گئے۔ بس کہ کشتوں کے گوشت و خون کی باس ہوا کے سبب جو دور دور تک پہنچی طائر مُردہ خوار بے شمار کھیت میں اُتر کر خوب سیر ہوئے۔ اور چنگال و منقار اپنے من مانتے بھر لیے۔ اور جانورانِ صحرائی بھی مانند کفتار و شغال مُردوں کا گوشت کھا کھا تن گئے۔ بڑے بڑے پنڈت اور بید خواں کہتے ہیں کہ جہاں دس ہزار جوان کھیت آتے ہیں وہاں ایک دھڑ بن سر کا اور ایک سر بن دھڑ کا رقص کناں و نعرہ زناں پھرتا ہے۔ پھر اس لڑائی میں تو ہزاروں لاکھوں مارے گئے تھے کتنے ہی تن ہائے بے سر اور سر ہائے بے پیکر رقصاں و دواں پھرتے تھے۔ ساتھ اس کے آواز بزن بکش کی ہر طرف سے آتی تھی۔ اور اس کی ہیبت سے سننے والوں کی جان چلی جاتی تھی۔

نظم

لڑائی کی سب کو پھر آئی امنگ — ہوا خوب ہی گرم بازار جنگ
صفوں سے بہم تیر چلنے لگے — لہو کے فوارے اچھلنے لگے
لگا ایک کو ایک للکارنے — پدر کو پسر کو لگا مارنے
نداں ان میں تلوار ایسی چلی — کہ افلاک میں بھی پڑی کھلبلی
جہاں تک تھے آپس میں لڑ لڑ موئے — ہر اک سمت کشتوں کے پشتے ہوئے

ہوا بحر خون دشت میں موج زن   اور اس میں لگے تڑپنے کشتوں کے تن
چلی آتی تھی وہ بہ زن کی صدا   شب و روز رن بولتا تھا پڑا

قصہ کوتاہ اٹھارہ دن تلک بازار قتال علی الاتصال گرم رہا۔ اور ہتھیار آپس میں چلا کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ طرفین کے بہادروں کی دلاوری و بہادری کی تعریف و توصیف احاطۂ تحریر و تقریر سے باہر ہے گونیدے کی کیا طاقت جو بیان کرے۔ اور لکھنے والے کی کیا قدرت کہ لکھ سکے لیکن فتح نامہ دبیرانِ قضا و قدر نے جو راجا جدھشٹر کے نام پر لکھا تھا بنا بر اس کے اپنے اقبال کی یاوری و کد سے۔ اور طالع کی یاری و مدد سے۔ لڑائی مار چلائی۔ جرجودھن۔ بھیم سین کے ہاتھ بُری طرح سے مارا گیا۔ اور اپنے اعمالِ بد کی سزا کو پہنچا۔ اور اُس کے بھائی بندوں کے بھی بند بند جُدے ہوئے۔ اور کتنے کی موت موئے۔ قصہ مختصر طرفین کے لشکر میں اٹھانوے لاکھ، اڑتالیس ہزار ایک سو ساٹھ سوار و پیادے کی بھیڑ کہ سوائے ہاتھی گھوڑے اونٹ کے تھی اس میں سے ہمہ جہت گیارہ آدمی جیتے بچے پانچ تو یہ بھائی اور چھ شخص اور سوائے ان کے سب کے سب حیوان و انسان کھیت رہے واقعی تو یہ ہے کہ اتنی فوج کی کثرت اور کشت و خون کی شدت کسی لڑائی میں جب سے کہ خلقت آدم ہے آج تک نہیں ہوئی۔ اور کسی مورخ نے اس طرح کی جنگ و جدل دوسری کسی تاریخ میں ثبت نہیں کی حقا کہ نوع انسان میں عجیب حادثہ ہوا اور اکثر اطراف میں ماتم پڑا۔ ہزاروں مائیں اپنے بیٹوں کو رو بیٹھیں اور لاکھوں عورتیں اپنے خاوندوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اُن کے

رونے پیٹنے کا شور و غوغا یہ بلند ہوا کہ فلک ہفتمیں تلک پہنچا۔ اور اس قدر خونِ جگر آنکھوں سے جاری ہوا کہ ایک دریاے عظیم بہہ چلا۔ بلکہ کتنی رنڈیاں شدّتِ غم سے ہلاک ہوگئیں۔ اور بہتیری جل کر خاک ہوگئیں۔ اکثروں نے کھانے پینے سے ہاتھ اٹھایا۔ ہزاروں نے اپنے تئیں کوٹھوں کے تلے گرایا۔

رباعی

یہ شور و فغاں جہاں کے بیچ ہوا تھی صبح و مسا گریہ و زاری کی صدا۔
آواز سُنی جاتی تھی کان پڑی جن روز نشورِ حشر ایسا برپا تھا

جب فتح کے بعد راجا جدھشٹر نے یہ احوال دیکھا نہایت متاسف ہوا خصوصاً خویش و اقربا کے مارے جانے سے اور دوستوں کے سر کٹانے سے۔ مربیوں مرشدوں استادوں کے جی کھپانے سے۔ یہ مرتبہ نادم تھا بلکہ حیاتِ مستعار کی بے بقائی اور دنیا کی بیوفائی باقی ماندوں کی کم ثباتی کا دھیان کرکے چاہتا تھا کہ ملک و مال سے ہاتھ اٹھاوے اور ریاست چھوڑ کر گوشۂ ریاضت پکڑے کہ اس گناہِ عظیم کی مکافات عاقبت میں نہ ہو لیکن بھیکم پتامہ نے حالتِ نزع میں نصیحت کی کہ زنہار سلطنت کو ہاتھ سے نہ کھونا۔ اور بادشاہت سے کنارہ کش نہ ہونا۔ ہاں مردم آزاری نہ کرنا۔ اور رعیت پروری پہ دھیان دھرنا کہ بادشاہوں کو اس کے ترک میں عذاب ہے اور بجالانے میں ثواب۔ بعد اس کے کسی وضع کی خیرات اور کئی قسم کے تصدقات بتلا دیے تفصیل ان کی اس فن کی پوتھیوں میں لکھی ہے راجا جدھشٹر نے بھی اس بزرگ کے کہنے پہ عمل کیا۔ اور انتظامِ امورِ سلطنت پہ دھیان دھرا پہلے

تو راجا دھرتراشٹ کی خدمت میں ہستناپور کے بیچ آیا اور جرجودھن کا اس کے بھائیوں سمیت پرسہ دیا بہت سی معذرت کی بعد اس کے چچا کی اجازت سے راج پر بیٹھا۔ ملکی مالی مقدمات کو انتظام دینے لگا اور چاروں بھائیوں کے اتفاق و معاونت سے چند روز میں ہفت اقلیم پر قبضہ کیا اور روئے زمین کے سلاطین پر غالب ہوا۔

رُباعی

سرکش جو تھے اُن کا سر جھکایا اس نے — شیروں کو شغال کر دکھایا اُس نے
آباد نہ ہو تمام عالم کیوں کر — ہر ایک خرابے کو بسایا اس نے

لیکن بیاس دیو نے جو کہا تھا کہ جگ اسمید کے بجالانے سے بھائیوں کے مارے جانے کا قلق و تکدر دل پہ ہے بالکل رفع ہو جائے گا اور گناہوں کے کفارے کو بھی یہی کفایت کرے گا جگ اسمید ہندوؤں کے نزدیک ایک عبادت خاص کو کہتے ہیں طریقہ اس کا یہ ہے کہ ربع مسکون کے عمل کرنے کے ارادے پر گھوڑا کہ کتنے اوصاف رکھتا ہو اس کو مطلق العنان کر چھوڑ دیتے ہیں اور ایک لشکر عظیم و فوج سنگین اُس کے عقب تعین کرتے ہیں۔ گھوڑا جدھر چاہے ٹپا پھرے ہر شہر کا حاکم رئیس کہ اُس کے آنے سے مطلع ہو چاہیے کہ استقبال کو نکلے اور کچھ پیش کش دے احیاناً اگر کہیں کا حاکم یہ امر بجا نہ لاوے اور پھر جاوے تو سردار فوج کو لازم ہے کہ گھوڑا وہیں باندھ کر اس کو تنبیہ قرار واقعی کرے۔ حاصل یہ ہے کہ حکام روئے زمین سے نال بندی لیتا ہوا اپنے مکان میں پہنچے لیکن یہ جگ اس سے ادا ہو جو حکم راں

ہفت اقلیم کا ہو سو راجا جدشٹر تھا بنا بر اس کے بے دغدغہ جگ امید کے بجا لانے پر مستعد ہوکر تیاری کی اور ایک گھوڑا بھی اسی رنگ کا بہم پہنچایا اور اسی روپے پر چھوڑ دیا عقب اس کے ارجن کو ایک فوج قاہرہ دے کر متعین کیا۔ اسپ مذکور جس ملک میں کہ پہنچا وہاں کا حاکم پیشوا لینے کو آتا اور اطاعت قبول کرتا کسی کو مقدور نہ ہوا کہ سرتابی کر سکے اور نذرِ معین میں کمی کرے۔

ابیات

جس جگہ جاتا وہ اسپ خوش خرام — چومتا اس کے قدم ہر خاص و عام
وہاں کا حاکم پیش کش گزرانتا — اس کا آنا فخر اپنا جانتا
ملک اس کے گو کہ تھا زیرِ نگیں — پر وہ بن جاتا غلام کم ترین

القصہ ایک برس کے بعد ارجن مع اسپ و فوج سیر ربع مسکوں سے فراغت پا اور شاہانِ ہفت کشور کو اپنا فرمان بردار بنا نقد و جنس بے انتہا ساتھ لیے جدشٹر کی خدمت میں مشرف ہوا اور روے زمین کے سلاطین کے مطیع ہونے کی خبر پہنچائی راجا نہایت خوش وقت ہوا اور مال دولت برہمنوں محتاجوں کو ایسا بخشا کہ ہر ایک تونگری کے مرتبے کو پہنچا اور بے نیاز ہوا۔

رباعی

مال و زر و سیم اس نے یہاں تک بخشا — کرنے لگا راج ہر برہمن بھوکا
قارون سا ہوا جہاں میں ہر ایک گدا — کیا دان کرے کوئی کہ منگتا نہ رہا

بعد اس کے امورِ سلطنت و حکومت کو خاطر خواہ انتظام دیا اور نورِ عدل

و انصاف سے جہان کو روشن کیا۔ سوا د ظلم ہفت اقلیم میں کہیں باقی نہ رکھا خاص و عام سپاہ و رعیت کے کمال آسودہ ہوئے اور چین کرنے لگے۔ اہل حرفہ و صناع اپنے کسب و اکتساب کی بہ دولت مرفہ احوال ہوئے سوداگر مہاجن اپنی تجارت و سود کے نفعے سے مالا مال۔ اس کے وقت میں مینہ اپنے وقت پر برسا کیا کال کبھی نہ پڑا۔ زراعت افراط سے ہوا کی۔ زمین اناج سے بوجھوں موا کی۔ درخت میوہ دار بہ خوبی پھلا کیے پھول اقسام کے کثرت سے پھولا کیے۔ وحش و طیر بھی دشت و باغ میں کلانچے بھرتے کلولیں کرتے تھے۔ گزندے درندے سے مطلق نہ ڈرتے تھے۔ جوگی جتی تپشی سنی ہر ایک اپنی اپنی تپشا اور جوگ میں فراغت سے لگا ہوا۔ پنڈت کبیشر جوتکی بلکہ ہر ایک گنی طالب علم مشغول اپنے کام میں سدا۔

بیت

کسی کو نہ تھا عہد میں اُس کے دُکھ ہر ایک شخص کرتا تھا دن رات سُکھ

چوری اور رہ زنی فساد عناد جھگڑا قضیہ جہان سے اُٹھ گیا تھا محبت شفقت اختلاط ارتباط آپس میں دن بہ دن بڑھتا جاتا تھا شہری بیابانی بحری بری مدام چین کرتے تھے۔ ضعیف و ناتواں کسی شہ زور و پہلوان سے نہ ڈرتے تھے۔

بیت

کسی کے نہ تھا دل میں خوف و خطر ہر ایک شاد رہتا تھا شام و سحر

سخی ایسا تھا کہ اسی ہزار برہمن اُس کے رسوئی خانے میں کھاتے تھے عادل ایسا کہ اُس کے وقت میں دادی فریادی تلاش سے بھی ہاتھ نہ

آتے تھے۔

ابیات

فریادی آتا نہ وہاں داد خواہ ۔۔۔ فقط ایک کہنے کو تھی عدل گاہ
سخاوت کا بھی اس کی پایاں نہ تھا ۔۔۔ کہ گوہر فشاں ایسا نیساں نہ تھا
ہر ایک عہد میں اس کے تھا سود مند ۔۔۔ در بجنگل رہتا تھا دن رات بند

راست گو اس قدر تھا کہ کبھی بھول کر بھی جھوٹ نہ بولا اور سوائے سخن حق کے اس نے لب نہیں کھولا

بیت

نہ منہ سے نکال اپنے حرفِ دروغ ۔۔۔ کہ دونوں جہاں میں ہو تیرا فروغ

حق رسیدہ و حق شناس اس مرتبے کہ آج تلک ہندوؤں کا فرقہ اس کے طریقے پہ مائل ہے اور اسی کا چلن عمل کے قابل۔ خرق عادات اس کے چھوٹے بڑے بکھانتے ہیں۔ اور اس کے اوصاف کا بیان عبادت جانتے ہیں۔

بیت

سمجھتے ہیں سعادت اس کی توصیف ۔۔۔ اسی خاطر کیا کرتے ہیں تعریف

بعد اس کے الی الان کہ چار ہزار نو سو اکاون اس کے راج کو گزرے ہیں دنیا والی مملکت کا دوسرا دنیا میں پیدا نہیں ہوا اور اس اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے ساتھ کوئی صاحب تاج و تخت کسی بشر نے نہیں دیکھا۔

ابیات

تھی اس کی ذات صفات کریمہ کی منشا ۔۔۔ بجا ہے جتنی کرے کوئی اس کی مدح و ثنا

جب اس زمانے میں اس کا نظیر کوئی نہ تھا   تو کس طرح سے ہو اس دور میں عدیل اس کا

باوجود اس قوت و قدرت کے دھرتراشٹ کی خدمت سعادت جانتا تھا اور اس کی رضامندی سب امور پہ مقدم رکھتا۔ ساتھ اس کے سارے کار بار مالی ملکی موافق اس کے حکم اور صلاح کے سرانجام دیتا اور اہل کاروں سے مطابق اس کے امر کے کام لیتا۔ اس مرتبہ اس کی خدمت گزاری و فرماں برداری کی کہ اپنے بیٹوں کی سلطنت اس کو بھول گئی۔ کیوں کہ اتنی حکومت اس کی ان کے دور میں کبھو نہ ہوئی تھی۔ اور ایسی طاعت اس کی کسی نے نہ کی تھی جب سولہ برس اس طرح گزرے ایک دن بھیم سین کہ دھرتراشٹ کو ہرگز دوست نہ رکھتا تھا۔ خم ٹھونک کر بولا یہ بازو وہی ہیں جن کے زور سے سو بیٹے دھرتراشٹ کے معہ فوج میں نے مارے اور تیغ تیز سے ان کے سر اتارے۔ یہ سن کر وہ نہایت آزردہ ہوا اور وہاں کے رہنے سے درگزرا۔

بیت

یہ ہو سکے تلوار کئی مرتبہ کھاوے   پر مرد کڑی بات کسی کی نہ اٹھاوے

آخر دنیا سے دست بردار ہو کر اپنی زوجہ اور پانڈوں کی ماں کنتی کو ساتھ لے چچا سمیت جنگل کی طرف چلا گیا۔ عبادت اور ریاضت میں مشغول ہوا۔ بعد تین برس کے تھانیسر کے تالاب کے کنارے یا ہردوار میں لب گنگ اس جہان سے راہی ہوا۔ چناں چہ بیاس دیو نے یہ احوال تمام و کمال اور کوروں پانڈوں کا سارا ماجرا بلکہ ان کے اجداد کی بھی روداد سوائے اس کے اور بھی قصے نادر عجائب

یہ تفصیل لکھے ہیں اور اس مجموعے کا نام مہابھارت رکھا ہے وہ متضمن لاکھ اشلوک اور اٹھارہ باب کو ہے اس میں سے چھیاسی ہزار اشلوک بیان میں ان امور کے یعنی حقیقت و طریقت و حق جوئی و خدا طلبی اور بعضے عدل و جود کی نصائح میں کتنے متضمن مذہب و ملت کے رولیوں کو اور کہنگی عالم کی کیفیتوں کو باقی رہے جو بیس ہزار سنو دلاوروں بہادروں کے جدال و قتال میں اور اس کتاب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مہا بزرگ کو کہتے ہیں اور بھارت بہ معنی جنگ چناں چہ اس میں جنگِ عظیم کے مذکور مسطور ہیں اسی جہت سے مہابھارت اس کا نام ہوا اور دوسری تقریر اس کی وجہ تسمیہ کی یوں کرتے ہیں کہ پانڈوں اور کوروں راجا بھرت کی اولاد ہیں چناں چہ پندرھویں پشت ان کے اجداد کی اس کو پہنچتی ہے اور وہ راجا عظیم الشان تھا ہفت اقلیم اس کے تصرف میں تھی اس لیے یہ کتاب اس اسم سے موسوم ہوئی اسی میں بیاس دیو نے اپنی ما کی پیدائش کی حقیقت اور اپنے پیدا ہونے کی کیفیت بھی اس طرح لکھی ہے کہ چندیری میں ایک بہت بڑا راجا تھا۔ کسی دن جنگل میں حالتِ شکار کے بیچ اس کو اپنی ایک چاہیتی جورو کا یہاں تک دھیان بندھا کہ مارے شہوت کے منزل ہوگیا پھر اپنی منی کو ایک پتّے میں اس نے لپیٹ کر شاہین شکاری کے حوالے کیا تا محل میں جاکر اس محبوبہ کو پہنچاوے وہ اس کو چونچ میں لے کر اڑی جب جمنا پہ پہنچی کہ ایک اور شاہین اس سے دوچار ہوئی جانا اس نے کہ اس کی چونچ میں طعمہ ہے اس سے گتھ گئی ندان ان دونوں میں ایسی لڑائی ہوئی کہ وہ پتّا منقار سے چھوٹ گیا۔ منی

ایک مچھلی کے منہ میں جا پڑی قدرت خالق سے اُسے پیٹ رہ گیا بعد
دس مہینے کے ایک دھینور کے جال میں وہ پھنسی اُس نے پیٹ
اس کا جو چاک کیا ایک لڑکا ایک لڑکی دوگانہ پیدا ہوئے ۔ نہایت
متعجب ہوا اور دونوں کو راجا کے روبرو لے گیا ماجرا بھی سارا کہہ
سنایا راجا نے لڑکا تو اپنی فرزندی میں لیا اور متھن اس کا نام رکھا
جب وہ بڑا ہوا ولایت دریائے ستلج کی اس کی جاگیر کر دی چناںچہ
وہ اسی سبب ماچھی واڑا کہلائی اور لڑکی اس کو پھیر دی ماہی گیر نے
اُس کو پالا پرورش کیا از بس کہ اس کے بدن سے مچھلی کی باس آتی
تھی بنا بر اس کے مچھودری اس کا نام ٹھہرا دریا پر اکثر اوقات رہتی
اور ایک ڈونگی پر وارد و صادر کو للّٰہ پار اُتارا کرتی ایک مدت اسی
طرح گزر گئی کہ ایک دن پراسر بن سکیت بن بشسٹ برہما کہ بڑا
عبادتی ریاضتی تھا اس دریا سے پار اُترنے لگا یک بہ یک آنکھ اس
کی اس لڑکی کے جمال بے مثال پر جا پڑی زمام اختیار کی ہاتھ سے
چھُوٹ گئی اس قدر خواہش مند ہوا کہ اس سے ارادہ مباشرت کا کیا
وہ لڑکی اس کی عظمت و جلالت سے ڈر کے بولی کہ میں تو حاضر ہوں
پر نظارگیوں کی شرم دامن گیر ہے اُس مرتاض نے ایک افسوں
پڑھا وونہیں ابر سیاہ اٹھا آنکھوں کے آگے ایک پردا سا پڑ گیا ہاتھ
کو ہاتھ سوجھنے سے رہا تب اُس نے اس نازنین کے ساتھ مقاربت
کی فی الفور وہ حاملہ ہوئی اور ایک لڑکا جنی بلکہ اُسی وقت وہ چودہ
برس کے لڑکوں کی مانند ہو گیا اور اپنے ماں باپ کی تعظیم و تکریم بجا لاکر
رخصت لے جنگل میں جا جپ تپ میں مشغول ہوا القصہ پراسر کی

کرامت کے سبب کسی نے اس دختر کو آکر حالت مجامعت میں نہ دیکھا اور بیاس دیو کی ولادت سے بھی کوئی واقف نہ ہوا سوا اس کے وہ کواری کی کواری رہی مگر مچھلی کی بو جو اس کے بدن میں تھی وہ خوش بو سے بدل گئی لطف یہ ہے کہ ان امور کو پہر بھر کے عرصے سے زیادہ نہ لگا بعد اس کے وہ عورت راجا سانتن کی زوجہ ہوئی اور راجا بچتر بیرج کوروں پانڈوں کا دادا اُس سے پیدا ہوا قصہ مختصر جب کہ بیاس دیو کو کثرتِ اشتغال و اعمال سے حالت کشف کی حاصل ہوئی۔ اور آنکھ اس کے دل کی کھل گئی۔ تب طبیعی و ریاضی و منطق و مناظرہ بلکہ سارے علوم متعارف و غیر متعارف اس کو بدون تحصیل حاصل ہوئے۔ آخر الامر اسرار سماوی و ارضی بھی اس پر کھل گئے۔ فی الواقع بید ابتدائے خلقت میں الہام سے برہما کی زبان پر جاری ہوا لیکن بیاس دیو نے اس کے چار حصے کر کے ہر ایک کا ایک نام جدا رکھا یعنی سام بید رگ بید ججر بید و اتھربن بید پھر چاروں کو کائنات میں مشہور کیا سوائے اس کے وہ کتابیں کہ برہما کے بیٹے پوتوں نے بید سے استنباط کی تھیں بعضی اُن میں سے صحیفہ عالم سے ناپید ہوگئی تھیں بیاس دیو نے از سر نو ان کو لکھا اور ترتیب دیا کتاب مہابھارت کہ جمیع علوم کی جامع ہے اس کی تصنیفات کا ایک جز ہے بیدانت شاستر کہ علم الٰہی و مناظرے میں اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں وہ بھی اسی کی تصانیف سے ہے سوائے اس کے وحدتِ وجود کا مقام ایسی دلائلِ روشن و واضح سے لکھا کہ تامل و تردد اکثر عارفوں کے دلوں سے جاتا رہا القصہ اعتقاد اس گروہ کے

دانش ہندوں کا یہ ہے کہ فقہ کے رسالوں میں سمرت اور نسخے تواریخ کے جو پران کر مشہور ہیں اور کتب حقیقت اور اکثر صحائف نجوم و حکمت سوائے ان کے بہت سی قدیم کتابیں کہ منسوب بیاس دیو سے ہیں منظور و معتبر اور عمل ان پر کرنا نہایت بہتر کہ نتیجہ اس کا خیریت دنیا و خوبی عقبیٰ ہے سوائے ان کے جو کتابیں کہ اور پنڈتوں داناؤں نے اپنی جودت طبع و حدّت ذہن سے تصنیف و تالیف کی ہیں محل اعتبار نہیں اور عمل کرنا ان پر سزاوار نہیں اس واسطے کہ آخرت میں وہ نتیجہ نیک نہیں بخشتا۔ انسان اس سے سود مند نہیں ہوتا۔ اور اس جماعت کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ بیاس دیو حیات ابدی رکھتا ہے اب تلک نہیں موا بلکہ عالم علوی و سفلی میں سیر کرتا پھرتا ہے۔ سبحان اللہ اس زمانے کے لوگوں کو فیضان و عنایت الٰہی سے کس قدر قدرت تھی کہ بہتیرے عجائب و نوادر ان سے ظہور میں آتے تھے۔ اور مشکل سے مشکل کام ان کے ہاتھ سے بہ آسانی ہو جاتے تھے۔ بیاس دیو بھی انھی میں سے ایک مخلوق ہے کہ بارہا اس نے گذشتہ و آئندہ سے خبر دی اور جس بات کی کہ اس نے خواہش کی وہ فوراً صورت پذیر ہوئی چنانچہ حالات و خرق عادات اس کے ہندی کتابوں میں مسطور ہیں سوائے اس کے اکثر اشیائے نادر و کارہائے مشکل سری کشن و بھیم و ارجن و جرجودھن وغیرہ کے ہاتھ سے بھی بارہا ہوئے اکثر کتابوں میں منقول ہیں۔ اور بہت سے ثقات کے نزدیک مقبول۔ پر اس زمانے کے لوگ اپنی کم قدرتی و بے ہمتی پر قیاس کرکے غیر معقول جانتے ہیں اور طاقت بشری سے باہر سمجھ کر نہیں مانتے۔ لیکن وہ بھی اس امر

میں نار چار ہیں کہ ہر ایک دَور میں خلقت بہ طرزِ دیگر پیدا ہوتی ہے اور قوت و قدرت بھی علاحدہ رکھتی ہے۔ غرض مدار گردشِ روزگار کا علمار و حکمائے ہند کے نزدیک چار جگ پر ہے۔

پہلا

ست جگ وہ سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار برس کا ہے لوگ اس میں چھوٹے بڑے غنی غریب سب کے سب راستی و درستی سے موصوف و تقویٰ و طہارت سے مالوف عمر طبیعی ان کی لاکھ برس۔

دوسرا

ترتیا وہ بارہ لاکھ چھیانوے ہزار برس کا اثر اس کا اس سے قریب قریب آدمی اس میں بھی نیک ذات و خوش صفات ہوتے ہیں لیکن عمر طبیعی ان کی دس ہزار برس۔

تیسرا

دواپر وہ آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار برس کا لیکن اس میں قوت اور نیکیاں لوگوں سے بہ نسبت دوسرے جگ کے نو حصے گھٹ جاتی ہیں اور عمر طبیعی ہزار برس۔

چوتھا

کل جگ یہ چار لاکھ بتیس ہزار برس کا ہے اس دور میں اخلاقِ پسندیدہ اور اوصافِ حمیدہ لوگوں میں تیسرے جگ کی نسبت

دسواں حصہ رہتے ہیں اور عمر طبیعی سو برس کی۔ حاصل یہ ہے کہ یہ جگ سب سے بُرا ہے لوگ اس میں بیشتر بدچلن بد اطوار اور دروغ گو دغا باز ہوتے ہیں اور اپنے میں جو اگلوں کی سی طاقت و قدرت نہیں دیکھتے اُن کے واقعات و حالات کو مافوق طاقت بشری ٹھہرا من جملہ محالات سمجھتے ہیں اور قائلین کو یاوہ گو۔ قصہ کوتاہ یہ دور جب تلک کہ امتداد اس عالم بے پایاں کا برقرار ہے آیا جایا کریں گے۔ اور لوگوں کے اطوار و اوضاع بھی موافق ان کے تبدیل پایا کریں گے۔ کہتے ہیں کہ پانڈوں کا راج دواپر کے آخر میں ہوا تھا چناں چہ وہ چند روز ہی میں نبڑ گیا پھر کل جگ نے اپنا عمل دخل کیا خلق کے اطوار و اوضاع اور ڈھنگ کے نظر آنے لگے آثار و علامات فساد کے ہویدا ہوئے۔ چناں چہ یہ قصّہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ کل جگ کے آنے سے پہلے ہستنا پور میں ایک شخص نے کسی سے ایک حویلی مول لی اور اس کی تعمیر پھر کر شروع کی۔ وہاں کی زمین جو کھدوایا اتفاقاً ایک دفینہ رُپے اشرفیوں کا نکل آیا اس وقت تلک زمانہ حق شناسی کا باقی تھا خریدار نے فروشندے سے جاکر ظاہر کیا کہ اس مکان کی زمین سے ایک گنج نکلا ہے چل کر اُسے لے اس واسطے کہ مَیں سوائے عملے اور زمین کے کسی چیز کا مالک نہیں بلاشبہہ وہ تیرا مال ہے۔ اُس مرد نے کہا مَیں نے جب کہ اس گھر کو تمام و کمال تیرے ہاتھ بیچا پھر اس کے دفینے سے مجھے کیا اگر میری قسمت کا ہوتا تو اس سے پہلے نکلتا غرض کسی نے قبضہ اس پر نہ کیا آخر اسی وضع سے ردّ و بدل کرتے ہوئے

راجا جدشٹر کی عدالت گاہ میں آئے اور اس ماجرے کو اُس کے
حضور بیان کیا راجا دانا سے وقت تھا جی میں سمجھا کہ عن قریب
کل جگ آتا ہے لوگوں کی یہ نیتیں نہیں رہنے کی بولا بالفعل اس
نقد کو بہ طریق امانت رہنے دو چند روز کے بعد اس پر حکم ہوگا اور
یہ قضیہ چک جائے گا۔ بعد تھوڑے دنوں کے کل جگ آ پہنچا
اشخاص کا احوال دگرگوں ہوگیا۔ ایک دن وے ہی دونوں اس کے
برعکس جھگڑتے ہوئے وہاں آئے بیچنے والے کی گفتگو یہ تھی کہ
میں نے غلہ و زمین بیچی ہے نقد و دفینے کو بیچ سے کیا علاقہ وہ میرا
ہی میں لوں گا اور لینے والا یوں کہتا تھا کہ میں نے جب گھر کو غلے
وغیرہ سمیت لیا پھر جو کچھ اس میں ہے اس کا مالک میں ہوں تو کون
ہوتا ہے اس تقریر کو سن کر مہاراج کو یقین ہوا کہ یہ آثار کل جگ
کے ہیں دنیا سے برداشتہ خاطر ہوا اتنے میں سری کشن اور بلبدر کے
مرنے کی خبر اور جادو کولی کے ہلاک ہونے کی سرگذشت جس کی شرح
و بسط سے کہ مہابھارت میں ہے اُس کے کان میں پہنچی زندگی سے
تنگ آیا اور جہان روشن اس کی نظروں میں تاریک ہوا سلطنت سے
ہاتھ اُٹھایا پھر پریچھت بن ابھمن بن ارجن کو کہ پانچوں بھائیوں کی
اولاد میں تھا ملک حوالے کیا ماتھے پر اس کے راج کا ٹیکا دیا اور
ججتش بن دھرتراشٹ کو وزارت کا کام سونپا پھر لباس ملوکانہ جواہر
سمیت گلے سے اُتار کر پوست درخت سے پوشش بدل لی اور
چاروں بھائیوں نے بھی یہی صورت اپنی بنائی آخر دروپدی سمیت
شہر سے چلے زن و مرد بھی وہاں کے اُن کے پیچھے بے اختیار

روتے ہوئے نکلے راجا نے اُن سب کو دلاسا دے کر رخصت کیا اور شرق رُو جنگل کی طرف روانہ ہوا پھر بنگالے کے تمام ملک کو دیکھتا بھالتا دکھن میں آیا وہاں کی سیر کر کے گجرات میں پہنچا پھر وہاں سے دوارکا میں آکر سری کشن اور بلبھدر کو یاد کر کے بہت رویا آخر وہاں بھی استقامت نہ کی اور ملتان و پنجاب میں ہوتا ہوا کوہ بدری میں جاکر بڑی بڑی عبادتیں اور کڑی کڑی ریاضتیں گناہوں کے کفارے کے لیے کرنے لگا آخر کار سب کے سب ہمان چل میں جا نکلے اور اپنے اجسام بہ خوشی برف میں گلا دیے دنیا میں نیک نامی حاصل کی اور عقبیٰ میں سربلندی پائی۔

بیت

معزز وہ دونوں جہاں میں ہوے　　　بہ خوبی جیے اور بہ خوبی موے
رہے یہاں ہمیشہ وہ با احترام　　　لیا وہاں بھی اعلا سے اعلا مقام

پر راجا جدشٹر کا بدن برف میں جوں کا توں رہا اور وہ مجسم بیکنٹھ میں پہنچا۔ قصہ مختصر کوروں اور پانڈوں کی سلطنت سوا سو برس رہی بہ اتفاق ایک دگیر چھہتر برس لیکن پانڈوں کے نکلنے کے بعد جرجودھن کی تیرہ برس حکومت رہی اور جنگ مہابھارت کے بعد راجا جدشٹر نے چھتیس برس بادشاہت کی۔

احوال راجا پریچھت بن ابھمن بن ارجن

جس وقت کہ پانڈوں اور کوروں میں لڑائی ہوئی پانچوں بھائیوں کے بیٹے مارے گئے ایک بھی اُن میں جیتا نہ بچا بنا بر اس کے پانڈوں

کے دل کثرت غم سے مکدر اور ہجوم الم سے مضطر ہو رہے تھے مگر خدا سے امید رکھتے تھے اور تقدیر میں تھا کہ ایک مدت مدید بادشاہت پانڈوں کی نسل میں رہے اس سبب چکابو کی لڑائی میں جو ابھمن بن ارجن مارا گیا اس کی جورو پیٹ سے تھی چنانچہ نو مہینے کے بعد ایک بیٹا سعادت مند اس نے جنا اندھیرا گھر ان کا اجالا ہوا اور سررشتہ سلطنت کا باقی رہا۔

ابیات

نہ دے یاس کو دل میں جا زینہار ہر ایک وقت میں رہ تو امیدوار
نہ جان اس کی قدرت سے ہرگز یہ دور کہ ظلمات میں گر چمک جائے نور

القصہ وہ لڑکا سیرت صورت میں لاثانی تھا اور بڑا شہ زور بعد پانڈوں کے جانے کے تخت سلطنت پہ بیٹھا عدل و انصاف سے جہان کو انتظام دیا اور داد و دہش سے محتاجوں کو نوازا نام اپنے جد و آبا کا روشن کیا۔

ابیات

گھر کی آبادی جو ہے اولاد ہے لاولد کی زیست بے بنیاد ہے
اسی خوش احوال گر ہو نیک ذات پھر تو ہے وہ باقیات الصالحات
اس کے ہوتے عیب ہو جائیں واقعی بیٹے سے بہتر کچھ نہیں

لیکن وہ بھی راجا پانڈ اپنے جد کی مانند شکار سے شوق رکھتا تھا اسی سبب اکثر اوقات صحرانوردی کرتا تھا باوجود اس کے رعایا کی خبرگیری و سپاہ کی سرپرستی پنچھیوں کی نگہبانی سے کبھی غافل نہ تھا ایک مدت اسی وتیرے پہ اسے گزری ایک دن اپنی عادت پہ شکار کو سوار ہو کر

کسی جنگل میں گیا اور جانور شکاری پرندوں چرندوں پر چھڑوائے چیتا گورخر پر لپکا سیاہ گوش ہرن پر دوڑا کتا خرگوش پر جا لگا باز قاز پر اُڑا جرے نے تیتر پکڑا باشا سبزک پر جھپٹا بحری بزرے سے جا لپٹی شاہین نے کلنگ کو جا مارا حاصل یہ ہو کہ درندوں نے ہزاروں چرندے مار لیے اور جنگل گیروں نے سینکڑوں پرندے سطح ہوا سے زمین پر اتار لیے۔

ابیات

ہوئے شیر بیشہ بھی یہاں تک شکار — کہ باہر برے تھے ز حد شمار
پھر اس دشت میں جتنے کچھ تھے درند — کمند اجل سے کیے پابند
زمیں سے فلک تک جو پہنچا یہ ذکر — پڑی اپنی برج اسد کو بھی فکر
نہ تھا صید بری ہی پر عرصہ تنگ — نہ ماہی بچی بحر میں نے نہنگ
نہ چھوڑا ہوا جب چرندوں سے سیر — پرندوں میں لے تا تدرو اور بٹیر

اتنے میں ایک ہرن کو راجا نے تیر مارا اور وہ زخمی ہو کر بھاگا اور راجا اس کے پیچھے لگا یہاں تلک اس کا پیچھا کیا کہ فوج سے دور جا پڑا ماندگی بہ مرتبہ ہوئی۔ پیاس شدت سے لگی۔ چاروں طرف پانی ڈھونڈنے لگا قضارا ایک درویش ریاضت کیش کے آستانے پر جا نکلا وہ اپنے آسن پر عبادت میں مشغول تھا بلکہ اوقات عزیز اپنی مدام یاد الٰہی میں بسر کرتا اور شام اپنی قیام و قعود میں سحر کرتا۔ پیشانی اس کی نور ریاضت سے انور اور صورت اس کی ضیائے عبادت کی مظہر

نظم

جنگل میں تھا کشور کلاں وہ — ویرانے میں بلکہ تھا جہاں وہ

اوصاف حمیدہ سے بھرا تھا — تھا گنج و لے چھپا ہوا تھا
جا بن میں لیا تھا اس نے گوشہ — رکھتا تھا بس عاقبت کا توشہ
دھیان اس کا لگا ہوا اُدھر تھا — وہ بے خبر اور با خبر تھا
تھی اس کی فقط نظر خدا پر — پھر دیکھتا غیر کو وہ کیوں کر

راجا اس کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر پڑا اور پانی مانگنے لگا جو اپنے معبود سے رجوع کیے اور خالق سے لَو لگائے بیٹھا تھا نہ جانا اس نے یہ کون ہے اور کیا کہتا ہے راجا اس کی بے اعتنائی پر نہایت غضب ہوا اور شعلہ اس کے غصے کا بھڑک اٹھا آخر ایک موئے سانپ کو کمان کے گوشے سے اٹھا کر اس کے گلے میں ڈال دیا۔ اور اپنے محل کا رستا لیا۔ اس عابد کو اس کی بھی خبر نہ ہوئی جس طرح وہ یاد الٰہی میں مشغول تھا رہا چند روز کے بعد اس کا ایک بیٹا کہ ہرنی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا سرگزشت اس کی پیدائش کی مشہور ہے چنانچہ سر پر اس کے ہرن کے سے سینگ تھے اسی واسطے اس کو سرنگی رکھ کہتے تھے کسی جنگل میں تپشا کر رہا تھا اس دن اس سے فارغ ہو کر خوشی خوشی اپنے باپ کی ملاقات کو آتا تھا راہ میں اس کو کسی دوست نے کہا کہ تو جو ایسا شاد شاد آتا ہے شاید تو نے نہیں سنا کہ راجا پریچھت نے ایک موا سانپ تیرے باپ کے گلے میں ڈالا ہے یہ سن کر وہ تپشی نہایت غضبناک ہوا اور تالاب کے کنارے پر جا کر نہایا بعد اس کے یہ دعا کی کہ جس نے میرے باپ کے گلے میں سانپ ڈالا ہے سات دن کے بعد اس کو تچھک سانپ کاٹے اور وہ مر جاوے چنانچہ اس سانپ کو بحکم الٰہی پہنچایا اور تپیشر دعا اس کی کارگر ہوا۔

جب مناجات سے فارغ ہوا باپ کی خدمت میں گیا کیا دیکھتا ہو کہ وہ عبادت میں مشغول ہو اور گردن میں سانپ مرا لٹکتا ہو بے اختیار پکار پکار رونے لگا آخر باپ اس کا متوجہ ہوا تب سرنگی رکھ بولا اے بابا جس نے تیری گردن میں سانپ ڈالا میں نے اس کے حق میں بد دعا کی وہ بزرگ نہایت غصے ہو کر کہنے لگا کہ بہت برا کیا تو نے کہ لیسے راجا رعیت پرور کرم گستر کے حق میں بد دعا کی سوائے اس کے اور بھی سخن ناشایستہ اس کے حق میں کہے اور ایک اپنے خادم کے ہاتھ راجا کو سارا احوال کہلا بھیجا کما حقہ اس کو اس حقیقت سے آگاہ کیا راجا اپنے کیے سے نہایت پشیمان اور فقیر زادے کی دعائے بد سے ترساں ہوا کیوں کہ اس پر حالی ہوگیا کہ سات دن کے بعد یہ امر مقرر ہوگا پیغام مرگ بالجزم پہنچا خادم کو اس کے رخصت کیا اور ارکان دولت کے مشورے سے ایک بڑا ستون طویل و عریض گنگا میں استادا کروا کے ایک چھوٹی سی عمارت اس پر بنوائی اور اپنی بود و باش چند مصاحبوں سمیت تا انقضائے مدت دعائے بد وہیں ٹھہرائی اور اس کی اطراف میں بھی بہت سے افسوں خواں اور مارگیر واسطے حفظ کے رکھے تریاقی دوائیں بھی مجرب مجرب اپنے پاس جمع کیں باوجود اس کے قدغن کیا کہ بدون حکم ایک مکھی اور مچھر بھی اس مکان میں نہ جانے پائے سارے کار و بار دنیا کے ترک کیے جب تپ میں دھیان لگایا۔ چھ دن تلک کچھ نہ کھایا۔ جب ساتواں دن پہنچا تچھک سانپ آدمی کی صورت پکڑ راجا کے ڈسنے کے لیے اپنے مکان سے چلا اتفاقاً راہ میں اس کو کشب حکیم مل گیا وہ فن

طبابت میں ایسا کامل تھا کہ اکثر بیمار زندگانی سے مایوس اُس کے ہاتھ سے شفا پاتے تھے۔ اور ہزاروں مرض مضمن اُس کی تدبیر سے فوراً اچھے ہو جاتے تھے۔ خصوصاً سانپ کے ڈسے ہوؤں کے حق میں دوا اس نیک صفات کی تریاقِ حیات تھی اور اُن کی لہر اتارنی اُس کے آگے ایک بات تھی۔ قصہ مختصر تچھک نے اُس سے پوچھا تو کون ہو اور کہاں جاتا ہو حکیم نے کہا میں نے سنا ہو کہ ایک درویش نے راجا کے حق میں بددعا کی ہو چاہیے کہ راجا کو ایک سانپ کاٹے اور وہ ایسا عادل ہو کہ زبردست اس کی حمایت میں زبردستوں سے نہیں ڈرتے۔ اور مفلس اُس کے دستِ کرم سے محتاج نہیں رہتے۔ اس لیے میں جاتا ہوں کہ بعد اُس کے ڈسنے کے دوا کی قوت اور افسوں کی قدرت سے اُسے پھر کر جلاؤں۔ اور اُس کا زہر منتروں کے زور سے اتروائوں۔ وہ بولا کہ جو راجا کو کاٹے گا وہ سانپ میں ہوں اگر تو یہ قدرت رکھتا ہو تو ابھی میں اس درخت کو کاٹ کر راکھ کر دیتا ہوں۔

ابیات

گو کہ ہو یہ درخت سر بہ فلک — شاخ پہنچے ہو اِس کی طوبیٰ تک
اس کی پاتوں کو روز چرتا ہو — گاؤ چرخ اپنا پیٹ بھرتا ہو
دور اس کا نپٹ کلاں ہوگا — سایہ اس کا جہاں تہاں ہوگا
بھاپ سے منہ کی یہ جلا دوں گا — اوج یہ خاک میں ملا دوں گا

دیکھوں تو تو اپنے منتر سے اُسے پھر کر سبز کرتا ہو یا نہیں بارے اپنا افسوں آزما اور تچھک کو اس کا اثر دکھا یہ کہہ کر اس درخت سبز

سایہ دار کو کاٹا اور اپنے زہر کی آگ سے جلا کر راکھ کر دیا۔ حکیم کامل
نے بھی بلا تامل و تعطل اپنے افسوں کے اعجاز سے اس راکھ کو ویسا
ہی درخت کر دیا بلکہ جتنے آدمی کہ اس کی ڈالیاں کاٹ رہے تھے
اور وے پرندے کہ جن کے آشیانے اُس پر تھے بلکہ مور و مگس و
حشرات الارض سے کہ اُس کی شاخوں پر پھرتے تھے جی اُٹھے اور
اسی وضع سے بدستور اپنی اپنی حرکات کرنے لگے۔ تچھک سانپ اس
کی کارپردازی و فسوں سازی دیکھ کر سر مارنے لگا اور یوں کہنے
کہ راجا کو حکم الٰہی سے مارنا ضرور ہے پر یہ حکیم مسیحا دم وہاں پہنچا تو ممکن
نہیں کہ وہ ہلاک ہو۔ اور اُس کا جسم میرے زہر سے جل کر خاک
ہو یہ سوچ کر کشپ حکیم کی تعریف کرنے لگا اور یوں کہنے لگا تو راجا
کے پاس اس واسطے جاتا ہے کہ میرے زہر سے اُس کو نجات دے
کر بہت سا مال و متاع لیوے اگر یہ ہی تجھے درکار ہے تو یہیں مجھ
سے لے رنج سفر مت کھینچ کشپ نے اپنے دل میں دھیان کیا جو راجا
کی اجل ہی آئی ہے تو اغلب کہ میرا منتر اثر نہ کرے یا وہ اچھا ہو جائے
اور نفع مجھے نہ پہنچے پس یہ نقد کہ تچھک اپنی خواہش سے دیتا ہے اسے
چھوڑ کر ایک نسیہ کے واسطے محنت کھینچنی نپٹ نادانی ہے غرض طمع
نے اُس کا گریبان کھینچا اور راجا کے پاس جانے سے باز رکھا تچھک
سے کہنے لگا جو کچھ دیا چاہتا ہے سو مجھے دے کہ میں اپنے گھر چلا جاؤں
سچ کہ مجھے راجا سے کیا کام تچھک نہایت شاد ہوا اور ایک پٹا
چوکھا جواہر اس کو مرحمت کیا اور یہ کہا کہ اس کی خاصیت یہ ہے کہ جو
کچھ تو اس سے مانگے گا بلا تاخیر پاوے گا سوائے اس کے جہد کرتا

ہوں کہ جس وقت تو مجھے طلب کرے گا تیرے پاس پہنچوں گا اور جو کام فرمائے گا اس کو بجا لاؤں گا آخر اس جواہر کو وہ لے کر اپنے گھر گیا تچھک بہ دل جمعی تمام وہاں سے روانہ ہوا جب ہستنا پور میں پہنچا راجا کو دیکھا ایک مکان محفوظ میں رہتا ہو سپیرے اور فسوں ساز حکیم طبیب اس کے گرد و پیش بیٹھے ہیں محال ہو کہ کوئی درندہ گزندہ پھڑ کتے سے چھوٹا اس تلک پہنچے متفکر ہوا کہ کیوں کر اس تلک پہنچوں اور کاٹوں جب کہ دیکھا کہ بامنھ بید خواں راجا کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں تچھک نے بھی اپنے فرزندوں کو بلا کر ہر ایک کو برہمن کی صورت بنایا اور ہاتھ میں اُس کے میوہ دے کر دربانوں سے اجازت لے کر اندر بھیجا اور آپ بھی کرمک کی شکل بن کر کسی میوے میں پوشیدہ ہو گیا بیٹوں نے راجا کو اسیس دے میوے گزرانے راجا نے اپنے مصاحبوں کو عنایت کیے قضا را وہ میوہ کہ جس میں تچھک چھپا تھا اپنے واسطے اٹھایا کہ ایک کرمک صغیر اُس سے نکلی راجا نے اس کو دیکھ کر حاضرین مجلس سے کہا کہ درویش زادے کے بہ موجب کہے کے آج ساتواں دن ہی اب آفتاب غروب ہوتا ہو شاید اُس کا کہا جھوٹ نہ ہو اور یہی کرمک تچھک ہو اور مجھ کو ڈسے غرض ٹھٹھے سے اُس کرمک کو اٹھا اپنی گردن پہ رکھ لیا وونہیں تچھک اپنی صورت اصلی پر آگیا اور ایک بڑا اجگر بن راجا سے لپٹ گیا اور گردن اپنی بلند کی نادان راجا کی گردن میں کاٹ کر آسمان کی ہوا ہُوا سبھوں نے یہ سانحہ دیکھا پھر اُس کے زہر کی تاثیر سے وہ مکان سمیت جلنے لگا بامنھ وغیرہ جتنے کہ وہاں تھے جلدی سے بھاگے اور مکان راجا سمیت بھسم ہو گیا بعد اس کے سنون اس

زور سے گرا کہ اس کی آواز نے صاعقے کو مات کیا تمام رات اُس کی صدائے مہیب کی دہشت سے ہستناپور کے باشندے نہ سوئے دوسرے دن راجا کا جسم سوختہ نکال کر گنگا میں ڈال دیا اور ہر ایک رونے پیٹنے میں مشغول ہوا ہرچند راجا نے اپنی رکھیا کے لیے بود و باش ایسے مکان میں اختیار کی کہ عنقائے وہم کی بھی پہنچ وہاں نہ تھی لیکن اجل آئی ہوئی نہیں ٹلتی ۔ یہاں مسیحا کی بھی نہیں چلتی اگر لوہے کی کوٹھڑی میں بند کیوں نہ ہو اس کے ہاتھ سے نہ بچو گے دیکھ لو آخر راجا کی تدبیر کچھ پیش رفت نہ ہوئی اور جان کسی طرح نہ بچی ۔

ابیات

ہر ایک درد کا ملتا ہی ہر کہیں تعویذ ولے اجل کا بغیر از اجل نہیں تعویذ
یہ ہو سکے کہ ہوا کو کہیں نہ آنے دے ولیک موت کا رستہ کوئی نہ روک سکے
بلا ہو کیسی ہی لیکن دعا سے ہو ٹلتی پہ آگے موت کے تدبیر کچھ نہیں چلتی

مدت اس کے راج کی ساٹھ برس لیکن جب سے راجا اس مکان میں گوشہ گیر ہوا تھا اپنے جد و آبا کے ذکر و اذکار سنا کرتا یا بیدانت شاستر کی سماعت کیا کرتا ۔ کیوں کہ اُس کا نتیجہ دل کی صفائی اور اور عقبیٰ میں عذابوں سے رہائی ہو ۔ اور کتاب بھاگوت اُسی جلسے میں سوامی سکھ دیو بیاس دیو کے بیٹے نے راجا کے نجات پانے کے لیے بلکہ ایک عالم کے فیض اٹھانے کے لیے ترتیب دی وہ حقیقت و طریقت کی کیفیات کو متضمن اور سری کشن کے حالات کو مشتمل ہو بے شک و شبہ انسان اُس کے حقائق کی دریافت سے

قید علائق سے رہائی پاتا ہے اور خانۂ دل اُس کا نورِ معرفت سے منور ہو جاتا ہے۔ چناں چہ اسی وقت سے اس جہان میں اس کی شہرت ہوئی اور ایک جم غفیر کو اس کی طرف رغبت ہوئی۔

احوال راجا جمیجی بن راجا پریچھت

جب راجا پریچھت نے اس جہانِ فانی کو تجا اور بیکنٹھ میں جا بسا، تب امیروں وزیروں نے متفق ہو کر اُس کے بڑے بیٹے کو راج پر بٹھایا اطاعت اُس کی قبول کی کمر خدمت کی باندھی اگرچہ یہ راجا خرد سال تھا پر بندوبست مملکت کا اور انتظام سلطنت کا اس خوبی کے ساتھ کیا کہ کوئی پیر جہاں دیدہ اس کا اس امر میں خلاف و انحراف نہ کر سکا ملک آباد ہو گئے۔ مفسد برباد ہو گئے۔ رعیت خوش حال ہوئی سپاہ مرفہ احوال ہوئی۔ راجا اس دیار کے بعضے حکام کہ اسے نہ مانتے تھے اور باغی تھے اُن پر چڑھ گیا قرار واقعی ان کو تنبیہ کی ملک پر ان کے قبضہ کر لیا بعد اس کے ہستنا پور میں داخل ہوا اس وقت اُتنگ نام ایک منی اپنے عصر میں بڑا صاحب کمال و صاحب حال و قال تھا راجا کی مجلس میں وارد ہوا راجا نے آنا اس کا مغتنم جانا کمال فروتنی و خوش خلقی سے پیش آیا۔ منی نے کہا اے راجا کیا طریقہ ہے کہ جن راجاؤں نے تجھ سے کچھ بدی برائی نہیں کی ان کو ناحق رنج پہنچاتا ہے ملک چھینتا ہے اس سبب سے بازارِ جنگ گرم ہوتا ہے بندے خدا کے مارے جاتے ہیں رعیت پامال ہوتی ہے اپنی گردن پر مظلمہ لیتا ہے اور جس کام سے کہ دنیا میں

نیک نامی اور عقبیٰ میں خوش حالی ہو اس کی طرف دھیان بھی نہیں کرتا راجا اس بات کو سن کر جھجک سا رہ گیا بعد تامل کے بولا کہ وہ کون سا کام ہے کہ جس کو خواہ مخواہ کیا چاہیے عابد نے کہا کہ تیرا باپ نہایت عادل نیک شعار رعیت نواز سپاہ پرور تھا تچھک سانپ نے اس کو مارا اور تو باوجود اس قدرت و قوت کے اپنے باپ کا اس سے انتقام نہیں لیتا۔ اور اس کو اس عمل بد کی سزا نہیں دیتا کہ تا قیامت تیرا نام دنیا میں رہے اور عقبیٰ میں کچھ ضرر تجھے نہ پہنچے۔ ازبس کہ کلام درویش کا با اثر تھا راجا کے آنسو بے اختیار گر پڑے رگ حمیت نے جوش مارا شعلہ غیرت کا بلند ہوا تب ان نے ارادہ کیا کہ تچھک سانپ کو اس کی قوم سمیت جلا کر راکھ کر دیجیے بلکہ ایک تخم اژدہے اور سانپ کا دنیا میں باقی نہ رکھیے۔

ابیات

یہ سن کے اُسے سخت غیرت ہوئی — جلانے پہ سانپوں کے رغبت ہوئی
جو ہے مرد تو شیر سے منہ نہ موڑ — اٹھا جان سے ہاتھ غیرت نہ چھوڑ
غرض یوں لگا کہنے ہو کر غضب — کہ تچھک سے بدلا میں لیتا ہوں اب
نہ رکھوں گا سانپوں کا دنیا میں ناؤں — جلاؤں گا میں سب کے سب ایک ٹھاؤں

بنا بہ اس کے بڑے بڑے جادوگر ساحر افسوں دال بید خواں بلائے اُن میں ایک ایک ایسا تھا کہ عالم علوی کو حاضر کرے آفتاب و مہتاب کو آسمان سے اتارے اور جو کچھ اسباب و لوازم سانپوں کے مارنے جلانے کے لیے چاہیے تھا موجود کر دیا ساحروں نے

ایک محوطہ آتش کا درست کیا بعد اس کے منتر پڑھنے شروع کیے ان کی تاثیر سے سانپوں اژدہوں کے دلوں میں عجب طرح کی وحشت مستولی و دہشت غالب ہوئی کہ ہزاروں سینکڑوں اپنی اپنی بانبیوں غاروں سے گھبرا گھبرا نکلے اور اُس آگ میں گر گر کر جلنے لگے یہاں تلک کہ تحت الثرا اور عالم بالا میں بھی جو سکونت رکھتے تھے وے بھی آن پہنچے اور اس جلدی سے آتے تھے کہ آپس میں لپٹ لپٹ جاتے تھے۔ مرتبۂ اول بیس ہزار سانپ آن کر جلے پھر ایک لاکھ اس آگ میں راکھ ہوئے بعد اس کے گیارہ لاکھ پھر دس کروڑ بعد اس کے اَن گنت آئے اور جلتے گئے کتنے ان میں گھُڑ منھے تھے اور کتنوں کی ہاتھی کی سی سونڈیں تھیں اور بہتوں کے ناک اور کان میں منہ تھا اکثروں کے دو سر بہتوں کے چار چار تھے بعضے ایک کوس کی لمبائی میں بعضے دو کوس کے عرصے میں بعضے ایسے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں اور جس جگہ ارادہ کریں اپنے تئیں وہیں پہنچائیں۔ غرض اس قدر جلے کہ ان کے بدن کی چربی سے جوئیں بہیں اور آتش ایسی مشتعل ہوئی کہ اس کے دھوئیں سے ایک طبقہ دخانی فلک پر اور پیدا ہوا۔ ندان منتروں نے یہ اثر کیا کہ بشیش ناگ مضطرب ہوکر چاہتا تھا کہ زمین کو اپنے دوش سے رکھ دے اور اُس آگ میں آ پڑے۔ لیکن حکم الٰہی نہ تھا کہ تختۂ زمین ایک بارگی پاش پاش ہووے اور سانپوں کا بیج دُنیا میں نہ رہے اس باعث سے وہ بہ ہزار جد و کد ٹھہرا رہا اس ہنگام میں استیک نام ایک بڑا تپشی جوگی راجا کی مجلس میں وارد ہوا اور راجا کو اسیس دے کر سانپوں کی شفاعت

کی۔ پھر تقصیران کی معاف کروائی جن کی قضا آئی تھی جلے مابقیہ سانپ اس آتش جاں گداز سے بچے سچ ہو جسے خدا بچاوے اس پر کبھی نہ آفت آوے تچھک سانپ کہ جس کے واسطے آتش کدہ مشتعل ہوا تھا وہ بھی جان سلامت لے گیا درویش کے طفیل سے اس نار سوزاں میں نہ جلا۔

ابیات

ہوئی اس کی شفاعت آپ رحمت کہ باقی لے گئے جانیں سلامت
موئے جل کر وہی جن کی قضا تھی بچے جتنے وہ سب جن کی بقا تھی
کہا درویش کا راجا نے مانا کیا موقوف سانپوں کا جلانا
صفت بخشش کی اس کو بھی خوش آئی انھیں آتش کدے سے دی رہائی
غرض جس نے مزا بخشش کا پایا عوض لینے سے اس نے ہاتھ اٹھایا

پھر راجا نے بڑا جشن کیا اور کئی ہزار باہمنوں کو نفیس نفیس کھانے کھلائے ظروف نقرئی و طلائی بھی بخش دیے اور بھاری بھاری جوڑے پہنائے نقد و جنس بھی بہت سا بانٹا روپے سونے کے باسن بھی ہزاروں دیے۔ غربا فقرا پر احسان بہت سے کیے۔ اور اسی جشن میں راجے بابو کہ مہمان آئے تھے اُن کے رو بہ رو کشتیاں پوشاک و جواہر وغیرہ کی رکھیں بلکہ ہاتھی گھوڑے بھی ساز و عراق سمیت لطف فرمائے اور تحفے بھی ہر شہر دیار کے عطا کیے پھر سب کو خوش و خرم رخصت کیا چار ہزار آٹھ سو برس کچھ اوپر گذرے ہیں سوائے اس راجا کے کسی سے یہ جگ ادا نہیں ہوا بلکہ اس کے جد و آبا باوجود اس قدرت کے کہ آسمان پر جاتے تھے اور قعر زمین کی خبر لاتے تھے

لیکن مرتکب اس امر کے نہ ہوئے اور کس طرح ہوتے کہ منشی قضا و قدر نے انجام اس کا راجا جنمی جی کے ہاتھ لکھا تھا چنانچہ پیش از وقوع اس واقعے کے ماضی و مستقبل کے خبر دہندے کتب تواریخ میں اس امر کا انصرام پانا راجا مذکور سے تحریر کر گئے تھے۔

بیت

یہ سر نوشت میں تھا وہ کرے اسے انجام
کسی کے ہاتھ سے پھر کس طرح یہ ہوتا کام

جب راجا اس کام سے فراغت پا چکا انتظام امور سلطنت میں مشغول ہوا عدل و انصاف کرنے لگا بعد مدت کے اتفاقاً بیاس دیو راجا کی صحبت میں آنکلا راجا نے اُس آگاہِ اسرارِ غیب سے سوال کیا کہ میرے بزرگ اس قدر دانا و بینا تھے کہ اسرارِ غیب اُن پر کھل رہے تھے اور یہ ایک لڑکا بھی جانتا ہے کہ حیاتِ مستعار ہے ہمیشہ کوئی نہیں جیا دنیا میں سدا کوئی نہ رہے گا تس پر ایسی ایسی لڑائیاں لڑے کہ ہزاروں بھائی بند خویش اقربا تہ تیغ ہوئے بلکہ بے شمار ذی حیات حیوان و انسان سے موئے۔ وجہ اس کی کیا ہے بیاس دیو نے کہا کہ ارادۂ الٰہی یوں ہی تھا کہ یہ امور ان کے ہاتھ سے ظہور میں آئیں پھر راجا نے کہا باوجود اس آگاہی کے تدارک اس کے دفعیے کا کیوں نہ کیا۔ بیاس دیو بولا کس کی قدرت ہے کہ تقدیر الٰہی کو پھیرے جب کہ حکم بادشاہ مجازی کا کم پھرتا ہے تو بادشاہ حقیقی کی قضا سے ہم کس طرح ٹلے اور کس کی مجال ہے کہ اُس سے بچے۔

نظم

تقدیر الٰہی نہ فرشتے سے ٹلے گی
تدبیر کوئی سامنے اُس کے نہ چلے گی

خالی نہ گیا تیر کا اُس کے کبھو وار
چوکا نہ نشانے کے تئیں اپنے وہ ایک بار

ممکن نہیں جو اپنے تئیں اس سے بچا دے
فرصت نہ ہو اتنی جو سپر روکنے پا دے

بالفعل ایک امر پردۂ غیب سے تیرے لیے وقوع میں آتا ہے تو ایک گناہِ عظیم میں گرفتار ہوگا اور میں علاج بھی اس کا بتا دیتا ہوں اگر تجھ سے ہوسکتا ہے تو کر اس سے بچ رہ راجا یہ بات سُن کر حیران رہ گیا بعد تامل کے سائل ہوا کہ وہ کون سی بلا ہے کہ میرے واسطے مقدر ہوئی ہے اور میرے سر نوشت میں لکھی گئی ہے خدا کے واسطے مجھ پر رحم کرو اور اس کے مدافعت کی تدبیر بتا دو کہ پیش از وقوع اس کا تدارک کروں تا اُس کے شر سے بچ رہوں۔

ابیات

برائے خدا مجھ کو جلدی بتا
کہ میرے لیے کیا مقدر ہوا

پھر اس سے بچوں کس طرح یہ بھی کہہ
خموشی کا موقع نہیں چپ نہ رہ

کہ پہلے ہی میں اس کا چارہ کروں
ابھی سے میں اس سے کنارا کروں

یہ ممکن ہے آفت سے بچ جاؤں میں
جو تیرے کرم سے اماں پاؤں میں

وہ آگاہ دل تو اس کی ماہیت سے کماحقہٗ آگاہ تھا بیان کرنے لگا کہ فلانی تاریخ ایک سوداگر خوب صورت گھوڑا بہت چالاک تیرے حضور لائے گا چاہیے کہ تو اس کو نہ لیوے بلکہ نگاہ بھی اس پر نہ کرے اچانک اگر لیوے بھی تو زنہار سوار

نہ ہو جو کیوں کہ اگر تو سوار ہوا تو وہ بلا توقف جنگل میں لے جائے گا اور وہاں ایک عورت نہایت حسین مہ جبین تجھے نظر آئے گی ہرگز تو اس پر مبتلا نہ ہونا اور اس کے ساتھ سنجوگ نہ کرنا اور جو یوں بھی ہوا تو اس کا محکوم نہ ہو جائیو درصورتے کہ وہ عورت تیرے گھر میں آوے تو اس کی متابعت نہ کیجیو والّا تجھ سے ایک گناہ عظیم ہوگا یہ کہہ کر بیاس دیو نظروں سے غائب ہو گیا جب روز معہود پہنچا سوداگر ایک گھوڑا پری پیکر نیکو منظر نپٹ خوش اسلوب و خوش رنگ ٹبر دوڑاک اڑان سنگ۔

قطعہ

خندق و قلعہ نہ ہو اس کی ڈپٹ کے حائل — جوں ہوا اس کو مساوی تھا نشیب اور فراز
کڑک اس کی تھی جو سر پٹ ہیں اسے کہیے کیا — باج وہ جس کے تئیں صاعقے کی تھی آواز
اڑ کے رہ جاتی جہاں اس کے تکاپو کی گرد — طائر وہم کو پہنچاتی نہ وہاں تک پرواز

راجا کے درِ دولت پر لایا خاص و عام کا ازدحام ہو گیا رفتہ رفتہ راجا کو بھی خبر پہنچی اس کے دیدۂ بصیرت کے آگے پردہ پڑ گیا سچ ہو کہ ہونے والی بات بن ہوئے نہیں رہتی بے اختیار اس کے دیکھنے کو محل سے باہر نکل آیا اس کی رعنائی و زیبائی دیکھتے ہی زمام اختیار کی ہاتھ سے چھٹ گئی جھٹ سے اس کی پیٹھ لاگا اور وہ باد پا فوراً اُسے لے بھاگا۔ ندان ایسے بیابان ہول ناک میں پہنچا کہ اجگروں کے جگرے وہاں کے درختوں کی عظمت و ہیبت سے تڑکے جاتے تھے اور اُس کے درندوں وحشیوں کی آوازوں سے شیروں کے دل دھڑکے جاتے تھے۔ راجا ہکّا بکّا رہ گیا یہاں تک ڈرا کہ تھر تھر کانپنے لگا اور ادھر اُدھر

نکلنے کہ وہاں ایک پری زاد چودہ برس کی چودھویں رات کے چاند سے رنگ روپ میں اعلا بلکہ سورج کی چمک بھی اس کی رنگت کے رُو بہ رُو زرد اور اندر کی اپچھرا اس کے حسن کے آگے گرد۔

نظم

کرے قتل عالم کو ایک آن میں
یہ عالم کہاں نوعِ انسان میں
نہ پھول اس کے کھڑے کے آگے پھلے
نہ کبک اس سے ہو کر مقابل چلے
نہ نرگس کو آنکھوں سے دعوا ذری
نہ سنبل کو بالوں سے ٹک ہمسری
اگر حسن کا اس کے دیکھے سماں
تو مشاط بن جائے حور جناں

قضا را مہاراج کو نظر آئی فی الفور ہوش سے جاتا رہا حواس نے کنارہ کیا عشق گریباں گیر ہوا دامن تحمل ہاتھ سے چھوٹ گیا کشور صبر و سکون یک لخت لٹ گیا بے اختیار گھوڑے سے اترا اس کے پاس جا بیٹھا اور یوں پوچھا کہ اے پری پیکر رشک قمر تو یاسمن کس گلشن کی ہے اور نسترن کون سے چمن کی کیا بھچک پڑا کہ تیرا آنا اس جنگل و بر میں ہوا۔

ابیات

ایک ایک بستی میں گیا ہر باغ و صحرا میں پھرا
ہر گل بدن تجھ سا کہیں دیکھا نہ میں اور نے سنا
والہ ہے تیرا سب جہاں پھر تو کہاں جنگل کہاں
ہے چشم و دل تیرا مکاں تو شوق سے اب اس میں آ

اس غنچہ دہن نے مسکرا کر عشوہ و ناز سے اپنا حسب و نسب اور سبب بیابان میں آنے کا بیان کیا راجا اس کی گفتار شیریں اور کلام نمکین

سن کر اور بھی مبتلا ہوا ندان موافق اپنے آئین کے اس مہ جبین سے بیاہ کیا اور وہیں آغوش میں اُسے لیا۔ ہونٹوں سے ہونٹ ملا دیئے اور بوسے ہزاروں لیے۔ پھر شراب وصل اُس کے ساتھ پی اور بکارت اس کی لی دامن صحرا لالہ گوں کیا آخر ایک عالم کا خون کیا۔

نظم

ہر ایک نے لب سے لب باہم لائے مزے آپس میں کیا کیا کچھ اڑائے
وہ زہرہ ماہ کے پھر بر میں آئی جو لذت تھی اٹھانی سو اٹھائی
اچنبھے کی غرض یہ بات ہے گی صدف نے لعل اُگل کر پائے موتی

بعد اس کے راجا اپنے دارالسلطنت میں اُس کو لایا اور سارے محل کی عورات کا اس کو سردار بنایا یہاں تک کہ اس کا محکوم ہوا کہ اُس کے بن کہے بِل کر پانی بھی نہ پیتا سچ ہو کہ جو کام نیک یا بد کسی کے ہاتھ سے ہوا چاہتا ہو اسباب اس کے پہلے مہیا ہوتے ہیں خواہ مخواہ وہ اُس امر کا مرتکب ہوتا ہو ہرچند بچاوے بچ نہیں سکتا راجا کی سرنوشت میں ثبت تھا کہ وہ عورت باعث ایک گناہ عظیم کا ٹھہرے گی باوجود آگاہی کے باز نہ رہا اتفاقاً ایک دن بہت سے برہمن اُس کے گھر میں انواع و اقسام کی نعمتیں کھانے شیریں و نمکین کھا رہے تھے اور اپنے کام و زبان پر لذتیں اٹھا رہے تھے۔ راجا بھی ثواب کے لئے وہاں حاضر تھا۔

بیت

ہر ایک سمت تھے خوانچے زرنگار وہ اقسام کی نعمتیں بے شمار
جو کھاوے انھیں عمر میں ایک بار نہ بھولے مزا تا بہ روز شمار

کہ وہ نازنین غارت گر دین قیامت قامت جس پر پڑی پیکر خرابی ایمان غارت کن گبر و مسلمان نہایت بنا و سنگار سے گہنے میں لدی ہوئی پوشاک بھاری پہنے ہوئے کنگھی چوٹی کیے ہوئے دولت سرا سے باہر نکل اس مجمع میں چلی آئی اُس کو دیکھتے ہی وہ بے چارے سکتے کے عالم میں آ گئے جھجک سے رہ گئے تیر غمزہ اس کا کھایا اور کھانے سے ہاتھ اٹھایا۔

بیت

غضب میں ٹک اپنے تئیں تو سنبھال گنہ گار پر تیغ کو مت نکال
بہت جلد تلوار جس کی چلے وہی ہاتھ حسرت سے اکثر ملے

راجا اس احوال کو دیکھتے ہی آگ ہو گیا۔ شعلۂ غیرت اس کا بلند ہوا۔ پاک مارنے میں برہمنوں کی جماعت خاک ہلاکت میں سلادی دنیا میں بدنامی لی اور عقبیٰ میں عذاب کی سختی۔

ابیات

جوں ہوئی وہ رشک زہرہ جلوہ گر ہو گئے یک مرتبہ سب بے خبر
گر پڑے بے ہوش ہو بر روئے خاک ہو گئی سب کی قبائے صبر چاک
گرچہ دل ہر ایک کا جوں سنگ تھا ایک اُس دم موم کا سا رنگ تھا
شعلہ رو پر گئے اُس کے پگھل آئے بند صبر سے باہر نکل
آپ سے آخر وہ بے چارے گئے مر چکے تھے ایک پھر مارے گئے

بعد اس کے نہایت پچھتایا افسوس سے ہاتھ ملنے لگا اور زار زار رونے کہ مجھ سے ایسا بُرا کام ہوا تمام عمر کی نیک نامی جاتی رہی بدنامی

حاصل ہوئی ساتھ اس کے مکافات آخرت میں اس کی نہایت بد ہوگی ہر چند غم و غصہ کھاتا تھا اور ندامت کھینچتا تھا پر کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا اتنے میں بیاس دیو پھر حاضر ہوا اور کہنے لگا ای راجا باوجود اس کے کہ میں نے تجھ کو اس بات سے آگاہ کیا تھا پھر اس شادی کو تو نے کیوں نہ روکا اور دفع نہ کیا راجا نادم ہوا اور بہت سی منت و معذرت کی بعد اس کے التماس کیا کہ اس گناہِ عظیم کا تدارک و تلافی مجھے بتا کہ عاقبت میں اس کے عذاب سے رہائی پاؤں اور گرفتار نہ ہوں بیاس دیو نے کہا بہت سی خیرات و تصدقات کے بعد کتاب مہابھارت کو پڑھوا کر گوش دل سے سُن اور اس کے معنی پر دھیان دھر البتہ نجات پائے گا اور یہ گناہ تیرا بخشا جائے گا چنانچہ راجا نے تمام خزانے و دفینے جتنے تھے بلکہ سارا اسباب فقرا و مساکین کو بخش دیا اور کتاب مذکور کو سناتن کہ شاگرد رشید بیاس دیو کا تھا اُس سے پڑھوا کر رجوعِ قلب سے سُنا گناہوں سے پاک ہوا عذاب آخرت سے بچا اُسی وقت سے یہ کتاب تمام عالم میں مشہور و معروف ہوئی جب اُس سے فراغت حاصل کی بہ دستور امور مملکت میں مشغول ہوا عدل و انصاف کرنے لگا بعد مدت کوکب بقا اس کا مغرب فنا میں غروب ہوا جہاں رعیت و سپاہ کی نظروں میں تاریک ہوگیا اس کی سلطنت کی مدت چوراسی برس تھی ۔

راجا سمید بن راجا جنمیجی

سب میں بڑا تھا بعد اپنے باپ کے راج پر بیٹھا عدل و انصاف

سے جہان کو روشن کیا مانند اپنے جد و آبا کے امور مملکت کو انتظام دیا مدت اس کے راج کی بیاسی برس اور دو مہینے ۔

راجا ادھن ابن راجا رسمید

نے اٹھاسی برس دو مہینے راج کیا اور رعیت و سپاہ کو بہت سا آرام دیا ۔ راجا مہاجی بن ادھن نے اکاسی برس اور گیارہ مہینے ریاست کی اور تخت سلطنت کو زینت بخشی ۔

راجا جسرت بن مہاجی

نے فرماں روائی اور مملکت پیرائی دو مہینے پچھتر برس کی ۔

راجا دشت دان بن جسرت

نے چھہتر برس تین مہینے راج کیا اور ایک جہان آباد کیا ۔

راجا اگرسین بن راجا دشت دان

بعد اس کے راجا ہوا رعیت پروری و ملک ستانی کا نقارا اس نے بجایا آخر اٹھہتر برس اور آٹھ مہینے کے بعد اس جہان سے گزر گیا پھر

راجا سورسین بن راجا اگرسین

اسی برس تک راج کی مسند پہ رونق افزا رہا مالی ملکی کار و بار کو بہ خوبی انتظام دیا گیا ۔ اس کے بعد

راجا سوست سین بن راجا سور سین

نے پینسٹھ برس دو مہینے راج کیا رعیت اور سپاہ کو چین سے رکھا۔ اس کے بعد

راجا رسمی بن راجا سوست

نے اکہتر برس پانچ مہینے راج کی مسند کو رونق بخشی اور جہان میں بہ خوبی حکومت کی۔ بعد اس کے

راجا بیر پھل بن راجا رسمی

تخت حکومت پہ بیٹھا اور چونسٹھ برس سات مہینے ملک ممالکت کو آباد رکھا اس کے بعد

راجا سوکھ پال بن راجا بیر پھل

باسٹھ برس اور ایک مہینے راجا رہا جہاں کو فتنہ و فساد سے پاک کیا پھر

راجا نرہر دیو بن راجا سوکھ پال

اکاون برس گیارہ مہینے حکم رانی و ملک ستانی میں مشغول رہا بعد اس کے

راجا سوچرتھ بن راجا نرہر دیو

نے بیالیس برس اور گیارہ مہینے جہاں بانی کی اور حسن سلوک سے زندگانی کاٹی۔

راجا بھوپت بن راجا سوج رتھ

راجا ہوا۔ اٹھاون برس اور تین مہینے امور سلطنت کو انتظام دیا کیا بعد اس کے

راجا سوپن بن راجا بھوپت

راج پر قائم ہوا پچپن برس اور آٹھ مہینے حکومت کرتا رہا۔ پھر

راجا میدھاوی بن راجا سوپن

باون برس اور نو مہینے فرماں روائی اور کشورستانی کرتا رہا آخر اس جہان سے راہی ہوا۔ بعد اس کے

راجا سرون چرا بن راجا میدھاوی

نے پچاس برس اور آٹھ مہینے ریاست کی اور مملکت کو رونق بخشی۔ پھر

راجا بھیکم ابن راجا سرون چر

نے بینتالیس برس اور نو مہینے راج کیا سپاہ و رعیت کو خوش نود رکھا اور جہان کو عدل و انصاف سے آراستہ کردیا بعد اس کے

راجا پدارتھ بن راجا بھیکم

نے پینتالیس برس گیارہ مہینے سپاہ رعیت کو پالا اور عالم کو نوازا پھر

راجا دسوال بن راجا پدارتھ

راجا ہوا اور چوالیس برس نو مہینے سپاہ و رعیت کو اس نے امن میں رکھا پھر

راجا آونی بن راجا دسوال

نے چوالیس برس راج کیا اور خلق کی تالیفِ قلوب کرتا رہا اس کے بعد۔

راجا آہنتی بن راجا آونی

اکاون برس تلک راج پر قائم رہا سپاہ و رعیت کو داد و دہش سے نوازا کیا پھر

راجا دندپال بن راجا آہنتی

اٹھتیس برس نو مہینے راجا رہا اور خلق کو آرام دیا کیا۔

راجا درسال بن راجا دندپال

پینتالیس برس تخت حکومت پر جلوس فرمایا خلائق کو اپنے سایہ حمایت میں آرام سے رکھا اور گردن کشوں کو سرنگوں کیا۔ پھر

راجا شیباک بن راجا درسال

چھتیس برس امور سلطنت کو انتظام دیا کیا اور مفسدوں خونیوں کا لہو پیا کیا بعد اس کے

راجا کھیم بن راجا شنی پاک

اٹھاون برس پانچ مہینے اپنے باپ کا قائم مقام رہا اور جدو آبا کا نام روشن کیا۔ پھر

راجا کھیمن بن راجا کھیم

راج پر بیٹھا لیکن امور سلطنت میں کاہلی اور عدالت کے طریقے میں سستی کرتا تھا مطلق مالی ملکی کاموں کی طرف دھیان نہ دھرتا بے پروائی و لاوبالی اس نے اپنا شغل کیا نداان سلطنت کو ہاتھ سے کھو دیا بلکہ اپنی جان بھی دی خلاقِ کون مکان نے جہان کو جب سے پیدا کیا سررشتہ انتظامِ امور خلائق کا شاہانِ عظیم الشان کے ہاتھ میں دیا پس ان کو لازم ہو کہ خلق کی رفاہ ہر آن میں چاہیں اور عدل انصاف کے چلن بہ خوبی چاہیں۔ نہیں تو سلطنت چھن جاوے گی۔ بلکہ جان پر بھی آفت آوے گی۔

بیت

نہ ہو پروا جو شہ کو مملکت کی ۔۔۔ ہر ایک کو چونپ ہووے سلطنت کی

جب راجا کھیمن کو امرا وزراء نے بہ مرتبہ غافل اور امور ملکی و مالی میں کاہل پایا جو وزیر کہ کار و بار سلطنت کا مختار تھا اس کو امید وار سلطنت کیا نداان اس کو بھی حرص سلطنت کی ہوئی سوزنِ طمع نے چشم مروت اس کی سی دی۔ ایک دن قابو پاکر اس نے راجا کو مار لیا اور آپ راج پر قائم ہوا غرض راجا کھیمن نے اڑتالیس برس اور گیارہ مہینے راج کیا پانڈوں کے خاندان میں سلطنت اسی تک تھی

قضا و قدر سے اٹھارہ سے چونسٹھ برس اُن کے گھرانے میں بادشاہت
رہی راجا جدشٹر سے لے کر راجا کھیمن تلک تیس شخصوں نے ریاست کی

راجا بسراد

کہ مرتبۂ وزارت سے پایۂ سلطنت کو پہنچا اور حکومت پر بیٹھا اکثر اوقات کار و بار سلطنت میں مشغول رہتا۔ اور صعوبتیں واسطے خلق کے بہ رغبت سہتا۔ لیکن ہر گاہ کہ احوال اُس کی اولاد کا مفصل معلوم نہ تھا اس واسطے مختصر کیا فقط ہر ایک کا نام اور مدت سلطنت لکھ دی قصہ مختصر راجا بسراد نے ستر برس چار مہینے راج کیا پھر

راجا سورسین

اس کے بیٹے نے اپنے باپ کے بعد بیالیس برس اور آٹھ مہینے رعیت اور سپاہ کو اپنے سایۂ عدالت میں آرام سے رکھا آخر ملک عدم کو اکیلا چلا گیا۔ پھر

راجا بیرساہ راجا سورسین کا بیٹا

باپ کی مسند پر بیٹھا اور باون برس دو مہینے اس نے خلق کو اپنی پناہ میں رکھا بعد اس کے

راجا آہنگ ساہ بن راجا بیرساہ

تخت نشین ہوا سینتالیس برس اور نو مہینے اس نے بھی عدل گستری

اور رعیت پروری کی اس کے بعد

راجا پرجیت ساہ بیٹا راجا آہنگ ساہ

کا تخت نشین ہوا۔ پینتیس برس گیارہ مہینے اس نے راج کیا اور رونق افزائے مملکت رہا پھر

راجا دھیر راجا پرجیت کا خلف

راج پہ بیٹھا چوالیس برس اور تین مہینے حاکم رہا بعد اس کے

راجا سودیال بن راجا دھیر

نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔ مملکت کو بہ خوبی بسایا۔ بعد تیس برس نو مہینے کے اس جہان کو تجا بیکنٹھ میں جا بسا اس کے بعد

راجا پورست راجا سودیال کے بیٹے

نے تخت سلطنت کو زیب دیا اور آوازۂ عدل و انصاف کا بلند کیا آخر بیالیس برس اور دو مہینے کے بعد ملک بقا کا راہی ہوا پھر

راجا سنجی

راجا پورست کا پور اپنے باپ کے مقام پہ بیٹھا تیس برس تین مہینے وہ بھی امور ملکی کے انتظام میں لگا رہا۔ بعد اس کے

راجا امر جودھ بن راجا سنجی

فرماں روا ہوا اور ستائیں برس چار مہینے امور جہاں بانی کے بندوبست میں رہا پھر

راجا ابین پال بن راجا امر جودھ

نے نقارا سلطنت کا بجایا۔ بائیس برس گیارہ مہینے تک قضیہ جھگڑا خلق اللہ کا واجبی واجبی چکایا۔ بعد اس کے

راجا سردھی بن راجا ابین پال نے

کشورستانی و ملک گیری میں اوقات گزاری آخر سینتالیس برس سات مہینے کے بعد بیکنٹھ باسی ہوا پھر

راجا پدارتھ بن راجا بردھی

نے رایت فرماں دہی کو بلند کیا۔ پچیس برس پانچ مہینے عدل و انصاف کا ڈنکا دیا۔ بعد اس کے

راجا تدھمل راجا پدارتھ کا بیٹا

مسند حکومت پر بیٹھا لیکن سپاہ و رعیت کی طرف متوجہ نہ ہوا عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ بھنگ پینا اختیار کیا۔ نشے میں غرق رہنے لگا امرا وزرا سے بدسلوکیاں شروع کیں۔ آنکھیں یک مرتبہ بند کر لیں

راہ و رسم رئیسوں کی بھلادی تالیف قلوب ترک کی آپ میں نہ رہا خبطی سا ہوگیا۔ رئیس کو لازم ہے کہ کسی نشے کی کثرت نہ کرے اور عادت نہ ڈالے نہیں تو خاصیت جماد کی پیدا کرے گا اور انسانیت سے جاتا رہے گا۔ خصوصاً بھنگ بدترین نشہ ہے اگرچہ ابتدا میں قدرے سرور لاتی ہے بلکہ بھوک بھی لگاتی ہے لیکن آخرکار الو بناتی ہے سدھ بدھ ساری بھلاتی ہے۔ بڑھنا اس کا جثے کو گھٹاتا ہے۔ رنگ نیم کا پتا سا ہو جاتا ہے۔ اگر شیر اسے پیے بکری سے ڈرے اور جو گینڈا اس کا عادی ہو تو بھیڑ سے بھاگا کرے۔

ابیات

جسے بھنگ پینے کی عادت ہوئی — اسے جود و ہمت سے نفرت ہوئی
اگر ہووے کیسا ہی چالاک و چست — پر اس کو پیے تو وہ ہو جائے سست
نہ چہرہ ہی اس کا فقط زرد ہو — جو کثرت کرے اس کی نامرد ہو
سمجھنے لگے پھر تو رسی کو ناگ — اگر ٹک ہلے وہ تو بس جائے بھاگ

القصہ جب راجا بھنگ کی افراط سے از خود رفتہ ہوگیا ارکان دولت سے بدخوئیاں کرنے لگا تب بیرباہ وزیر نے لوگوں کو ورغلانے سے قابو پاکر ایک دن اس کو مارا اور ملک کا مالک ہو بیٹھا واقعی جب ریاست و حرص سلطنت آدمی کو حقوق محسن کے بھلا دیتی ہے بلکہ خوف الٰہی دل سے اٹھا دیتی ہے۔ تب جان بوجھ کر اس امر کا مرتکب ہوتا ہے۔ جس کے سبب خوبیٔ عقبیٰ کھوتا ہے۔ قصہ مختصر اس مقتول نے اکتیس برس اور آٹھ مہینے راج کیا اس کے بعد راجا بسراد کی اولاد سے

سررشتۂ سلطنت منقطع ہو اور خاندان میں گیا۔

بیت

نہ بد ہی رہا اس جہاں میں نہ نیک کہانی رہی اُن کی ایک عمر لیک

حاصل یہ ہو کہ راجا بسراد سے لے کر اس راجا تلک چودہ شخصوں نے پان سو ایک برس سلطنت کی۔

راجا بیرماہ

پایہ وزارت سے جو مرتبہ سلطنت کو پہنچا پینتیس برس تخت نشین رہا بعد اس کے

راجا چچاپ سنگ

راجا بیر ماہ کا بیٹا ستائیس برس اور سات مہینے راج کرتا رہا آخر اس جہان کو تج گیا پھر

راجا شیر کھن بن راجا چنجاب سنگھ

مسند نشین ہوا اور اکیس برس اس نے راج کیا۔ اس کے بعد

راجا مھی پت بن شیر کھن

پچیس برس اور چار مہینے اپنے باپ کا قائم مقام رہا اور امور ملکی کو انتظام دیا کیا بعد اس کے

راجا بھارمل مھی پت کا بیٹا

تخت ریاست پہ قائم ہوا اور چونتیس برس آٹھ مہینے طریقے ریاست و

حکومت کے بجالایا - پھر

راجا سروپ دت راجا بھارل

کا بیٹا راجا ہوا اٹھائیس برس اور تین مہینے جیا - بعد اس کے

راجا منترسین بن راجا سروپ دت

نے چوبیس برس تین مہینے مسند حکومت کو زینت دی سپاہ و رعیت کی پرورش و درستی میں اوقات گزاری پھر راجا

سکھ دان راجا منترسین

کا بیٹا حاکم ہوا اور ستائیس برس دو مہینے اس نے راج کیا بعد اس کے

راجا جی مل بن سکھدان

اٹھائیس برس دو مہینے راجا رہا آخر آگ میں جل کر راکھ ہوا اس کے بعد

راجا کل نک راجا جی مل

کا پور اپنے باپ کی مسند پر بیٹھا اور انتالیس برس چار مہینے حاکم رہا - پھر

راجا کل من راجا کل نک

کے نور چشم نے چمک اجالا کیا چھیالیس برس تلک سواد ظلم کو مملکت میں آنے نہ دیا بعد اس کے

راجا ستر مردن بن راجا سکل من

نے تخت سلطنت کو آرایش دی آٹھ برس گیارہ مہینے دنیا میں حکومت کی اس کے بعد

راجا جیون جاٹ راجا ستر مردن

کا بیٹا قائم مقام اپنے باپ کا ہوا چھبیس برس نو مہینے خلق کو اُس سے فیض پہنچا۔ پھر

راجا ہرن جک جیون جاٹ

کا بیٹا تخت ہوا اور تیرہ برس دو مہینے تک امور ملکی کو انتظام دنیا رہا اُس کے بعد راجا

بیرسین بن راجا ہرن جک

نے تخت حکومت پر جلوس فرمایا پینتیس برس دو مہینے طریقے ریاست و حکومت کے بجا لایا بعد اُس کے

راجا اودھت بن راجا بیرسین

رئیس ٹھہرا لیکن اُس نے جوانی و فرماں روائی کے غرور سے امور مملکت کی طرف سے غفلت کی عیش و عشرت میں اوقات کاٹنے لگا اکثر اوقات محل میں رہنا اختیار کیا فی الواقع عیش و عشرت جوانی میں نہایت خوب ہے چناں چہ ہر ایک جوان کو مرغوب ہے خصوصاً جس کو جوانی میں دولت ہو اُس کو تو حق بہ طرف ہے لیکن جن کو خدا نے عقل دی ہے وہ سوچ سمجھ کر عیاشی کرتے ہیں اس قدر لگ نہیں پڑتے امور مملکت کو سب

باتوں سے مقدم جانتے ہیں اور کہا اپنے دولت خواہوں کا دل سے مانتے ہیں۔ جو حاکم عیاش ہوا وہ دین و دنیا سے گیا نتیجہ عیاشی کا غفلت ہو اور کاہلی کا ذلت اکثر تخت نشین غفلت کے باعث صاحب حصیر ہوئے بہتیرے سلاطین کاہلت کے سبب حقیر ہوئے۔ القصہ جب بے پروائی ولاوبالی راجا کی بہت بڑھ گئی اور نارسائی اس کی سب کے نزدیک ثابت ہوئی ارکانِ دولت داعیانِ سلطنت نے وزیر سے اتفاق کیا اور راجا کو مار کر اس کو راج پر بٹھا دیا۔ حاصل یہ ہو کہ غفلت بادشاہوں کی اُن کے تختِ سلطنت کو خاک میں ملاتی ہو اور وزیروں کو پایۂ وزارت سے اورنگِ شاہی پر بٹھاتی ہو۔ غرض راجا ادھت نے تیس برس گیارہ مہینے راج کیا آخر اپنے کیے کی سزا کو پہنچا۔ قصہ کوتاہ راجا بیرباہ سے لے "تا راجا ادھت سولہ اشخاص نے سلطنت کی چار سو چالیس برس کے بعد ان کے خاندان سے ریاست گئی۔

نظم

تو دنیا کو ایک فاحشہ کر قیاس ۔۔۔ ہو آج اس کے پاس ہو اور کل اس کے پاس
اسے نت نیا یار درکار ہو ۔۔۔ وفا سے ہمیشہ یہ بیزار ہو
زیادہ کبھو اس سے تو لگ نہ چل ۔۔۔ بہ جز داغِ حسرت نہ دے گی یہ پھل
نہ بھول اس کی یہ کر و فر دیکھ کر ۔۔۔ کہ ہو داغِ حسرت ہی اس کا ثمر

جب راجا دندھر منصبِ وزارت سے درجۂ سلطنت کو پہنچا اکتالیس برس چھ مہینے سپاہ و رعیت کی غور و پرداخت کرتا رہا آخر نقارہ رحلت کا بجا گیا پھر

راجا سین دھوج بن راجا ڈنڈھر

راج پر بیٹھا پینتالیس برس خلق کا کام اس کے ہاتھ سے جاری رہا بعد اس کے

راجا مہا گنگ راجا سین دھوج کا بیٹا

حاکم ہوا اور اکتالیس برس دو مہینے کے بعد اس نے رخت ہستی کو باندھا اس کے بعد

راجا مہا جودھ بن مہا گنگ

رئیس ہوا تینتیس برس امور سلطنت کو انجام دیتا رہا۔ پھر

راجا ناتھ بن راجا مہا جودھ

اٹھائیس برس حاکم رہا آخر پیمانہ اپنی عمر کا بھر گیا اس کے بعد

راجا جیون راج بن ناتھ

راج پر قائم ہوا پینتالیس برس سات مہینے کاروبار سلطنت کرتا رہا اس کے بعد

راجا اُدے سین راجا جیون راج کا بیٹا

تخت حکومت پر بیٹھا اور سینتیس برس پانچ مہینے دنیا میں رہا۔ پھر

راجا اندجل اُدے سین

کا بیٹا اکاون برس حکومت کرتا رہا آخر تخت سلطنت کو چھوڑ گیا۔ پھر

راجا راج پال بن راجا انند جل

نے تخت حکومت پر جلوس کیا خلق اللہ کو آرام دیا جہاں بانی و ملک ستانی پر مصروف ہوا بہ زور شمشیر بہت سے ملکوں پر قبضہ کرلیا اور اکثر گردن کشوں کو اپنا مطیع کیا۔ تب تو شراب نخوت کا نشہ خوب سا چڑھا اور تکبر حد سے زیادہ بڑھا چناں چہ اکثر بادشاہوں کو خاطر میں نہ لاتا اور سلوک متکبرانہ سے پیش آتا۔

نظم

ہوا جاہ و دولت سے یہاں تک دماغ — کہ مہر کو لگا وہ سمجھنے چراغ
جو درگہ تھی اس کو زراہ غرور — سمجھتا تھا اوج فلک سے بھی دور

حاصل یہ ہے کہ کثرت لشکر و تسلط سلاطین پر یہ غرور زندگانی کرتا تھا حکما و عقلا نے فرمایا ہے اور تجربے میں بھی آیا ہے کہ جن نے تکبر و نخوت و رعونت کی اندک زمانے میں ایسی سرجنگ کھائی کہ خاک میں مل گیا اور جس نے غرور سے پگڑی پھیر رکھی وہی پگڑی اس کی فوراً گلو گیر ہوئی گلا اس کا گھونٹا اور دم خفا کیا آخر کار خاک ذلت پردہ گرا۔

نظم

تکبر ہوا جس کو حق کے سوا — یہ ٹھوکر لگی اس کو اوندھا گرا
تکبر ہی پھبتا اسی کے تئیں — سزاوار اس کا تو بندہ نہیں

قصہ کوتاہ سکھونت نامی راجا کہ دامنہ کوہ کماؤں میں تھوڑے سے ملک پر متصرف تھا ساتھ اس کے خراج بھی اسے دیتا تھا ایک دن وہ اپنے ارکان سلطنت و وزرائے مملکت کو ساتھ کر مع لشکر مہاراج پر چڑھ گیا اور فتح یاب

ہوا خدا کی قدرت سے عجب کیا ہو اگر وہ ارادہ کرے تو پہاڑ کو برگ کاہ اکھاڑے اور مور مار کو مار لے چناں چہ راجا راج پال باوجود اس قدرت و قوت کے اس ضعیف کے ہاتھ سے مارا پڑا اور وہ ملک کا مالک ہو بیٹھا۔

نظم

جو چاہے خداوند چرخ بریں — تو دشوار یہ بات ہرگز نہیں
قوی کو ہر ایک ناتواں ڈالے مار — کرے شیر گربہ سے دائم فرار

راجا راج پال نے چھبیس برس راج کیا حاصل یہ ہو کہ راجا دندھر سے لے کر اس راجا تلک نو شخصوں نے ریاست کی آخر سلطنت اُن کے خاندان سے بعد راجا پال کے منقطع ہوئی۔

بیت

نہ دیکھا جہاں میں کوئی خانداں — کہ دولت رہی ہو ہمیشہ جہاں
نہ لینا یہ خواہش کبھو اس کا ناؤں — کہ یہ بے وفا ڈھلتی پھرتی ہو چھاؤں

جب راجا سکھونت کو ہی والی ممالک محروسہ کا ہوا اُس کے مزاج میں بھی نہایت غرور آگیا امرا وزرا سے سلوک ناشایستہ کرنے لگا نشۂ مے سلطنت کا سنبھال نہ سکا کم ظرف تو تھا ہی اُبل چلا بدمست ہوگیا اور یہ حالات بادشاہوں کے شایاں نہیں بلکہ خوش خلقی و سپاہ پروری و رعیت نوازی و قدردانی اُن کو لازم ہو جب سلطان نے ان فعلوں کو ترک کیا سر رشتہ سلطنت کا اس کے ہاتھ سے گُم ہوا اور یہ تو اس بدکرداری اور ناہنجاری کے ساتھ پوستی بھی تھا بہ سبب اس کی افراط کے عقل اس کی بالکل زائل ہوگئی تھی اکثر اوقات نشے میں سرشار بے خودی میں لیل و نہار رہتا تھا۔ حاکموں کو کوئی نشہ کھانا پینا سزاوار نہیں خصوصاً پوست کہ فقط پوست و استخواں ہی باقی رکھتا ہو۔

قوی کو ضعیف بناتا ہے اور صحیح کو مریض سرو قامت اس کی کثرت سے کبڑے ہو جاتے ہیں اور تنومند تنکا سے بن جاتے ہیں۔ گردن جھکی جاتی ہے پینک چلی آتی ہے رات کو جاگا کرتا ہے اور دن کو سویا کرتا ہے صورت اصلی پر نہیں رہتا مسخ ہو جاتا ہے القصہ راجا مدہوشی کے باعث چڑچڑا ہو گیا تھا رعیت پر تعدی اور سپاہ کے حق میں نادہندی شروع کی سردار تو اس کی بدسلوکیوں سے شاکی تھے ہی منحرف ہو گئے۔

بیت

جو حاکم ہوا عدل کر اختیار   کہ ظالم کی دولت نہیں پائے دار

جب یہ خبر اطراف میں مشہور ہوئی راجا بیر بکرماجیت اجین کا راجا فوج کشی کرکے اس پر چڑھ آیا اور یہ بھی اپنی فوج لے کر اس کے مقابل ہوا دونوں لشکر آپس میں خوب لڑے اور ہزاروں جوان مارے پڑے۔ میدان دریائے خون ہو گیا رزم گاہ کا حال دگرگوں ہو گیا۔ اجسام بہادروں کے تیروں کی کثرت سے نیستان بن گئے۔ اور سینے دلاوروں کے پیکانوں کی بہتایت سے ایک لخت چھن گئے۔ آب تیغ کی موجوں نے فوجوں کو موت کے گھاٹ لگا دیا بلکہ رخت ہستی ہر ذی حیات کا ایک لخت بہا دیا۔ آفریں صد آفریں دلاوران طرفین کی جرأت و شجاعت پر کہ ہر ایک نے حیات کے رشتے کو توڑا لیکن دم واپسیں تک دم خنجر و شمشیر سے منہ نہ موڑا آخر راجا سکھونت کو بھی کو مقاومت کی تاب نہ رہی پانو اس کے اٹھ گئے رزم گاہ ہی میں مارا پڑا اور راجا بیر بکرماجیت فتح یاب ہو کر پھرا غرض راجا سکونت کی حکومت چودہ برس رہی۔

نظم

اگر شیر سے گرگ آکر لڑے   مقرر وہ ناچار مارا پڑے

جو شخص مکھ ہو شہ زور سے ناتواں   تو جاتی رہے جان اس کی نداں

راجا بیر بکرماجیت بن گندھرپ سین

اُس کی ولادت کے احوال میں اختلاف بہت ہے اور صاحب خلاصۃ الہند یہ لکھتا ہے کہ بعضی تاریخوں اور اکبرنامے سے یوں دریافت ہوا ہے کہ آبا و اجداد سے یہ اُجین کا راجا تھا باپ اس کا گندھرپ سین لیکن سنگھاسن بتیسی کے ترجمے سے یہ بوجھا جاتا ہے کہ ایک دن مجلس نشاط میں راجا اندر کے سامنے کتنی اپچھرائیں ناچ رہی تھیں عجائب سماں بندھ رہا تھا کہ عین مزے میں گندھرپ سین بن اندر کی نگاہ ایک اپچھرا پر پڑنے لگی۔ بلکہ دم بہ دم اُس سے آنکھ لڑنے لگی۔ اور وہ راجا کی منظور نظر بھی تھی راجا اس حالت کو دیکھ کر نہایت برہم ہوا وونہیں اپنے بیٹے کو سراپا کہ عالم علوی سے عالم سفلی میں جاکر دن بھر گدھے کے قالب میں رہے اور رات بھر انسان کے یہاں تک کہ ایک راجا عظیم الشان اس کا پیکر حماری آگ میں جلاوے تب اپنی صورت اصلی میں آکر پھر عالم ملکوت کی طرف مراجعت کرے فی الفور گندھرپ سین اپنے مکان سے جلا ہو گدھے کی صورت بن متصل دھارانگر کے ایک تالاب میں گیا اور وہیں ساکن ہوا اس ارادے پر کہ یہاں کے راجا کی بیٹی لیجیے تا اس جثہ حماری سے نجات پاوے کیونکہ راجا اس کو مقرر جلاوے گا اور تب شکل اصلی سے متشکل ہوکر اپنے مکان مانوس کو جاوے غرض کہ وہ اسی اندیشے میں تھا کہ ایک برہمن نہانے کو اُس تالاب کے کنارے وارد ہوا گندھرپ سین اُس کی آہٹ سُن کر پانی میں سے بولا اے برہمن میں گندھرپ سین راجا اندر کا بیٹا ہوں یہاں کے راجا سے جاکر کہہ اپنی بیٹی کو مجھ سے بیاہ دے پھر جو کچھ اُس

کی حاجت ہوگی اُسے بر لاؤں گا اور جو نہ مانے گا تو اس کی ساری مملکت خاک میں ملاؤں گا۔ با متھہ نے اس دن تو اس آواز کا اعتبار نہ کیا جب دو تین روز پیہم سُنی ناچار راجا دھار سے اس کی حقیقت کہی راجا متعجب ہوکر آپ اس کے کنارے پر آیا اور اس صدا کو بہ گوش خود سُنا بعد اس کے یوں کہا کہ اگر واقعی تو راجا اندر کا بیٹا ہو اور قدرت امورِ غریبہ کے سر انجام کی رکھتا ہو تو ایک شہر پناہ آہنی اس شہر کے گرد بنا دے تا مجھے تیرے قول کا اعتماد ہووے پھر اپنی بیٹی کی شادی تجھ سے کر دوں گندھرپ سین نے فی الفور قاضی الحاجات کی درگاہ میں مناجات کی معمارِ حقیقی کی قدرت سے بدونِ معمار اور لوہار کی مدد ایک حصار آہنی نہایت مستحکم شہر کے گرد نمود ہوا۔

بیت

حصار اس طرح کا عریض و بلند ۔۔۔ نہ پہنچے جہاں وہم کی بھی کمند
نہ دیکھا کسی نے کبھی نہ سنا ۔۔۔ سو لوہے کا ایک آن میں بن گیا

خلق اس سانحے عجیب کو دیکھ کر اچنبھے میں پڑ گئی اور رعایا کی عقل جاتی رہی وونہیں وفائے وعدہ کے لیے تالاب پر جا کر پکارا کہ اس امرِ عجیب کے ظاہر ہونے سے مجھے تیری بات کا یقین ہوا دغدغہ مطلق نہ رہا اب تو پانی میں سے نکل کہ اپنی بیٹی کا جلد تجھ سے عقد کر دوں گندھرپ سین فی الفور بہ ہیئت حماری اس آب گیر سے باہر نکلا راجا اس کو دیکھتے ہی گرداب حیرت میں غرق ہوا اور غرقِ تجاسات میں ڈوب گیا جب اس حالت سے نکلا جی میں سوچا اگر اپنی بیٹی اسے دوں تو اپنے بیگانے ندامت کریں گے اور جو نہ دوں تو یہ قدرتی نژاد مجھے میرے اہلِ مملکت سمیت خاک سیاہ کر دے گا بلکہ ایک متنفس کو جیتا نہ چھوڑے گا گندھرپ سین اس کے من کی بوجھ کر

بولا اے راجا۔ مجھ کو اس پیکر میں دیکھ کر غمگین مت ہو یہ حکمت الٰہی ہے کہ دن کو گدھے کی صورت رہتا ہوں اور رات کو آدمی کی شکل بنتا ہوں القصہ راجا دھار کی یہ مجال نہ ہوئی کہ اس امر سے پھرے چار و ناچار اپنی بیٹی کو اس کے ساتھ بیاہ دیا گندھرپ سین دن کو تو گدھے کی شکل ہو طویلے میں گھاس کھاتا اور رات کو محل میں جاکر اپنی دلہن کے ساتھ عیش مناتا۔ لیکن راجا دھار دشمنوں کی شماتت اور ہرزہ گوؤں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ و خجل رہتا تھا اور ہمیشہ اس امر کے تدارک میں تفکر و تردد کیا کرتا۔ ایک شب کا ذکر ہے کہ گندھرپ سین بہ عادت معہود جثۂ حماری چھوڑ کر بہ صورت انسان حرم سرائے میں گیا تھا راجا نے جو قابو پایا اس جسم کو آگ میں جلاکر راکھ کر دیا گندھرپ سین اسی وقت باہر نکل آیا اور کہنے لگا اے راجہ مجھے جس وقت اندر نے سراپا تھا اس وقت یہ کہا تھا جب اس گدھے کی کھال کو ایک راجا جلا چکے گا تب پھر عالم سفلی سے مکان اصلی کو جس شکل سے تھا ویسا ہی ہوکر جاؤں گا تو نے بڑا احسان کیا کہ اس کو جلاکر میرا کال کاٹا اور وبال دور کیا خدا تجھے جزائے خیر دیوے اب تیری خدمت میں التماس کرتا ہوں پہلے ایک بیٹا بکرم تری نام میرے یہاں ایک چیری سے پیدا ہو چکا ہے اب تیری بیٹی جو پیٹ سے ہے یہ بکرماجیت ایک لڑکا جنے گی ہزار ہاتھی کا زور اس کے جسم میں ہوگا۔ غرض صفحۂ روزگار پہ ان دونوں کا نام تا روزِ قیامت ثبت رہے گا اب اثر اندر کی دعائے بد کا نبڑ چکا ہے مجھے عالم علوی میں جانا چاہیے بس تم سے رخصت ہوتا ہوں یہ کہہ کر آسمان کی طرف اڑا اور نظروں سے غائب ہوا راجا اس امر عجیب کے تماشے سے ہکا بکا سا رہ گیا نداِن پچھتانے لگا کہ اس قدسی نژاد کی مجھ سے افسوس کچھ خدمت نہ ہوسکی اتفاق حسنہ سے

یہ اس عالم میں وارد ہوا تھا ساتھ اس کے جب یہ دھیان کیا کہ میری بیٹی سے اس کا ایک لڑکا ایسا شہ زور پیدا ہوگا کہ ہزار ہاتھی کی قوت اس میں ہوگی تب ڈرا کہ احیاناً اس کا تسلط جو اس عالم میں ہوا تو اپنے قوت بازو سے میری سلطنت چھین لے گا اور میں اس سے مقابلہ نہ کرسکوں گا کتنے اشخاص تعینات کیے کہ جب یہ لڑکی بیٹا جنے اس کو میرے پاس فی الفور اٹھا لاویں کہ میں اس کا کام تمام کروں اور اس کے شر سے بچوں وہ لڑکی ایک تو گندھرپ سین کی آتش فراق سے جلتی بلتی تھی جب دیکھا کہ یہ گروہ اس بات پر متعین ہوا ہے کہ جس وقت لڑکا جنوں اس کو ٹھکانے لگا دے زندگی اس کو اور بھی دوبھر ہوئی دیکھا کہ اس صدمے کی تاب نہ لاسکوں گی پیش از اس کے ایک چھری سے اپنا شکم چاک کر ڈالا اور رشتہ حیات کا قطع کیا اتفاقاً نواں مہینہ لگ چکا تھا اور ارادۂ الہٰی میں یہ ٹھہرا تھا کہ یہ لڑکا دنیا میں پیدا ہووے اور وہ کام کرے کہ کسی بشر سے نہ ہوے ہوں اور نہ ہوسکیں بنا بر اس کے بیر بکرماجیت اس کے پیٹ سے جیتا نکل پڑا اور نو پیدائش بچوں کی مانند رونے لگا نگہبان اسی وقت راجا کے حضور اس کو لے گئے کیفیت اس کی ماں کے مرنے کی اور حقیقت اس کی پیدائش کی من وعن عرض کی راجا گندھرپ سین کے لیے پہلے سے مغموم تھا اب جو بیٹی کا مرنا سنا غم اس کا زیادہ بڑھا غرض اس طفل یتیم کو دیکھتے ہی مہر دل میں آگئی اسی وقت اس کی پرورش کے لیے دودھ پلائی دائیاں کئی رکھ دیں۔

رباعی

تو بھول کے بھی ستم ضعیفوں پہ نہ کر — ہو آہ سحر میں اُن کی شعلے کا اثر
زنہار صغیروں کو نہ ایذا دینا — کرتے ہیں ترحم اُن پہ شیر و اژدر

اور اسی طرح بھرتری کی بھی پرورش و تربیت پر متوجہ ہوا فضل الٰہی سے
دونوں بھائی تھوڑے دنوں میں بڑے ہوئے لیکن بیر بکرماجیت کی جبیں
میں سے جو علامتیں سلطنت و ریاست کی ہویدا تھیں اس سبب راجا
اس کو بہت پیار کرتا تھا جب جوان ہوا صوبہ داری مالوے کی اس کے لیے
مقرر کی پھر بکرماجیت نے راجا کی حکومت میں درخواست کی کہ بڑے
بھائی کے ہوتے میں حکومت کا سزاوار نہیں بہتر یہ ہو کہ ناظم وہ ہو اور
دیوان میں ہوں راجا نے یہ بات اس کی نہایت پسند کی حکومت وہاں کی
بھرتری کو بخشی اور دیوانی بکرماجیت کو پھر دونوں کو رخصت کیا جب یہ
صوبۂ مذکور میں پہنچے بھرتری نے اجین کو دارالامارت مقرر کیا وہیں مسندِ
حکومت پر بیٹھا اور بیر بکرماجیت بھی پایۂ وزارت پر قائم ہوا نظم و نسق امور
ملکی و مالی کے بخوبی کرنے لگا رفتہ رفتہ دونوں بھائیوں نے اکثر ملک جو متصل
اس ولایت سے تھے ان پر قبضہ کر لیا اور کتنے حاکموں کو اپنا محکوم کیا پھر تو
حکم ان کا اکثر ملکوں پر جاری ہوا اور آبادی اجین کی طول میں تیرہ کوس
اور عرض میں نو کوس ٹھہری۔ راجا بھرتری از بس کہ اپنی رانی کو کہ نام اس
کا سینا تھا پنگلا بھی اس کو کہتے تھے بہت چاہتا تھا اس واسطے اکثر
محل میں رہتا اور اوقات عزیز اپنی اس کے ساتھ عیش و عشرت میں کھوتا
ملکی مالی مقدمات کی طرف متوجہ کم ہوتا بالکل مدار مہمات حکومت و سلطنت
کا بیر بکرماجیت پر تھا وہ خیرخواہی سے راجا کو بیشتر نصیحت کیا کرتا کہ
محل سرا میں بیشتر اوقات بسر کرنا امور سلطنت پر دھیان نہ دھرنا
مناسب نہیں رانی اس واسطے اس سے یا اس لیے کہ مدار المہام سلطنت کا
تھا آزردہ تھی سخت سست راجا کو کہہ کر اس بات پر لائی کہ بیر بکرماجیت

کو مملکت سے اخراج کرے اور خدمت مختاری کی اس سے لے لے وہ مسلوبِ عقل محکوم زن بھائی سے ایسا پھر گیا نہ برادری کا لحاظ کیا نہ حقوق جاں فشانی کے سمجھا ایک عورت خانہ برانداز ناقص العقل کی خاطر سے اُس انسانِ کامل کو شہر بدر کیا اپنے ہاتھ سے اپنا بازو توڑ دیا۔

نظم

محبت پہ عورت کی ہرگز نہ جا
که انجام اس کا نہیں جز دغا

لگاوٹ ہی اس کی سراسر فریب
نہ کھا اس کا تو اے برادر فریب

اگر مکر کا اپنی پھیلا ئے دام
تو پھنس جائیں دنیا کے دانا تمام

توی اُس کا ہے مکر شیطان سے
نزارک ہو کب اُس کا انسان سے

جب ایک مدت اس پر گذری اتفاقاً ایک برہمن کے قوت ریاضت سے ایک ایسا پھل ہاتھ لگا کہ جو کوئی اُسے کھائے حیاتِ ابدی پائے چناں چہ اس نے اپنی جورو کے کہنے سے راجا کی نذر کیا اور اپنی مراد کو پہنچا راجا از بس کہ اپنی زوجہ سے تعشق رکھتا تھا اس میوۂ جاں بخش کو اُس کے حوالے کیا وہ قحبہ اصطبل کے داروغہ سے گرفتار تھی اس تحفۂ عدیم المثل کو اُس نے اُسے دے ڈالا وہ کلھا بیسوا کی زنجیرِ عشق میں پابند تھا اس نے اس ثمرِ نایاب کو لے جا کر بے تامل اس کے آگے رکھ دیا اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ زندگی جاوداں بہ نہج گناہگاراں اور ناپسندیدہ کرداروں کو چاہیے ہم سیہ کاروں کے حق میں اتنی ہی زیست وبال ہے بہتر یہ ہے کہ اس امرت پھل کو راجا کی خدمت میں گذرانیے کیوں کہ اس کے فیضِ عام سے ایک خلق نہال ہے اور ایک عالم خوش حال۔ بس ایسے شخص کی زندگانی اگر جاودانی ہو جائے تو خلق اللہ

نا قیامت آرام پائے۔ ندان راجا کی خدمت میں آکر اس پھل کو گزرانا
راجا اس کو پہچان کر حیران رہ گیا آخر اس ماجرے کو تحقیق کیا اور رانی کے
رازِ نہانی سے واقف ہوا جب اس مکر ہائی نے دیکھا کہ بات اپنے ہاتھ سے
جاتی رہی مارے ڈر کے ایک اونچے کوٹھے سے گر پڑی اور اسفل السافلین
میں جا پہنچی راجا اس چھنال کی محبت سے نادم ہوا اور اپنی عمر گراں مایہ کے
رائیگاں جانے پر تاسف کیا۔

بیت

زنِ بدکارہ کا مرنا بھلا ہے نتیجہ زیست کا اُس کے بُرا ہے

لیکن اور کتابوں میں رانی کی چاہت کو میرا غور سے اور مرنا اس کا
اس وضع سے نہیں لکھا بلکہ اُس کی عصمت ثابت کی ہے اور موت اس
کی یوں لکھی ہے کہ ایک دن راجا بھرتری شکار کھیلنے کو سوار ہوا تھا قریب
شہر سے ایک موضع میں جو پہنچا کیا دیکھتا ہے کہ ایک رنڈی اپنے خصم کی
ارتھی کے ہمراہ آکر ہنسی خوشی اس کے ساتھ جل کر راکھ ہوگئی راجا نے اُس
سراپا عصمت کی دوستی و وفاداری پر بہت سی تحسین و آفرین کی بلکہ ماجرا
اس کا محل میں آکر رانی کے سامنے بیان کیا اُس نے سن کر کہا کہ صاحب
عصمت رنڈیوں کی محبت سے یہ بات بعید ہے کہ اپنا کام جلنے تک پہنچائیں
اور ایک آہ سرد کے ساتھ نہ مر جائیں۔ راجا کے دل میں یہ بات اس
کی کھٹکا کرتی تھی ایک دن آزمایش کے لیے شکارگاہ میں سے کئی آدمی
نالاں و گریاں بھیجے کہ شہر میں جا کر کہیں کہ راجا میں اور ایک دیو میں لڑائی
ہوئی تھی آخر دیو غالب ہوا اور راجا مارا گیا انھوں نے اسی حالت سے
اس خبر کو پہلے تو ہوا بہ جا منتشر کیا ندان رانی تک بھی پہنچایا بلکہ اس

صدق کے لیے راجا کا لباس خاص خون آلودہ دکھایا۔ رانی کہ چاہت میں پکّی اور محبت میں پوری تھی جھوٹ سچ کی امتیاز نہ کی فی الفور جی سے گزر گئی دعوا اپنی محبت کا اثبات کیا۔ اور نام اپنا نیک ناموں کے دفتر میں لکھوا دیا۔

بیت

محبت میں جنھوں نے جی گنوایا انھوں ہیں نے مزا جینے کا پایا

اور بعضی کتابوں کی رو سے یوں معلوم ہوتا ہو کہ راجا بھرتری کے دو جوروئیں تھیں اور دونوں کو چاہتا تھا ایک تو میراخور کی محبت کے نتیجے سے کوٹھے سے گر کر ہلاک ہوئی نام اس کا سیتا تھا دوسری جو راجا کے مرنے کی خبر سن کر بلا توقف مر گئی وہ پنگلا کر مشہور تھی۔ قصہ کوتاہ راجا بھرتری اس فاسقہ کے مرنے کے بعد غیرت سے یا اس زنِ صالحہ کی موت کے غم سے سلطنت کو چھوڑ صحراے تجرد کا راہی ہوا آخر منزلِ مقصود کو پہنچا ریاضت و عبادت کی کثرت سے نورِ ہدایت اس کے باطن میں پیدا ہوا پردہ تاریکی کا دیدۂ دل کے آگے سے اُٹھ گیا دوست کا جمال دم بہ دم دیکھنے لگا اجل کے صدمے سے بھی بچا حیاتِ جاودانی کے محوطے میں مقیم ہوا سبب اس کا یا وہ امرت پھل ہو یا عباداتِ شاقہ غرض ہنود کے نزدیک وہ اب تلک جیتا ہو اور چھپے چھپے عالمِ سفلی کی سیر کرتا ہو۔

بیت

ملی جن کو حیاتِ جاودانی حقیقت ان کی یارو کس نے جانی

جب راجا بھرتری نکل گیا ملک بے والی ہوا پھر ایسا کون تھا کہ دیوٗں کے شر سے خلق اللہ کو بچاتا چناں چہ اطرافِ ممالک میں ہزاروں

عفریت پھیل گئے اور آدمیوں کو اذیت حد سے زیادہ پہنچانے لگے شہر اجین میں بھی پرچھپال نام ایک دیو جس کے فرماں بردار بہتیرے دیو مردم آزار اور اکثر عفریت آدم خوار تھے وارد ہوا اور وہاں کے لوگوں کو ستانے بلکہ کھانے لگا اکثر تو اس کے کام ناکام کے لقمہ ہوئے اور بہتیرے اپنی جان بچاکر وہاں سے بھاگ نکلے وہ شہر آباد کہ برابر ایک مملکت کے تھا تھوڑے دنوں میں اُجاڑ ہوگیا سچ ہے کہ ولایت بے والی حکم تن بے سر کا رکھتی ہے۔

بیت

جہاں بال سے ہوگا جہاں کا وقار نہ ہو سر جو تن پہ تو ہئیۃ ہو خوار

جب اس ملک کے باشندے بہت سے وہ بے رحم کھا چکا تب وہاں کے سرداروں نے آپس میں مشورت کرکے اس سنگ دل سے یہ التماس کیا کہ اپنی خورش کی تعیین کرو تا ایک آدمی اپنی باری میں حاضر ہووے اور باقی اشخاص اس روز آفت سے بچے رہیں یہ بات اس نے قبول کی اور فرمایا کہ اپنی باری کے دن وہ شخص مسندِ حکومت پہ حکم راں ہو اور سارے ارکانِ دولت اُس کے حکم سے امور ملکی و مالی اس روز تا شام جاری رکھیں بلکہ ہر متنفس ایک بات کا بھی اس کی تکرار نہ کرے۔ اور سر اطاعت اُس کے آگے دھرے۔ جب رات پڑے تب وہی شخص میرا لقمہ ہووے سبھوں نے بہ حسب ضرورت اس بات کو قبول کیا اور اہل شہر نے اس نوبت کو قرار دیا چناں چہ ہر روز ایک شخص اُن میں سے اپنی باری کے دن تا شام سلطنت کرتا اور وقتِ شب اس کا لقمہ بنتا اور باقی باشندے شہر کے باورچی خانے کی بکریوں کے مانند سرِ صد ہلاکت لگے رہتے۔ اے یارو جو اپنے احوال پر نظر کرو تو یہی صورت تمھاری عفریت اجل

کے ہاتھ سے ہو پنہاں چہ نوبت بہ نوبت ہر ایک تم میں سے اس کا لقمہ ہوتا ہے۔ تس پر اوقات اپنی غفلت میں کھوتا ہے۔ جان لو کہ کوئی متنفس اس کے ہاتھ سے نہ بچے گا اور سلامت ہمیشہ نہ رہے گا۔

نظم

جہاں کس سے کرتا ہے بھائی وفا　　تو خالق سے بس اپنے دل کو لگا
جہاں کی نہ رہنا تو امید پر　　کہ مارے ہیں تجھ سے بہت پال کر

جب ایک مدت اس پر گزری اتفاقاتِ حسنہ سے ایک جماعت بنجاروں کی گجرات سے آکر اجین کے قریب دریا کے کنارے اتری۔ بیر بکرما جیت بھی بہ عہدہ نوکری اس سفر میں بنجاروں کا رفیق تھا جب رات ہوئی بہت سے گیدڑ اپنی عادت پر بولنے لگے ان میں سے ایک اپنی زبان میں یوں کہنے لگا کہ بعد دو تین گھڑی کے ایک مردہ اس دریا میں بہتا ہوا آتا ہے چار لعل بیش قیمت اس کی کمر میں بندھے ہیں اور ایک فیروزہ کی انگوٹھی انگلی میں جو کوئی اس مردے کو نکال کر مجھے کھلاوے سلطنت ہفت اقلیم کی اس کے ہاتھ آوے۔ بیر بکرما جیت جو چرند پرند کی بولی سمجھتا تھا اس کا کلام سن کر دریا کے کنارے آکر منتظر کھڑا رہا۔ بعد دو ساعت کے کیا دیکھتا ہے کہ ایک مردہ دریا میں بہتا چلا آتا ہے وونہیں اس کو اٹھا لیا انگوٹھی اس کی انگلی میں دیکھی اور لعل کمر میں پائے تب گیدڑ کے نزدیک پہنچا جان کر اس کے جسم بے جان کو اس کے آگے لاکر ڈال دیا اور آپ امیدوار سلطنت کا ہوا۔ دوسرے دن اجین کی سیر کو گیا بہ سبب اس کے کہ وہ اس کا مسکن مالوف تھا ہر کوچہ و بازار میں پھرنے لگا جب ایک کمہار کے دروازے پر پہنچا کیا دیکھتا ہے کہ

سواری معہ تجملات شاہی وہاں کھڑی ہے اور سب ارکان دولت بھی سپاہ سمیت حاضر ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اس کے بیٹے کو سوار کر کے تخت گاہ کی طرف لے جائیں طرفہ تر یہ ہے کہ ماں باپ اُس کے گریبان چاک اپنے دروازے پہ کھڑے خاک اڑاتے ہیں۔ اور اشک خونیں اپنی آنکھوں سے بہاتے ہیں۔ بیر بکرماجیت یہ حالت دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ تو سب اسباب شادی کے ہیں پھر گریہ و زاری کس باعث آخر رہ نہ سکا اس ماجرے کو کسی سے دریافت کیا بعد اس کے کمہار کے بڑھاپے پر اور اس کے بیٹے کی جوانی پہ رحم کر کے مخاطب ہوا کہ اے پیر مرد تو ہرگز غم نہ کھا اور مطلق نہ رو کہ میں تیرے بیٹے کے عوض اس دیو کے آگے جاتا ہوں یا مدد الٰہی سے اس کو مار خلق اللہ کو اس کے پنجۂ ظلم سے چھڑاتا ہوں یا مارے جا کر بہشت کی نعمتوں کے مزے اٹھاتا ہوں۔ کیوں کہ جو کوئی کسی کے بدلے مارا جاوے البتہ اس عالم میں راحت ابدی پاوے۔ یہ سُن کر کمہار اور اکثر اشخاص بولے کہ ہمیں کیا لازم ہے کہ ایک مسافر کو ناحق لقمہ دیو مردم خوار کا بنائیں بالفرض اگر آج یوں کیا تو کل کیا کریں گے یعنی کس کو اُس کے عوض بھیجیں گے بہتر یہی ہے کہ اوروں کی طرح یہ بھی اپنی باری کے دن آپ جا حاضر ہووے۔ القصہ بیر بکرماجیت نے اس مقدمے کے بیچ نہایت جد و کد کر کے اس کمہار کے بیٹے کی نوبت اپنے پر لی اور بہ طور معین پوشاک شاہانہ پہن کر عطر پاکیزہ ملے پھر سلاح و یراق سج کر فیل کوہ پیکر پہ سوار نہایت تزک و تجمل سے شادیانے بجاتا قلعے میں داخل ہوا اور تخت شاہی پہ اجلاس فرمایا۔ ارکان دولت بہ قدر مراتب اپنے اپنے پائے پہ قائم ہو کر امور مملکت میں مشغول ہوئے اور حسب الحکم حضور

قسم قسم کے کھانے اور طرح بہ طرح کے شربت قلعے کے اُس دروازے پر کہ جو دیو کی گزرگاہ تھا مہیا کیے لیکن بیر بکرماجیت کی پیشانی پر آثار سلطنت کے نمودار جو دیکھے تمام دن اُس کی سلامتی کے لیے دست بہ دعا رہے۔ جب رات ہوئی دیو نے بہ دستور وہاں آکر بہ خواہش تمام وہی نفیس نفیس طعام زہر مار کیے۔ اور شربت بھی انواع و اقسام کے پیے۔ بعد اس کے اندر گیا دیکھا کہ ایک جوان نہایت وجیہہ تخت پر بیٹھا ہو چاہتا تھا کہ آگے بڑھے۔ بیر بکرماجیت دیکھتے ہی اُسے مستعد جنگ کا ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا آخر دونوں میں کشتی ہونے لگی کبھی دیو غالب ہوتا تھا کبھی وہ آخر کام کُشتی سے گزر گیا تب بیر بکرما جیت نے تلوار میان سے لی کہ کام اُس نابکار کا تمام کرے دیو متامل ہوا کہ یہ جوان بھی بڑا زور آور قوی ہیکل ہو اس سے صلح کیجیے اور راہ نجات کی لیجیے۔ یہ سوچ کر لڑنے سے باز رہا اور یوں مخاطب ہوا کہ ای جوان تو نے میری ضیافت بہ آئین شایستہ کی کھانے لذیذ لذیذ کھلائے۔ اور شربت لطیف لطیف پلائے۔ بنا بر اس کے میں نے تیری جان بخشی کی بلکہ تیری خاطر سے تمام شہر کو امان دی اب میں جاتا ہوں سلطنت اس ملک کی تجھ کو مبارک ہو کسی اور کو قابل اس امر کے نہ دیکھا تھا جب کوئی مہم تجھے درپیش ہو مجھے یاد کیجیو بلا توقف اپنے پاس پہنچا جانیو کیوں کہ میں تیرا دل سے دوست اور ہوا خواہ ہوا گاڑھ کے وقت تیرا شریک ہوں گا بلکہ تیرے عوض آفت اپنے سر پہ لوں گا۔ بیر بکرماجیت بولا میں چاہتا تھا کہ تجھے جان سے

ماروں اور ایک خلق کے خون کا انتقام لوں لیکن تیرا کلام محبت سن کر قتل سے دست بردار ہوا اور تجھ کو بحل کیا پس تقاضا محبت کا یہ ہے کہ تو یہاں سے چلا جا جب مجھے ضرورت پیش آئے گی تجھ کو بلا بھیجوں گا عفریت بعد اس کلمہ و کلام کے اُس جگہ سے چلا گیا۔ علی الصباح لوگ جو قلعے میں آئے اُس کو جیتا دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ بھی تو انسان ہی تھا پھر کیوں کر اس دیو مردم خوار سے بچ رہا بلکہ اُس پر غالب ہوا۔ شکر ہے قادر لایزال کا جس نے ایسا زورآور بہادر جوان یہاں بھیجا کہ اس کی قوت بازو سے ایسا ظالم اس شہر سے نکلا پھر تو ہشاش بشاش ہو کر تمام اہل شہر کو جا خبر کی امرا وزرا نے وہاں آ کر جو اُسے زندہ دیکھا جانا کہ دیو اُس سے عہدہ برآ نہ ہوا اور بھاگا متنائل ہوئے کہ یہ شخص کوئی قدسی نژاد ہے یا صلب کسی بادشاہ بلند اقبال کا یا بیر بکرماجیت راجا بھرتری کا بھائی و الّا انسان کی کیا قدرت کہ اُس سے اپنے تئیں بچا وے اور یہ تو محال ہے کہ اُس کو بھگا وے ندان پرسش احوال سے معلوم ہوا کہ بیر بکرماجیت ہے لیکن اُسے نکلے ایک مدت جو گزر گئی تھی پہچانا نہ جاتا تھا آخر کردار و آثار اُس کے جو بہ غور دیکھے شاد ہوئے کہ خدا کا شکر ہے دیو کا تسلط اس ملک پر سے گیا اور حق بہ حق دار پہنچا پھر سبھوں نے کمر خدمت باندھی اور اطاعت اُس کی اپنے پر لازم پکڑی امور مملکت بہ خوبی جاری ہوئے۔ ظالم سرکش ظلم و سرکشی سے عاری ہوئے۔ ہر ایک نے موافق اپنے حوصلے کے مجلس نشاط ترتیب دی شراب عیش متصل چلنے لگی شہر میں کوئی گھر نہ تھا جہاں مبارک سلامت نہ

تھی جس میں ناچ راگ کی صحبت نہ تھی۔ پیر و جوان کا غنچۂ خاطر وا ہوا بلکہ غنچۂ تصویر بھی کھل گیا۔ باشندے شہر کے یک لخت شاد ہوئے بلکہ نئے سر سے آباد ہوئے۔ نغمہ پردازوں کی صدا سے گنبدِ فلک گونج اٹھا۔ اور سازوں کی نوا سے فرش سے لے عرش تلک بھر گیا۔ رقاصوں کی گتیں دیکھ زہرہ کو مورچھا گت آنے لگی۔ اور اُن کی چمک تمک کی ادا سے بجلی کی سرت جانے لگی۔ عجب طرح کا جشن اہلِ شہر نے کیا۔ کہ اندر کی سبھا کا ہوش کھو دیا۔ کوچہ بہ کوچہ نوبتیں بجنے لگیں گھر بہ گھر شادیاں مچ گئیں۔ آخر فوجِ نشاط و انبساط کی یہ کثرت بڑھی کہ سپاہ درد و غم کی سب پایمال ہوئی۔

ابیات

لگے بجنے قانون و بین و رباب
بہا ہر طرف جوئے عشرت کا آب
لگی تھاپ طبلوں کی مردنگ کی
صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی
کماچوں کو سارنگیوں نے بنا
خوشی سے ہر ایک اُن کے سر میں ملا
لگا موم تاروں پہ مُنہ چنگ کے
طنبوروں کے سر کھینچے ایک رنگ کے
ستاروں کے پردے بنا کر درست
بجانے لگے سب وہ چالاک و چُست
ہر ایک گھر میں تھا مطربوں کا ہجوم
پڑی ناچ اور راگ کی جگ میں دھوم
فلک پر بھی سازوں کی پہنچی لمک
اٹھا گنبدِ چرخ سارا دھمک

اتفاقاً وہ دن ہولی کے تھے چناں چہ ہر مجلس میں رنگ بھی پڑنے لگا اور گلال عبیر اُڑنے لگا۔ قمقمے جدھر تدھر لگے مارنے۔ اور آئے آئے ہر طرف لگے پکارنے۔ رنگت ہر ایک کے مُنہ کی ارغوانی ہوئی۔

اور پوشاک زعفرانی۔

نظم

طبق ایک زمیں کا عبیری ہوا
عبیر اس قدر خاک اوپر گرا
گئے جیسے تارے زمیں پر چھٹک
پڑے بس کہ پھولوں کے ہر جا کنک

القصہ راجا کے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد قدر دانی اس کی دیکھ کر وزیر امیر سردار اہل کار مسرور ہوئے۔ اور لطف و کرم سے اس کے اکثر بے مقدور صاحب مقدور ہوئے۔ طریقہ فریاد کا جہاں سے اٹھ گیا عدالت کا عملہ اکثر معطل رہنے لگا

بیت

مسافر کی چوکی لگے دینے چور
ہوا عدل کا اس کے جگ میں یہ شور
کہ رہتے ہیں دروازے اب یہاں کھلے
کوئی کنجی اور قفل کا ہے کو لے

سیر چشمی نے بھی اس کی سپاہ و رعیت کو مرفہ حال کر دیا۔ اور داد و دہش نے فقرا غربا کا گھر بار بھر دیا۔ پھر تو ہر متنفس اس کے حق میں صبح و شام دعا کرنے لگا۔ اور ہر ایک شخص مدام اس کی مدح و ثنا کرنے لگا ایام ریاست میں اس کے مینہ وقت پر برسا کیا کال کبھو نہ پڑا مفلس ایک متنفس نہ رہا۔ فاقہ کسی نے نہ کیا۔ پرائے مال پر دست انداز کوئی نہ ہو سکا۔ ظلم و ستم کا رستہ مسدود ہو گیا۔ چوری و رہ زنی کا چلن مفقود ہو گیا۔

بیت

ہر ایک عہد میں اس کے مامون تھا
یہ از خانہ ہر کوہ و ہامون تھا
کسی ملک میں تھا نہ چوروں کا ڈر
دکانیں کھلی رہتی تھیں رات بھر

از بس کہ راجا کو سوائے علم و فضلِ ظاہری کے تصفیۂ باطنی بھی تھا بہ سبب اس کے ہر ایک کے دل کی بوجھ لیتا تھا اور غیب دانی بھی تھی چناں چہ گزشتہ و آیندہ کی بھی اکثر خبر دیتا تھا۔

نظم

ہر ایک راؤ و راجا کا سردار تھا   وہ اپنے زمانے میں اوتار تھا

شجاعت و ہمت بھی اُس کی ایسی تھی کہ دکھن اور اُڑیسہ بنگالہ اور گجرات سومنات تلک لے لیا حکّام کو وہاں کے اپنا محکوم کیا آخر راجا سکھوپت کو مار کر دلّی بھی چھین لی تا کابل عمل کر لیا۔ احوال راجا سکھوپت کے مارے جانے کا سابق اس سے لکھنے میں آیا ہے الغرض راجا کو از بس کہ معاونتِ فلکی و غیبی تھی بہ سبب اس کے حاجتیں ہر ایک محتاج کی اور مرادیں صاحبانِ مراد کی بلا مہلت بر لاتا۔ کوئی اس کے درِ دولت سے محروم نہ جاتا بلکہ بعضے بعضے مطالب و مقاصد اہلِ غرض کے کہ قوتِ بشری سے خارج و احاطۂ عقلی سے باہر تھے اُن سے بھی مُنہ نہ پھیرتا اور بہ وجہ احسن سر انجام کر دیتا چناں چہ اُس کی حاجت روائی کی نقلیں عجیب عجیب کتنی کتابوں میں لکھی ہیں لیکن سنگھاسن بتیسی میں بیش تر کیوں کہ اس کتاب میں فقط اُسی راجا عالی ہمّت کا احوال ہے کسی اور کا نہیں باوجود اس کے اکثر اشخاص رئیسوں کی مجلسوں میں اُن کو مجلس افروز سمجھ کر بیان کرتے ہیں۔ اور وے ... اُن کے مضامین پر بہ خوبی وصیان کرتے ہیں۔

بیت

سُن بہ دل اہلِ سلف کی واردات
ایک دن کام آئے گی تیرے یہ بات

جب راجا بیر بکرما جیت دارِ فانی سے سرائے جاودانی کو گیا پانسو بیالیس برس کے بعد راجا بھوج نام ایک راجا بڑا نیک ذات خجستہ صفات صاحب عدل و داد عالی نژاد مالوے کا حاکم ہوا اور بررج پنڈت اس کا دیوان بھی نہایت خوش نیت و نیک دیانت تھا اسی واسطے راجا نے اس کو اپنا کلیدِ عقل و مدار المہام مقرر کیا تھا الغرض حکایات و نواقل عجیب و غریب اس راجا عالی مقدار اور اُس کے وزیر باوقار کے بھی بعد راجا بیر بکرما جیت کے زمانے میں تا ہنوز شہرت رکھتی ہیں اتفاقاً ایک دن راجا بھوج شکار کھیلنے ایک جنگل میں گیا تھا دیکھتا کیا ہے کہ بہت سے لڑکوں نے ایک طفلِ خورد سال کو بادشاہ اور ایک کو وزیر ایک کو کوتوال ٹھہراکر تمام عملہ فعلہ سلطنت کا اُن کے متعلق کیا ہے اور کھیل رہے ہیں بادشاہ بھی اُن کا ایک ٹیلے پر متانت و حکومت سے بادشاہوں کی مانند اجرائے امورِ سلطنت و احکامِ عدالت میں حکم کر رہا ہے راجا کے آنے سے اصلا متردد نہ ہوا اُسی طرح بے پروا بیٹھا رہا مشہور ہے کہ اس بادشاہ بازی نے لعل کی چوری کا جھگڑا جو کسی بادشاہ والا جاہ سے انفصال نہ ہوا تھا اس کو اس خوبی سے چکایا تھا کہ عقلائے زمانہ حیران و بہ رنگِ تصویر نگراں رہ گئے تھے راجا اس ماجرے کو سُن کر اور اُس کی حکومت کو دیکھ کر متعجب ہوا

اور بولا اس کو میرے پاس لے آؤ جب اُسے پشتے سے نیچے
اُتارا راجا کی ہیبت اُس پر غالب آئی لڑکوں کی طرح رونے لگا
پھر راجا کے حکم سے پشتے پر لے گئے بہ دستور سابق جس طرح
حکمرانی کرتا تھا پھر کرنے لگا راجا نے یہ حالت اُس کی دیکھ فرمایا کہ
یہ تاثیر اس پشتے کی ہے اس لڑکے کا یہ حوصلہ نہیں اس کو جلد کھودو
حسب الحکم جو اس کو کھودا ایک تخت جواہر نگار نپٹ اسلوب دار نکلا
تب تو مہاراج کو یقین ہوا کہ سبب حکم رانی کا اس کی فقط یہی تخت
تھا وإلّا یہ بےچارہ لڑکا امور عدالت و حکومت کو کیا جانے آخر
کمال خوش و خرم ہوکر اپنے دار السلطنت میں لے گیا چاہتا تھا کہ
اُس پر پانو رکھے کہ بتّیس پتلیوں میں سے ایک پُتلی خدا کے حکم
سے بول اٹھی کہ اے راجا بھوج یہ سنگھاسن راجا بکرماجیت کی ہے تو
اُس کا سا ساکا کرے جب اس پر بیٹھ راجا اس کے بولنے سے
متحیّر ہوکر کہنے لگا اے پُتلی وہ کون سا کام نادر راجا بیر بکرماجیت
نے کیا ہے بیان کر غرض بتّیس پُتلیوں نے بتّیس کہانیاں عجیب و
غریب راجا بھوج کے سامنے کہیں راجا اُن کو سُن کر ساکت رہ گیا
اور بررچ پنڈت نے اُن کو سنسکرت کی بھاکھا میں بہ خوبی لکھا پھر
اُس مجموعے کا نام سنگھاسن بتّیسی رکھا چناں چہ وہ کتاب الی الان
ممالک محروسہ میں مشہور ہے۔

بیت

کیے اُس نے وہ کام زیرِ فلک
کہ بھیجیں رہیں سُن کے جن کو ملک

یہیں سے دانایانِ روزگار و شاہانِ عالی مقدار نے مقرر کیا ہ جو بادشاہ و رئیس کہ بہ سبب کارہائے عمدہ شہرۂ آفاق ہو جائے اور اس کا نظیر عدل و انصاف میں کم ہاتھ آئے۔ تاریخ اُس کے جلوس کی اطراف و اکناف میں شائع ہو اغلب کہ حاکمانِ عصر اُس کے روییے پہ چلیں اور امورِ خلق کو اُسی نہج سے انتظام دیویں چناں چہ بہتیرے راؤ اور کتنے راجا عظیم الشان مملکت ہندستان میں گزرے ہیں تاریخ ہر ایک کی اُن میں سے اُن کی سلطنت ہی تلک رہی جب کہ وہ صفحۂ ہستی سے اُٹھ گئے وہ بھی نیست و نابود ہوگئی مگر تاریخ راجا جدشٹر کی جا بجا مشہور ہوئی تھی الحال بھی موجود ہے چناں چہ سابق احوال اُس کا کچھ کچھ لکھنے میں آیا ہے پھر راجا بیر بکرماجیت بھی کہ صفاتِ محمودہ سے موصوف اور ملک ستانی و حاجت روائی میں معروف تھا تاریخ اس کے بھی جلوس کی مالوے کی سلطنت سے یا جس روز کہ راجا سکھوپت کو مار سلطنت دلّی کی چھین لی تھی راجا جدشٹر کے تین ہزار چوالیس برس کے بعد اہلِ ہند کے دفتروں میں ثبت ہوئی اور اب تلک کہ اٹھارہ سے کئی برس اُس کے عہد کو گزرے ہیں نام اُس کا اور راجا بھرتری کا صفحۂ روزگار سے حک نہیں ہوا اغلب کہ تا انقضائے زمانہ باقی رہے۔

بیت

جو ہوا اس دہر میں ہو نیک نام
تا ابد زندہ رہے گا اُس کا نام

پس ہر اہلِ حشمت و صاحب ریاست کو لازم ہی کہ حاجت روائی خلق میں اوقات بسر کی جائے۔ اور لالچ کو کام نہ فرمائے۔ کیوں کہ دُنیا کی جاہ و حشمت کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور اس کو مطلقاً واصلا قرار نہیں ہستی اس کی سرتاپا نیستی۔ اور آبادی اس کی منشرف بہ خرابی۔ گُل اس کے چمن کے خار دار۔ اور نسیم بہار سموم کردار۔ جس کو اس نے دولت و نعمت سے کام راں کیا۔ آخر اسی کو افلاس و آلام سے سرگرداں کیا۔

بیت

شہد ڈالا اس نے جس کے کام ہیں
زہر گھولا آخر اس کے جام ہیں

اکبر نامے میں لکھا ہی کہ راجا بیر بکرما جیت نے اواخرِ عمر ارادہ ملک گیری کا کیا اور دکھن میں جاکر سالباہن سے لڑا اتفاقاً اس کے ہاتھ گرفتار ہوگیا جب دیکھا کہ وہ قتل کرتا ہی ملتجی ہوا کہ میرے سن اور تاریخ دفتر روزگار سے معدوم نہ ہو ویہی ہوس ہی اور بس سالباہن نے اس کو قبول کیا اور بہ دستور سابق ان کو بحال رکھا چناں چہ اب تلک بھی زمانے میں رائج ہیں اور سن راجا سالباہن کے اس واسطے رہے کہ ایسے راجاے عالی شان رفیع المکان کو اسیر کرکے اس نے قتل کیا ہی راجاؤلی اور راج ترنگنی میں یوں نہیں لکھا بلکہ اس کا مرنا سمندر پال جوگی کے ہاتھ سے ثابت کیا ہی تقریر اس کی یوں ہی جب راجا بیر بکرما جیت دولت و ریاست سے کام یاب و کام راں ہوچکا ایک مدت مدید سلطنت اس نے کی اور

راحت خلق کو بخشی آخر گلشن جوانی کو صرصرِ پیری لگی۔ اور قامت ں کی سرو سی بڑھاپے کے صدمے سے جھک گئی۔ چہرے پر جھریاں پڑیں آنکھوں کی بینائی گھٹی دانت ٹوٹ گئے کان سننے سے رہے دماغ ضعیف ہوگیا حواس میں خلل پڑا گوشت بدن پر نہ رہا استخوانوں پر پوست رہ گیا زندگی بدتر از مرگ ہوگئی حرکت غیر پر موقوف رہی۔

بیت

نپٹ شیریں ہے جگ میں زندگانی
اگر دائم رہے عہدِ جوانی

اسی حالت میں سمندر پال جوگی بڑا جادوگر منتر جنتر سیکڑوں اس کو یاد۔ طلسم کے فنون میں استاد جس کو چاہے بات کہتے ہوئے لے ایک آن میں دیوانہ کردے ساتھ اس کے علم خلع بدن میں بھی بڑی دستگاہ رکھتا تھا بارے کسی ڈھب سے راجا کی صحبت میں دخیل ہوا اور اپنے فسانہ و فسوں سے اس کو فریفتہ کیا بلکہ وزرا امرا کو بھی مسخر کرلیا غرض اس قدر مسلط ہوا کہ راجا اور ارکان دولت اس کے کہنے سے سر مو تفاوت نہ کرتے تھے۔ اور اس کے جادۂ اطاعت سے ایک قدم باہر نہ دھرتے تھے۔ ایک دن مکر و فریب سے راجا کو کہنے لگا کہ بدن عنصری تیرا بسبب پیری کے نہایت زار و ناتواں ہوگیا ہے طاقت حرکت کی بھی نہیں رہی صلاح یہ ہے کہ خلع بدن کا طریقہ مجھ سے سیکھ کہ اس جثۂ ضعیف کو چھوڑ اور کسی جوان کے پیکرِ قوی میں کہ روح اس سے تازہ جدا ہوئی ہو در آ

"تا دو بارا دولتِ جوانی و لذّتِ جسمانی سے بہرہ مند ہو راجا کے ایامِ زندگانی تمام ہو چکے تھے فوراً جوگی کے دم میں آگیا اور اُس علم کو اُس سے سیکھ کر اپنی روح کے تئیں ایک جوانا مرگ کے جسم میں ڈال دیا جوگی تو اس علم کا مشتاق تھا " وہیں اپنی روح اُس نے راجا کے جسم میں ڈال دی اور بلا توقف اُس کو قتل کیا پھر تختِ حکومت پر قائم مقام اُس کا ہوا۔

بیت

بہتیرے گرے خاک کے چڑھ گئے ہیں فلک پر
اور چرخ کے ساکن موے ہیں خاک میں رل کر

ہر چند کہ یہ حکایت مشہور ہے لیکن اہلِ خرد اور صاحبانِ تمیز اس کے قائل نہیں اس کو ٹھیک نہیں جانتے کیوں کہ روح ایک ماہیتِ مجردہ و لطیف ہے بہ ذاتِ خود پیری و جوانی و ضعف ناتوانی سے مبرا مگر بہ واسطۂ بدن وے کیفیتیں اسے عارض ہوتی ہیں۔ ہرگاہ کہ راجا کا بدن بہ سبب پیری کے ناتواں ہو چکا تھا اور حواس و قوے بھی جواب دے چکے تھے پھر کیوں کر جوگی کی روح نے اُس کے بدن میں آکر جوانی کی حالت بہم پہنچائی اور مصدر افعالِ مطلوبہ کا بہ خوبی ہوئی اس لیے کہ قوت و نقاہت اُس کی موقوف بدن پر ہے سوائے اس بات کے تکذیب پر یہ بھی ایک دلیل ہے کہ جب راجا کے جسم سے جوگی کی روح نے علاقہ پکڑا پھر سمندر پال اُس کو کہنا کس واسطے تھا کیوں کہ علاقہ نام کا تشخص خاص سے ہے وہ بدون جسم کے ہوتا نہیں اور روح کچھ محسوس نہیں کہ اس کو زید یا

عمر کہ کے پکار رہے یہ بات اگر فی الحقیقت ہوتی تو راجا بکرما جیت ہی اُس کو کہتے صاف معلوم ہوتا ہو کہ حکایت خلع بدن کی صحت نہیں رکھتی لیکن سمندر پال جو اُس کا انیس و جلیس جمیع اوقات تھا سوائے اس کے سحر و جادو کے سبب بھی راجا کو اُس نے مبہوت کر دیا تھا ساتھ اس کے ارکانِ دولت بھی اس کے گرویدہ تھے جب راجا اپنی موت مرچکا یا سالباہن نے اُسے مارا اہلِ کاروں نے متفق ہو کر اُسے تخت پر بٹھا دیا غرض جیسے کہ راجا بیر بکرما جیت کی پیدائش میں اختلاف ہو ویسا ہی اُس کے مرنے میں بھی چند در چند ہو۔

بیت

کیا فائدہ گو حشر تک ای یار تو جیتا رہا
ہونا ہو آخر تیرے تئیں ایک روز لقمہ موت کا

کہتے ہیں کہ راجا کی عمر گیارہ سو برس کی ہوئی اور دلی کی سلطنت نوے برس کی پھر راجا سمند پال کہ مملکت فقر چھوڑ کر پابند سلطنت کا ہوا ابتدا میں بہ ظاہر دن رات عبادت میں لگا رہتا تھا پر باطن میں اپنے صاحب سے ہمیشہ جدا رہتا تھا لوگوں کے فقط دکھانے کو جوگ سادھا تھا۔ لیکن دل میں اُس کے کچھ اور ارادہ تھا۔ خاکساری جتنے پر نہ واسطے خاکساری کے لپیٹی تھی بلکہ اپنے باطن کی کدورت ظاہر کی تھی۔ بہ صورت درویش تھا۔ لیکن بہ معنی دنیا کی کوفت سے دل ریش تھا۔ دھیان اُس کو نہ خدائے لایزال کا تھا۔ وہ بنبل مال بندہ بیر بتال کا تھا۔ اگرچہ زبان ظاہری اُس کی بند رہتی تھی۔ پر لسانِ باطنی کیا کیا کچھ کہتی تھی۔ چہرے پر اُس کے بھبھوت لگا تھا۔ لیکن

دل کو اس کے بھبوت لگا تھا۔ جب تپ اس کی دھوکے کی ٹٹی تھی۔ ریاضت اس کی خاک اور مٹی تھی۔ دستِ ظاہر اس نے دنیا سے اٹھایا تھا۔ لیکن دل کا ہاتھ اس کی خواہش میں بڑھایا تھا۔ چشمِ ظاہر بیں اس نے دنیا کی طرف سے موند لی تھی۔ پر آنکھ دل کی اس کے انتظار میں کھول دی تھی۔ ظاہر میں شیروں کی شکل بنا تھا لیکن باطن میں وہ دنیا کا کتا تھا۔

ابیات

حرصِ دنیا سے ہو باطن میں بری ... ورنہ لاحاصل ہے فقرِ ظاہری
اے تپیشّی دل سے لے صاحب کا نام ... ورنہ توتا بھی کہے ہے رام رام
ہاتھ مت بھر ریاضت کر بلند ... اے مرائی مکر کی ہے یہ کمند
باطن اپنا صاف کر لے اولا ... جب بھبھوت اپنے بدن پر تو لگا
لے کے مالا ہاتھ میں مت دے دغا ... اپنے داتا سے تو دل میں لو لگا
جگ میں اس سا کوئی بھی ہے بدنہاد ... دین کے بدلے لے کے دنیا جو ہو شاد
اس کی آرائش پہ اے غافل نہ بھول ... جز غم و حسرت نہیں اس کا حصول
اس کی دولت کو نہیں ہرگز قیام ... صبح گر آئی تو پھر جاوے گی شام

دولتِ عقبیٰ کو دائم ہے بقا
اس کو اس فانی کے پیچھے مت گنوا

غرض بہتیرے کم عقل فسوں سازی کے باعث اس کے دام میں آ گئے۔ اور کتنے ناقص شعبدے بازی کو اس کی کرامت سمجھ کر سر جھکا گئے۔ سیکڑوں دل کیمیا کے لالچ سے اس کے خاکِ پا

ہوئے اور ہزاروں کشتی کی ہوس سے اُس کی محبت میں موئے حاصل یہ ہے کہ ایک عالم اُس مکار کا گرفتار و فرماں بردار ہوا۔ ریاضت سے جو نتیجہ اُسے مطلوب تھا سو ملا۔ یعنی حصیر گدائی چھوٹا اور تختِ بادشاہی ہاتھ لگا۔ لیکن فی الحقیقت گوگرد احمر کو گنوایا۔ اور آہن زنگ آلود کو لیا۔ بلکہ آسمان کو چھوڑا اور زمین کو پکڑا واہ وا! تھوڑی سی زندگی پہ اور چند روز کے عیش کی خاطر سمندر پال نے دھرم سی دولت اور فقر کی مملکت گنواکر کس کس محنت و مشقت سے سلطنتِ دُنیا حاصل کی۔ آخر حسرت و ندامت سمیت ملکِ عدم کی راہ لی۔

بیت

سدھ نہ جس کو صبح کی نے شام کی
بے خبر کی زندگی کس کام کی

مدت اس کی سلطنت کی چوبیس برس دو مہینے۔ پھر

راجا چندر پال

بیٹا راجا سمندر پال کا پینتالیس برس اور پانچ مہینے تختِ حکومت پر مقیم رہا آخر مسافر راہِ عدم کا ہوا۔

راجا نتن پال بن راجا چندر پال

نے اکیاون برس اور پانچ مہینے کوس حکومت بجایا آخر ملکِ عدم کو کوچ کیا۔

راجا دیس پال ولد راجا چندرپال

سینتالیس برس دو مہینے فرماں روائی کرتا رہا نادان دنیا سے گزر گیا۔

راجا نرسنگ پال راجا دیس پال

کا بیٹا اٹھتالیس برس تین مہینے سلطنت سے کام یاب رہا بعد اس کے حسرت و ندامت ساتھ لے گیا۔

راجا سونہ پال ولد راجا نرسنگ پال

نے سینتیس برس گیارہ مہینے راج کیا آخر سب کچھ چھوڑ گیا۔

راجا لکھ پال ابن راجا سونہ پال

اٹھتیس برس تین مہینے اپنے باپ کا قائم مقام رہا اور امورِ سلطنت کو انتظام دیا گیا۔

راجا امرت پال راجا لکھ پال

کے بیٹے نے ستائیس برس چھ مہینے حکومت کی اور عدل و انصاف سے خلق کو آسایش دی

راجا بینی پال امرت پال

کا بیٹا انتالیس برس دو مہینے حاکم رہا آخرالامر بیکنٹھ میں جا بسا۔

راجا گوبند پال ولد راجا بینی پال

پچپن برس پانچ مہینے تلک کاروبار مملکت میں مشغول رہا اور سپاہ و رعیت کو داد و دہش سے نوازا کیا۔

راجا ہر پال بن راجا گوبند پال

نے چوبیس برس نو مہینے ریاست کی اور خلق کو عدل و داد سے راحت بخشی۔

راجا بھیم پال ہر پال

کے بیٹے نے اٹھتالیس برس آٹھ مہینے امورِ مملکت کو انتظام دیا ندان بیکنٹھ میں جا باسا لیا۔

راجا گوبند پال راجا بھیم پال

کا بیٹا بعد اپنے باپ کے اکیس برس دو مہینے قلعے کشائی اور ملک آرائی کرتا رہا آخر کار ملکِ عدم کا راہی ہوا۔

راجا مدن پال ولد راجا گوبند پال

ستائیس برس نو مہینے ملک ستانی میں رہا ندان فانی ہوگیا۔

راجا کرم پال بن راجا مدن پال

نے پینتالیس برس پانچ مہینے جہاں داری میں اپنی اوقات گزاری آخر عدم کی راہ لی ۔

راجا بکرم پال بن راجا کرم پال

کا بیٹا جب باپ کے قایم مقام ہوا ملک گیری پر اُس نے کمر باندھی اکثر حاکموں کو اپنا محکوم کیا اور خراج اُن سے لیا لیکن اس پر بھی حرص ملک گیری کی اس سے نہ گئی چنانچہ فوج کشی کر کے اکثر بلاد پر چڑھ جاتا اور اقبال کی یاوری اور بازو کی زور آوری سے فتح پاتا اسی طرح سے ایک مدت ملک آرائی و قلعہ کشائی اُس نے کی اور فرماں روائی کو رونق بخشی جب اُس کی زندگانی فانی کے دن تھوڑے رہے اور ارادۂ الٰہی میں یہ ٹھہرا کہ سلطنت اِس خاندان سے اور قوم میں جائے راجا مذکور بہ سبب غرور و رعونت کے بے وجہ تلوک چند بہرائچ کے راجا پر چڑھ گیا وہ بھی اپنے لشکر کو آراستہ کر کے مقابل ہوا بڑی لڑائی ہوئی ۔ خوب تلوار چلی ۔ ہزاروں جوان مارے گئے ۔ سیکڑوں دلیروں بہادروں کے سر اُتارے گئے ۔ کشتوں کے انبار ہاتھیوں کی مستک تک پہنچے ۔ اور لاشوں کے تودے رزم گاہ میں منارے بن گئے ۔ آخر مشیت ایزد متعال سے راجا بکرم پال شکست کھا کر مارا گیا اور راجا تلوک چند فتح یاب ہوا القصہ راجا بکرم پال نے چوالیس

برس تین مہینے راج کیا سلطنت اس کے خاندان میں سمندر پال سے لے کر اس تلک سولہ شخصوں نے تین سو تینتالیس برس کچھ بعد اس کے اور گھرانے میں منتقل ہوئی۔

بیت

یہ دنیا ہے تحقیق دار فنا ۔ نہیں اس کی دولت کو ہرگز بقا
کدھر یہ چمن زار اور تو کہاں ۔ نہ پھول ایک دم کے لیے غنچہ ساں

دیکھ راجا تلوک چند بہرائچ کا حاکم تھوڑے سے ملک کا مالک تھا کبھی کبھی اندر پرست کے بادشاہ کو خراج دیتا تھا طاقت اس کی نہ تھی کہ بکرم پال سے بہادر عالی جاہ بادشاہ کے ساتھ یہ فوج کی بہتات اور اسباب جنگی کی کثرت شکست دیوے فقط اقبال اس کا یاور ہوا کہ اندر پرست کی سلطنت اسے نصیب ہوئی اور وہاں کا بادشاہ ہوا لیکن مرگ نے امان اس کو نہ دی۔ ہمہ جہت دو برس حکومت کی۔ پھر

راجا کاتک چند

اس کا بیٹا راج پر بیٹھا چار مہینے اور تین برس جیا بعد اس کے

راجا رام چند

اس کا خلف چودہ برس اور گیارہ مہینے تلک سلطنت کی نوبت بجاتا رہا آخر اس جہان سے کوچ کر گیا اس کے بعد

راجا ادھر چند

رام چند کا چشم و چراغ اٹھارہ برس دو مہینے تلک بزم سلطنت کا ضیا بخش رہا ندان صرصر اجل کے جھونکے سے بجھ گیا۔ پھر

راجا کلیان چند راجا ادھر چند

کا فرزند تخت نشین ہوا پندرہ برس اور سات مہینے تلک عیش و آرام اس نے کیا آخر الامر بدن خاکی اپنا آگ کو سونپا۔ بعد اس کے

راجا بھیم چند ولد راجا کلیان چند

اٹھارہ برس تین مہینے تلک سنانی و شمشیر زنی میں رہا آخر کار کشتہ تیغ اجل کا ہوا۔ پھر

راجا لوہ چند بھیم چند کا خلف

پچیس برس پانچ مہینے باغ سلطنت میں ثمر بخش رہا آخر کو داغ حسرت سینے پر لے گیا بعد اس کے

راجا گوبند چند لوہ چند کا بیٹا

بائیس برس دو مہینے شراب دولت و حکومت سے سرشار رہا ندان اپنی عمر کا پیمانہ بھر گیا۔ پھر

رانی بیم دیوی راجا گوبند چند کی بیٹی

کو تخت نشین کیا اس لیے کہ راجا مذکور کے بیٹا نہ تھا اہلِ کار جو اس کے ہیٹ نیک نہاد تھے حق نمک کو نہ بھولے وفاداری کا شیوہ گم نہ کیا اپنی مخدومہ کو تخت پر بٹھا دیا اطاعت و فرماں برداری اُس کی قبول کی اور کمرِ خدمت سب نے محکم باندھی اہلِ خدم حسب الارشاد اس کے امورِ مالی و ملکی کو انتظام دینے لگے۔ اور اپنے اپنے اہلِ کاروں سے بہ خوبی کام لینے لگے۔ لیکن اس عفیفہ کو مرگ نے امان نہ دی ایک برس کے بعد جہان سے پُر ارمان گئی۔ القصہ راجا تلوک چند سے بیم دیوی تلک دس شخصوں نے ایک سو پچپن برس سلطنت کی۔

بیت

ہر چند چاہا مرگ نے لیکن اماں نہ دی
مہلت کسی بشر کے تئیں ایک زماں نہ دی
لیکن کسی کی لی ہوئی پھر تو نے جاں نہ دی
دولت کہیں دوبارہ بھی بخشی ہوا ای فلک

پھر

راجا ہر پریم

کہ گدائی سے درجہ بادشاہی کو پہنچا تخت نشین ہوا ماجرا اُس کا یوں ہے کہ جب کوئی راجا گوبند چند اور رانی بیم دیوی کے وارثوں میں نہ رہا اور مملکت کو بادشاہت سے خالی دیکھا ارکانِ دولت و ہوا خواہانِ سلطنت نے متنبہ ہوکر باہم مشورت کی امورِ مملکت کے انتظام کے لیے اور سلطنت کے کام کے لیے فرماں روا

ضروری ہے پس ہر برہم درویش کہ سراپا اخلاق و خلاصۂ آفاق ہے ایک خلق اس کی خدمت میں ارادت رکھتی ہے بلکہ امیر بھی اُس کے معتقد ہیں کسی کو اُس کی اطاعت اور فرماں برداری ناگوار نہ ہوگی ہر ایک اُس کی خدمت سعادت جانے گا۔ اور کہا اُس کا دل سے مانے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اُس کو تخت پر بٹھائیے اور نظم و نسق مملکت میں جو اُس کا حکم ہو اُسے بجا لائیے۔ کیوں کہ وہ درویش خدا پرست و دانا بندگانِ خدا کی برائی نہ چاہے گا۔ رویہ عدل و انصاف کا بہ خوبی نباہے گا۔ قصّہ مختصر وزرا و امرا نے جاکر بہ منت اُس کو جھونپڑ گدائی پر سے اٹھایا۔ اور تخت بادشاہی پر بٹھایا۔ سات برس اور پانچ مہینے اُس نے سلطنت کی۔ آخر ملکِ عدم کی راہ لی۔

راجا گوبند برہم

نے اپنے باپ کے بعد تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور دس برس تین مہینے تک خلق کو آرام پہنچایا۔ ندان اپنے بدنِ خاکی کو آگ میں جلایا۔ پھر

راجا گوپال برہم گوبند برہم کا بیٹا

قائم مقام اپنے باپ کا ہوا پندرہ برس تین مہینے تک کار و بار سلطنت میں مشغول رہا آخرالامر اُس نے بھی ملکِ عدم کا رستا پکڑا۔

راجا مہا پریم گوپال پریم کا خلف

بعد اپنے باپ کے تختِ سلطنت پر بیٹھا بظاہر امور ملکی مالی میں مشغول بھی رہتا لیکن باطن میں اُسے دنیا و مافیہا سے کمال نفرت و کراہت تھی اکثر اوقات درویشوں اور آزاد منشوں سے ملا کرتا۔ بلکہ سخن اہلِ معرفت و صاحبانِ ریاضت کے گوشِ دل سے سُنا کرتا۔ حاصل یہ ہے کہ سلطنت دنیوی سے دل اُس کا آلودہ نہ تھا اور دولت آزادگی سے باطن اُس کا کمال آسودہ تھا عروسِ دُنیا ہر چند ایک نئے بناؤ سے ہر روز اُس کے آگے آتی۔ لیکن اُس کی چشمِ حق بین میں ایک ذرہ جگہ نہ پاتی۔ حقا کہ جس کی آنکھ میں تصوّر یار کا سمایا ہو۔ اس کی نظروں میں غیر کب خوش آیا ہو۔ جس کا دل نورِ ہدایت سے روشن ہوا، اُس کو شمع سلطنت کا اُجالا کب بھلا لگا۔ جس کو منزلِ بقا کا سیدھا رستہ ملا۔ وہ اس سرائے فنا کی ٹیڑھی راہوں میں کب بھٹکا۔ فی الواقع آراستگی و آزادگی دولت بے زوال اور نعمت عدیم المثال ہے حشمتِ دنیا دولتِ عقبیٰ سے نہیں بہتر۔ خرقۂ گدائی خلعتِ بادشاہی سے کہیں بہتر۔ جس نے گوشہ تنہائی قبول کیا۔ وہی اس سرائے فانی میں پاؤں پھیلا کر سویا۔ آخر اس آزاد منش کو فقر کی کشش نے اپنی طرف کھینچا تاج سلطنت اُس نے خاک پر پھینکا۔ اور کلاہِ قناعت کو سر پر رکھا۔ سر بہ صحرا نکلا۔ آفریں اُس کی عقلِ دور اندیش پر کہ نعمتِ آئندۂ آخرت کو جاودانی سمجھ کر دنیا کی دولت بالفعل

کو چھوڑ دیا۔

ابیات

خوشا وہ بارِ دنیا جس نے پھینکا | سبک روشی کا لطف اُس نے ہیں پایا
بہ رنگِ کوہ ٹھہرا جو کہ ایک ٹھا تو | نہ دامن سے نکالا اُس نے پھر پا تو
جہاں کے خوان سے جلدی اٹھا جو | رہے گا بہرہ دونوں جگ میں بس وہ
طمع کی آنکھ رکھی جس نے نت بند | رہا وہ مرتے مرتے شاد و خورسند

بہ جز نامِ خدا کچھ اور مت لے
قناعت کو نہ ہرگز ہاتھ سے دے

سلطنت اس درویش طینت نے چھو برس آٹھ مہینے کی الغرض راجا ہر پریم سے لے کر مہا پریم تک چار شخصوں نے تیرپن برس اورنگِ شاہی پر جلوس فرمایا۔ آخر آگ نے اُن کو جلا کر راکھ بنایا۔ جب مشہور ہوا کہ اندرپست کے بادشاہ نے دنیا کو ترک کیا۔ اور گوشۂ تنہائی لیا۔ تختِ شاہی خالی ہے۔ اور مملکتِ وسیع بے والی۔ ہر ایک ملک کے حاکم نے ارادہ کیا کہ مملکت کو چھیننے بنا بر اس کے سب نے لشکر کشی کی لیکن راجا ادھر سین بنگالے کا راجا سب سے پہلے ایک لشکرِ عظیم ساتھ لے کر نہایت جلد اندرپست میں پہنچا حاکم تو وہاں کوئی تھا ہی نہیں جو مقابلہ کرتا بدون جنگ و جدل مملکت پر قبضہ کر لیا اور تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا امیر وزیر اہلِ کار جتنے تھے آ حاضر ہوئے۔

بیت

یہی ہے جہاں کی ریاست کا طور | جو ایک اُٹھ گیا آن بیٹھا ایک اور

القصہ اُس نے بھی اٹھارہ برس پانچ مہینے سلطنت کے امور کو آراستہ کیا آخر اپنی موت موا۔ پھر

راجا بلارل سین ادھرسین

کے بیٹے نے بارہ برس چار مہینے حکومت کی ندان ہیکنٹھ میں جا سکونت کی۔ بعد اس کے

راجا کیسوسین بلارل سین

کا فرزند باپ کا قائم مقام پندرہ برس آٹھ مہینے رہا آخرکار اس جہان سے گزر گیا۔ اُس کے بعد

راجا مادھوسین کیسوسین

کے بیٹے نے مملکت کو عدل و انصاف سے گیارہ برس اور چار مہینے تلک آباد رکھا ندان ملک فنا کا رستا پکڑا۔ بعد اُس کے۔

راجا سورسین مادھوسین

کا بیٹا تخت نشین ہوا اور بیس برس دو مہینے تلک اُس نے سلطنت کا بخوبی بندوبست کیا آخرالامر اپنا رخت ہستی باندھا۔ پھر

راجا بھیم سین سورسین

کا بیٹا پانچ برس دو مہینے تلک شراب دولت سے مخمور رہا

ندان اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوا بعد اس کے

راجا کاتک سین بھیم سین

کے بیٹے نے مسندِ حکومت پر قدم رکھا اور چار برس نو مہینے کے بعد عدم کا رستا پکڑا۔ اس کے بعد

راجا ہری سین کاتک سین

کا خلف تخت پر بیٹھا بارہ برس دو مہینے تلک امور مملکت میں مشغول رہا آخر خالی ہاتھ اس جہان سے گیا۔ پھر

راجا گھن سین راجا ہری سین

کے نور چشم نے آٹھ برس گیارہ مہینے اپنے باپ دادا کا نام مملکت میں روشن رکھا آخر اس کا بھی چراغِ ہستی صرصرِ نیستی نے بجھا دیا۔ بعد اس کے

راجا نراین سین گھن سین

کے بیٹے نے دو برس تین مہینے سلطنت کی ندان جان اپنی جہان آفریں کو سونپی۔ اس کے بعد

راجا لکھمن سین نراین سین

کا نور دیدہ بزم سلطنت کا ضیا بخش ہوا چھو برس گیارہ مہینے

تلک اُس نے شمع عدالت سے جہان کو منور رکھا ندان صرصرِ اجل سے چراغِ حیات اُس کا بھی بُجھ گیا۔ پھر

راجا دامودر سین لکھمن سین

کا بیٹا اپنے باپ کے بعد تختِ حکومت پر بیٹھا لیکن جوانی کی جہالت اور نادانی کی غفلت اُس کی طبیعت پر آگئی سُدھ بُدھ اُس میں نام کو نہ رہی صحبت میں ارزال و بد اطوار در آئے۔ قاعدے اور طریقے اگلوں کے اُس نے سراسر بُھلائے۔ عدل و انصاف سے مزاج اُس کا پھر گیا۔ ظلم و ستم کا پیشہ اختیار کیا۔ سچ ہی کہ بُرا مصاحب شیطانِ مجسم ہی اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت تجھے ورغلائے گا اور راہِ راست نہیں دکھائے گا۔ بلکہ شام و پگاہ تجھے گُم راہ کرے گا زنہار ایسے کو اپنے پاس آنے نہ دیجیو۔ اور اُس کی صحبت سے حذر کیجیو۔ جیسے خزاں گلشن کا آب و رنگ خاک میں ملاتی ہی۔ ویسی ہی بداندیش کی صحبت دولت کے کمال پر زوال لاتی ہی۔

نظم

صحبتِ اجلاف سے کر اجتناب ورنہ ہووے گی تیری طینت خراب
دوستی کھوتوں سے ای غافل نہ کر لائیں گے آفت سبے آخر جان پر
مت چراغِ غول پر تو دھیان کر صرف اندھیرا ہی قدم اودھر نہ دھر
ہاں کہنا اُس طرف ہرگز نہ جا
اپنے تئیں اندھے کنوئیں میں مت گرا

القصہ راجا نے اپنی طینت بد سے - یا بدوں کی ترغیب و کد سے - ملازمانِ دولت خواہ کو۔اور ہوا خواہانِ درگاہ کو - رتبے سے گرا دیا - خراج گزاروں اور زیر دستوں پر ظلم کرنا شروع کیا۔ جب مفسدوں اور فتنہ انگیزوں نے اُس کے یہ اطوار دیکھے مردم آزاری تلودھڑک کرنے لگے اہلِ خرد اور رعیت کا مال و متاع بےتحاشا لوٹنے لگے چند روز کے عرصے میں مملکت کی رونق جاتی رہی - اور آبادی اُجاڑ ہونے لگی - آمدنی ملکوں کی گھٹ گئی - سلطنت میں خرابی پڑی - ارکانِ دولت نے کنارا کیا - راجا اپنے کیے کی سزا کو پہنچا - گیارہ برس تین مہینے وہ ظالم حاکم رہا - غرض راجا دھرسین سے راجا دمودرسین تلک بارہ اشخاص نے ڈیڑھ سو برس راج کیا۔

راجا دیپ سنگ

کوہی کہ کوہستان سوالک کا والی تھا سپاہ اس کی بہ کثرت تھی اور عدالت کی نہایت شہرت - راجا دمودرسین کے اہلِ کار صوبہ دار از بس کہ اس کی بدسلوکی اور ایذا دہندی سے تنگ آئے تھے کوہستان میں جاکر تمام اپنی حقیقت اور رعیت کی حالت سپاہ کی برہمی - اہلِ خدم کی بے اتفاقی - اُس کے حضور بیان کی - اور اندر پرست کی سلطنت پر رغبت دلائی۔ سنتے ہی اس نوید کے اُس نے طبلِ شادی کا بجوا دیا - اور فوج بےشمار سے مملکت مذکور کی طرف کوچ کیا - الغاروں چلا چناں چہ

عرصۂ قلیل میں آ پہنچا اور اس شراب غفلت کے مدہوش کو قید کر لیا بعد اس کے آپ ساعت نیک دیکھ کر تخت حکومت پر بیٹھا اور شمعِ عدالت سے تاریکیٔ ظلم کو دور کر کے جہان کو روشن کیا ستائیس برس دو مہینے تک کاروبار سلطنت میں لگا رہا آخرالامر ملک عدم کا راہی ہوا۔ بعد اس کے

راجا رن سنگ راجا دیپ سنگ

کا فرزند بائیس برس پانچ مہینے حاکم رہا آخر اپنی موت موا پھر

راجا راج سنگ رن سنگ

کے نور چشم نے مملکت کو عدل و انصاف سے فروغ بخشا اور سپاہ کو نہایت راضی رکھا نداں نو برس اور آٹھ مہینے گزرے عدم کا رستا پکڑا۔ بعد اس کے

راجا برسنگھ بن راجا راج سنگھ

نے تخت سلطنت کو رونق بخشی۔ اور عدل و انصاف سے جہان میں کمال نیک نامی حاصل کی۔ آخر چھیالیس برس اور ایک مہینے کے بعد منزلِ فنا کی راہ لی۔ پھر

راجا نرسنگھ ولد راجا برسنگھ

قائم مقام اپنے باپ کا ہوا اور اسی کی طرح سپاہ و رعیت

کو سخاوت و عدالت سے اس نے کبھی شاد رکھا آخر پچیس برس تین مہینے گزرے بیکنٹھ کا رستا لیا

راجا جیون سنگھ راجا تر سنگھ

کا خلف جب تخت نشین ہوا اُس کی نوجوانی تھی چناں چہ اپنی زندگانی وہ عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا۔ بے پروائی ولاابالی سے امورِ مملکت کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ سچ ہو کہ آغازِ شباب میں شہوتِ نفس نہایت غالب ہوتی ہو اور طبیعت انسان کی عیاشی کی طالب ہوتی ہو۔ ہر ایک کا کام نہیں جو اپنے تئیں اُس ہنگام میں باوجود نشۂ دولت کے اس مزے سے باز رکھے اور مرتکب بدکاری و شراب خواری کا نہ ہووے۔ وہی بڑے مرد ہیں کہ ایسے وقتوں میں نفس کشی کرتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں۔ فی الواقع دنیا میں نیک نامی اور عقبیٰ میں شادمانی انھی کے واسطے ہو۔

رُباعی

ہنگامِ جوانی میں جسے دولت ہو — اور عیش و نشاط سے اُسے نفرت ہو
اُس سا نہیں کوئی مرد بڑا دنیا میں — عقبیٰ میں وہی موردِ صد رحمت ہو

قصہ کوتاہ سلطنت اُس محوِ غفلت و مائلِ عشرت کے ہاتھ نہیں رہنی چناں چہ تھوڑے ہی دنوں میں ریاست اس کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ اور دشتِ غربت کی راہ اس نے لی۔ پھر وہیں رہ نوردِ بادیۂ عدم کا ہوا۔ مدت اس کی سلطنت کی

بیس برس پانچ مہینے راجا دیپ سنگھ سے لے کر جیون سنگھ تلک چھ شخصوں نے ایک سو انتالیس برس راج کیا۔ احوال

راجا پرتھی راج مشہور بہ پتھورا

جب بادشاہ حقیقی کا ارادہ یہ ہوا کہ رائے پتھورا بیراٹھ کا والی کہ ہمیشہ جیون سنگھ سے امیدوار رہتا تھا مالک اتنی بڑی سلطنت کا ہوجائے۔ اور ایک مملکت وسیع اس کے قبضے میں آئے راجا جیون سنگھ نے بہ سبب حماقت ذاتی کے یا کوئی مہم اسے درپیش ہوئی تمام سرداروں کو فوج سمیت کوہستان کی طرف کہ اس کے جد و آبا کا وہی مسکن تھا بھیج دیا اور آپ کتنے مصاحبوں سے دارالسلطنت میں رہا رائے پتھورا اسے تنہا اور غافل جان کر ایک لشکر عظیم سے یکایک آن پہنچا راجا جیون سنگھ نے جو دیکھا کہ سامان جنگ کا مطلقاً نہیں اس جماعت قلیل سمیت کوہستان دشوار گزار کی طرف بھاگا آخر وہیں اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہوا اور رائے پتھورا شادیانے فتح کے بجا کر تخت سلطنت پر بیٹھا۔

بیت

اگر سانپ سے ہووے وہ بے خطر
تو عاقل نہ چھوڑے کبھی گنج زر

جب پندرہ برس اس کی سلطنت پہ گزرے سلطان شہاب الدین غوری غزنین سے کئی مرتبہ آیا اور کئی بار لڑا آخر مقام نرائنی میں کہ تلاوڑی کر مشہور ہے راجا مذکور کو

اُس نے مار لیا اور آپ تخت سلطنت پر اجلاس فرمایا الغرض راجاؤں کا احوال یہ ہے جو لکھنے میں آیا مطابق راجا ولی اور راج ترنگنی کے ہے لیکن اکبر نامے کے تیسرے دفتر میں اور بعضے اور نسخوں کے بیچ یوں کر ہے کہ بیر بکرماجیت کے چار سو انتالیسویں سن میں راجا انکپال تونور نے بادشاہ ہو کر اندر پرست کے قریب شہر دہلی بسایا اور اس کی اولاد سے بیس شخصوں نے چار سو انیس برس ایک مہینے ستائیس روز نقارہ سلطنت کا بجایا آخر الامر بیسواں پور اُس کا پرتھی راج کر اشتہار رکھتا تھا بالو بلدیو چوہان سے لڑا اور کام آیا غرض بیر بکرماجیت کے آٹھ سو انتالیس سن میں سلطنت تونور کی قوم سے نکل کر چوہانوں کے قبضے میں گئی لیکن راجا بلدیو نے اور اس کی اولاد سے سات شخصوں نے تین سو پچاسی برس سات مہینے بادشاہت کی جب بلدیو کے ساتویں پوتے کو کہ جس کا نام پتھورا تھا نوبت حکومت کی پہنچی سلطان شہاب الدین غوری نے سات مرتبہ یورش کی اور لڑا لیکن ہر مرتبہ شکست کھا کر پھر گیا باوجود اس کے بھی مملکت ہند کے لینے کی تدبیر میں اکثر اوقات رہتا تھا پر کچھ بن نہ پڑتی تھی اس اثنا میں راجا جے چند راٹھور قنوج کا راجا اکثر راجاؤں پر غالب ہوا بنا بر اس کے جگ راجسو کے بجا لانے کا اُس نے قصد کیا شرح اس جگ کی سابق لکھی گئی ہے غرض راجا مذکور نے سامان و سر انجام کو اُس کے ارشاد فرمایا ساتھ اس کے یہ بھی ارادہ کیا کہ اس مجلس میں اپنی بیٹی کو کسی

بڑے راجا کے ساتھ بیاہا ہے اس واسطے ہر ایک ملک کے راجا بلوائے پتھورا نے بھی بہ موجب اُس کی طلب کے ارادہ اُس سمت کا کیا کہ ناگہاں اس کے متوسلوں میں سے کسی کے مُنھ سے نکلا کہ مہاراج کے ہوتے ہوئے اس جگ کا قصد جَےچند کرے یہ جائے تعجب ہے اور آپ کا تشریف لے جانا اُس میں اس سے عجیب تر سنتے ہی اس کو راجا آگ ہوگیا اور اُس کے ملک پر بہ ارادۂ جنگ چڑھ دوڑا راجا جَےچند بھی اس خبر کو سُن کر مارِ سیاہ کی مانند پیچ کھانے لگا لیکن ساعت جگ کی جو قریب پہنچی تھی بہ سبب اس کے مصلحتاً وقفہ کیا اور ایک سونے کی مورت پتھورا کی شکل بنوا کر دربانوں کی طرح اس کو دروازے پر بٹھا دیا۔ رائے پتھورا اس حالت کو سُن کر مارے غصے کے الغارروں چلا اور تھوڑے دنوں میں وہاں پہنچ کر اپنی تصویر کو اٹھا لڑتا بھڑتا اپنے ملک کی طرف پھرا لوگ بہت کام آئے لیکن راجا جَےچند نے بہرصورت جگ سے فراغت کی پر اُس کی بیٹی نے کسی راجہ کو پسند نہ کیا مگر پتھورا کی شجاعت و جواں مردی دریافت کر کے کمال مشتاق ہوئی اسی واسطے اُس کے باپ نے اپنے محل سے اُس کو نکال دیا اور ایک جدی حویلی میں رکھا رائے پتھورا اس حالت سے واقف ہوکر نہایت خواہش مند اُس کا ہوا اور چاندا بادفروش کو کمال مہربانی سے راجا جَےچند کے پاس بھیجا اور آپ چیدہ چیدہ لوگ ساتھ لے کر نوکروں کی مانند اُس کے ہم راہ ہوا

جب بھاٹ قنوج میں پہنچا رائے پتھورا نے دختر مذکور کو جواں مردی سے لیا اور دہلی کی طرف کوچ کیا راجا جے چند اس ماجرے کو سنتے ہی مع فوج چڑھ دوڑا ندان آپس میں جنگِ عظیم ہوئی سات ہزار آدمی طرفین کے مارے گئے پر رائے مذکور نے اُس نازنین کو نہ چھوڑا اور لڑائی سے مُنھ نہ موڑا آخر اپنی دولت سرا میں جا اتارا اور یہاں تک اُس کے دامِ محبت میں گرفتار ہوا کہ ملکی مالی کاروبار سے دست بردار ہوا۔ جب ایک برس اسی طرح گزرا سلطان شہاب الدین غوری کو بھی یہ خبر پہنچی تو اس نے راجا جے چند کے ساتھ دوستی کی رہنا ڈالی اور بیر بکرما جیت کے سنہ ۱۲۳۳ میں ہجری بھی اُس وقت ۵۸۸ تھے سلطان مذکور آٹھویں مرتبہ ایک لشکرِ عظیم جمع کر ملک گیری کے ارادے دہلی کی طرف متوجہ ہوا بلکہ بہت سے محال لے لیے اُس وقت کسی کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ راجا سے اس امر کی اطلاع کرے آخر ارکان دولت نے مشورت کر کے چاندا بھاٹ کو حرم سرا میں بھیجا کہ اُس پری پیکر سے یہ حقیقت کہے تا وہ راجا تک پہنچاوے چناں چہ راجا مطلع ہوا لیکن کئی مرتبہ سلطان پر جو فتح یاب ہوا تھا اس کو کچھ چیز نہ سمجھا اور سبب غرور و نخوت کے خاطر میں نہ لایا چناں چہ تھوڑی سی فوج ساتھ لے کر نکلا اور راجا جے چند نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا بلکہ سلطان کا شریک ہوا

القصّہ

شعلۂ جدال و قتال نہایت بھڑکا راجا کا دل بجھ گیا
نداں سلطان کے رفقا نے اُس کو پکڑ لیا اور سلطان اُس کو
قید کر کے غزنیں میں لے گیا جب چاندا باد فروش نے حقیقت
حال سے اطلاع پائی غزنین کی راہ لی آخر وہ سلطان کی
ملازمت حاصل کر کے مورد الطاف کا ہوا بعد اُس کے پتھورا
کی بھی خدمت میں پہنچا اور زندان میں دم سازی اُس کی کرنے
لگا ایک دن بہ مشورت پتھورا کے تیر لگانے کی تعریف بادشاہ
کے رُو بہ رُو یہاں تلک کی کہ وہ بہ مرتبہ مشتاق ہوا اور اُس کو
بلوا بھیجا بلکہ اُسی وقت اجازت تیر اندازی کی بھی دی راے
مذکور نے تیر و کمان وہیں اُٹھا لیا اور ایک تیر اُس نشانۂ
ناوک تقدیر کے ایسا ہی مارا کہ کام اُس کا تمام ہوا اُسی وقت
بادشاہی نوکروں نے بھی راجا کو چاندا بھاٹ سمیت مار لیا۔
لیکن فارسی تاریخوں میں پتھورا کا مارا جانا تلاوڑی کے میدان
میں لکھا ہے اور سلطان شہاب الدین کا قتل ہونا ایک مدت کے
بعد فدائی کھوکھر کے ہاتھ حاصل یہ ہے کہ اس ماجرے میں
اختلاف بہت ہے العلم عنداللہ غرض راجا پتھورا کے مارے
جانے کے بعد ہندوستان کی حکومت ہنود سے گئی اور سلاطین
مسلمین کے ہاتھ جا پڑی الغرض راجا جدشٹر سے لے کر پتھورا
تلک ایک سو بیس اشخاص نے چار ہزار چار سو آٹھ برس سلطنت

کی۔ پھر ہر ایک نے منزلِ عدم کی راہ لی من جملہ اِس کے پتھورا کے ایامِ سلطنت اُنچاس برس ہیں جب سے خلاقِ کون و مکان نے عالمِ کون وفساد کو جلوہ گر کیا کسی ذی حیات کو خلعتِ حیاتِ ابدی کا نہیں بخشا۔ اور ریاست کو بھی ایک قوم سے مخصوص نہیں کیا۔ ہر ایک شخص کو موت آتی ہی۔ اور سلطنت و ریاست بھی ایک خاندان سے خاندانِ دیگر میں جاتی ہی۔ پس ہر عاقل کو لازم ہی کہ مال و دولت کو اپنا نہ جانے اور اس حیاتِ مستعار پر نہ بھولے۔ اور دولتِ ناپائے دار پہ نہ پھولے۔

ابیات

پاؤ جس نے تختِ شاہی پہ دھرا — آخرش تختے پہ وہ ساکن ہوا
تھے جو راکب سیکڑوں رہوار کے — وہی گئے آخر کو کاندھے چار کے
اینڈتے ہیں سر پہ رکھ جو تاجِ زر — خاک ایک دن کھائے گی اُن کا بھی سر
خلق جو اس دارِ فانی میں ہوا — ایک دن راہی عدم کا ہووے گا
واقعی دنیا برادر ہیچ ہی — جاہ و حشمت یہ سراسر ہیچ ہی
ٹیپ ٹاپ اس فاحشہ کی دیکھ کر — محو مت ہو یہ دغا ہی سر بسر
قلب میں اس کے نہیں بوئے وفا — آنکھ میں اس کی نہیں شرم و حیا
بھول کر کبھی اس کی تو خواہش نہ کر — داغِ حسرت سے نہ کھ سنا جگر

دامِ حرص و آز میں ناداں نہ پھنس
جگ میں ہی اللہ بس باقی ہوس

یہ تاریخ حاوی فضائل علم عربی ہیں کامل فاضلوں میں افضل

[فا]رسی دان بے بدل مقبول عالم مولوی محمد اسلم کی طبع زاد ہو بنا بر [خ]واہش آرایش کتاب لکھنے میں آئی۔

ابیات

کنون آں خیر خلق و شبل زبیم یزداں
که آمد از سما شبیر علی خوش اسم آں افضل
چہ اوصافش بیاں سازم که ہست او جامع ہر فن
بہ نظم و نثر و طب و حکمت و فقہ و کلام اکمل
تخلص می کند افسوس دارد لہجۂ اردو
زہم طرحان خود دارد دریں فن بہرۂ اشمل
چہ تاریخ دیار ہند طبع نکتہ آرایش
نمود آراستہ با زیب و زینت نیمۂ اول
چناں رطب اللساں گردیدہ در تحریر ایں نسخہ
کہ شد از حرف عذبش ہر خط مسطر رواں جدول
شدہ از محفل آرایش نام آرایش محفل
سواد روشنش سازد عیون ناظراں اکحل
رقم زد سال تاریخش برائے یادگار اسلم
بحمد اللہ بہ تکمیل آمدہ آرایش اول

تمام شد

ہماری زبان

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

ہر مہینے کی پہلی اور سولھویں تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

چندہ سالانہ ایک رُپیہ۔ فی پرچہ ایک آنہ

اُردو

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

جنوری، اپریل، جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہے۔

اس میں اَدب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہے تنقیدی اور محققانہ مضامین خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اُردو میں جو کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ ان پر تبصرہ اس رسالے کی ایک خصوصیت ہے۔ اس کا حجم ڈیڑھ سو صفحات سے زیادہ ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ محصول ڈاک وغیرہ ملا کر سات رُپے سکۂ انگریزی (آٹھ رُپے سکۂ عثمانیہ) نمونے کی قیمت ایک رُپیہ بارہ آنے (دو رُپے سکۂ عثمانیہ)

معاشیات

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) کا ماہانہ رسالہ

"معاشیات" میں علم معاشیات سے متعلق بلند پایہ مضامین اور مقالے شائع ہوتے ہیں اور ہندستان، غیر ممالک، نیز بین الاقوامی دُنیا کے معاشی مسائل اور حالات حاضرہ پر سنجیدہ اور علمی انداز میں بحث کی جاتی ہے۔ چندہ سالانہ پانچ رُپے (صہ)

انجمنِ ترقیٔ اُردو (ہند) دریا گنج دہلی

کیفیہ

علامہ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی نے اس کتاب میں اُردو ادب وانشا سے متعلق اپنے زندگی بھر کے مطالعے کا نچوڑ پیش کردیا ہے۔ اپنے دل کش طرزِ بیان میں بہت ہی باریک اور دقیق نکات کو پرلطف طریقے پر تحریر کیا ہے اُردو ادب وانشا کے متعلق یہ تصنیف بہت ہی پُراز معلومات، دل چسپ اور سبق آموز ہے۔ قیمت بلا جلد تین رُپے (سے)

باغ و بہار

یا

قصۂ چہار درویش

یہ کتاب میر امّن دہلوی کی یادگار زمانہ تصنیف ہے۔ انجمن ترقی اُردو (ہند) نے خاص اہتمام سے طبع کی ہے۔ شروع میں بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کا محققانہ مقدمہ اور آخر میں الفاظ و محاورات کی فرہنگ ہے۔

قیمت مجلد تین رُپے چار آنے (سہ/ر) بلا جلد دو رُپے چار آنے (عہ/ر)

منیجر انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) ، دریا گنج دہلی